

عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف

# امام زمانہ نمبر

علمی، ادبی اور تحقیقی مجلہ

۱۵ ارشد علیاً شعبان المعنی ۱۴۳۳ھ  
مطابق ۱۹ مارچ ۲۰۲۲ء

پیشکش  
خصوصی



# Imam e Zamana<sup>(AS)</sup> Number

Patron

Maulana Sayyed Mustafa Husain Naqavi  
Asseef Jaisi

Chief Editor

Kalbe Abbas Rizvi

Editor

Hasan Abbas Rizvi

Sayedwada, Bahraich

آخری صنعتِ صناعِ ازل کے شہکار  
رکھ دیا ہاتھ سے قدرت نے قلم تیرے بعد  
سید الحکماء، سلطان العلماء آیۃ اللہ العظیمی سید سبط حسین نقوی جائی

اب مجھے کچھ بھی نہیں قدرِ بہارِ دنیا  
باغِ جنتِ ثمرِ الفتِ مہدیٰ سے ملا  
سیدہ قمر النساء بیگم عاجزہ اجتہادی

اک جہاں آن کے کرتا ہے مرے گھر کا طواف  
تم جو ہوتے ہو تو کعبہ مرا گھر ہوتا ہے  
سیدہ خورشید آرائیگم ماہرہ اجتہادی

جو دل پہ گذرتی ہے گذر جائے  
ایسا نہ ہو چہرہ مرے قاتل کا اتر جائے  
یوں منتظرِ دید کی پھرتی ہیں نگاہیں  
جیسے کوئی دیوانہ ادھر آئے ادھر جائے  
جس نے کبھی دنیا میں نہ دیکھی ہو کوئی راہ  
وہ در سے تمہارے اگر اٹھے تو کدھر جائے  
جو تم پہ مرے وہ رہے تا حشرِ سلامت  
جو غیر پہ دے جان نہ مرتا ہو تو مر جائے  
سید الحکماء، سلطان العلماء آیۃ اللہ العظیمی سید سبط حسین نقوی جائی

۱۵ شعبان المظہر ۱۴۳۳ھ  
مطابق ۱۹ مارچ ۲۰۲۲ء

علمی، ادبی اور تحقیقی مجلہ

# امام زمانہ نمبر

زیر سرپرستی

مولانا سید مصطفیٰ حسین نقوی اسیف جائی

8004956536

چیف آئیڈیٹر

клب عباس رضوی

8299274625

ایڈیٹر

حسن عباس رضوی

7007861151

رسالہ ملنے کا پتہ

بھارت آفسیٹ پرنسپل، قاضی پورہ چوراہا، بہراچ

نوت: بھارت آفسیٹ پرنسپل: چھپائی کے علاوہ پریس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے

## فهرست مضمون

۱	اداریہ	سید حسن عباس رضوی	۳
۲	وجود جست	آیت اللہ العظیم سیدالعلماء سید علی نقی نقی صاحب قبلہ طاب ثراه	۲
۳	حضرت امام ججت منتظر	آیت اللہ العظیم سیدالعلماء مولانا سید علی نقی نقی طاب ثراه	۵۳
۴	غیبت	حکیم امت، فنکر اسلام ڈاکٹر مولانا سید کلب صادق صاحب قبلہ	۶۰
۵	امام زمانہ	پروفیسر علامہ سید علی محمد نقی ڈین آف تھیال اوچی ڈپارٹمنٹ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ	۶۲
۶	زمانہ اور زندگی	جنتۃ الاسلام و اسلامیین علامہ عقیل الغروی صاحب قبلہ، دہلی	۶۷
۷	چودھویں کا چاند (قصیدہ)	سید ابواعظین علامہ مولانا سید وجاہت حسین نقی ناظم اجتہادی طاب ثراه	۷۱
۸	قصیدہ در مدح امام محمد مہدی	ادیب اکبر انیس اعصر سید ابن الحسین مہدی ظمی اجتہادی	۷۳
۹	قصیدہ در مدح امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف	سید اشتعاء مولانا سید محمد حسن سالک مرحوم	۷۵
۱۰	گلگستہ اشعار در مدح ولی عالمین امام عصر	سید مصطفیٰ حسین نقی اسیف جائی	۷۶
۱۱	درج امام زمانہ	بنت زہرانقوی ندی الہندی، لکھنؤ	۷۷
۱۲	مناجات بحضور امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف	تصویر فطرت سید صادق علی نقی "چھنگا صاحب"، حسین جائی	۷۸
۱۳	تمسدن در مدح امام عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف	مولانا افظُر فیض آبادی مرحوم (اما مژاہ فیض آباد)	۸۱
۱۴	نور ہدایت فاؤنڈیشن	گروہ کارکنان ادارہ	۸۲
۱۵	قرن غربت، غربت امام عصر (ع)	جنتۃ الاسلام و اسلامیین مولانا سید لیاقت علی کاظمی، قم، ایران	۸۳
۱۶	مناقبت در مدح حضرت امام مہدی آخر الزمان	منظہر سعید (علیک) بہراچی	۸۵
۱۷	مناقبت	اٹھ بہراچی	۸۶
۱۸	مناقبت	راشد راہی بہراچی	۸۶
۱۹	مناقبت امام زمانہ مہدی آخر الزمان	ڈاکٹر مبارک علی بہراچی	۸۷
۲۰	مناقبت امام عصر	حیدر بلوری	۸۸
۲۱	خدا اور مادہ	اشراف الحکماء مسیح الملک مولانا سید علی آشفقتہ اجتہادی، حیدر آباد	۸۹





# مُشَتَّرٌ مُشَتَّرٌ

تو پتی انسانیت، بلکتی بشریت، محروم خلقت، مظلوم منبر و محرب عبادت اور غمزدہ، محمدی شریعت اس محمد مدنظر کی منتظر ہے جو دنیا کو اس طرح عدل و انصاف سے بھردے گا جس طرح وہ قلم و تم سے بھری ہوئی ہے۔ یعنی آج نوع بشر مثلاشی مهدی نجات دہنده ہے اور ہر لب پر یہی ہے کہ  
”اے مجھی زمانہ ترا انتشار ہے“  
بقول مهدی فاطمی

قبای عوںِ سحر ڈھونڈھتی ہے	یہ کالی ردائے سر شام بھاراں
کسے چاندنی رات بھر ڈھونڈھتی ہے	کوئی اور مہتاب پہاں ہے شاید
شبِ تارِ مہر سحر ڈھونڈھتی ہے	نجومِ فلک کے چراغوں کو لے کر
کسے عشق کی چشم تر ڈھونڈھتی ہے	بلاتا ہے کس کو شعورِ محبت
یقینِ دل معتبر ڈھونڈھتی ہے	کوئی ججو ہر بحث سے پہلے
امامِ نمازِ سحر ڈھونڈھتی ہے	مصلیٰ پچھائے ہوئے موج دریا
نقوشِ قدم رہ گذر ڈھونڈھتی ہے	دیارِ حرم سے دیارِ ارم تک
جبینِ وفا سنگ در ڈھونڈھتی ہے	کہیں تو ہو پوری نمازِ محبت
محبت نئے نامہ بر ڈھونڈھتی ہے	پیامِ اس کو دریا کی موجودوں کے ہاتھوں
نئی زندگی کی سحر ڈھونڈھتی ہے	چلے آئیے اب کہ چشمِ زمانہ
عبادت کو درکار ہے دل گدازی	مناجاتِ طرزِ دگر ڈھونڈھتی ہے
وہاں آدمی کو ضرورت ہے تیری	شرارتِ جہاں فتنہ گر ڈھونڈھتی ہے
پسے اُن ، فتنہ گھبہ زندگی میں	قیامتِ تری رہ گذر ڈھونڈھتی ہے
جبینِ وقتِ سجدہ ہے فلکی کی لیکن	درِ مہدیٰ معتبر ڈھونڈھتی ہے

دیعا ہے کہ خدا نے قاضی الحاجات یوسف زہراؤ، فرزندِ علیٰ مصطفیٰ، قائمِ آلِ عبا، امامِ دوازدہم حضرت محمد مہدی وارثِ زمانہ علیہ الْخَيْرَ وَ اللَّهُ  
کے ظہور میں تعجیل فرمائے۔ آمین

گدائے امام زمانہ  
حسن عباس رضوی  
سید واثہ، بہرانچ

## وجود و جهت

آیة اللہ العظمیٰ سید العلماں سید علی نقی نقوی صاحب قبلہ طاب ثراه

اس سے اعتراض نہیں کر سکتے۔

اس کے لئے تو ضرورت ہے کہ دل میں خلش کرتا ہوا کانٹا اور چھپتی ہوئی پھانس نکل جائے اور وہ جب ہی ہو گا کہ جس وقت شک و شبہ کے تمام اسباب پر منصفانہ بحث کر کے دنیا کو صبر و سکون سے ان پر غور کرنے کا موقع دما جائے۔

حالات موجودہ اسی مقصود کو پیش نظر کر اس رسالہ کی بنیاد ڈالی گئی ہے۔ مجھ کو یہ توقع نہیں ہے کہ اپنے موجودہ محدود وقت و فرصت میں میں اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر مکمل روشنی ڈال سکوں گا اور اسی بنا پر اس رسالہ کو اس سلسلہ کی پہلی قسط سمجھتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ آئندہ مناسب موقع پر اس موضوع کے متعلق انشاء اللہ دیگر رسائل کی اشتراک ہوتی رہے گی۔

غیب کا اعتقاد

”غیب“، یعنی آن دیکھی باتوں کا اقرار انسان کی زندگی میں ناگزیر ہے، وہ لوگ جو اپنے تمام معلومات کی بنیاد مشاہدات پر قرار دیتے ہیں اور عقلی ادله کا نام من کر کانوں پر ہاتھ رکھتے ہیں ان کو بھی گھوم پھر کر عقلنااظم ہات کے سامنے سر جھکانا ہی رہتا ہے۔

ماڈیں کے مقابلہ میں ہم نے کافی شرح و بسط کے ساتھ اس امر کو پایہ ثبوت تک پہنچایا ہے کہ کسی نتیجہ تک پہنچنے کے لئے براہین عقلہ کے بغیر حارہ کا نہیں سے۔

بیہاں تک کہ وہ چیزیں جو تمام ترمومسات پر مبنی سمجھی جاتی  
ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰالٰئِينَ وَالصَّلٰوٰةُ عَلٰى سَيِّدِنَا لَنَبِيِّنَ وَآلِهِ الطَّاهِرِيْنَ.

ذہنیتوں کا اختلاف دنیا میں عجیب عجیب کر شمہ دھلاتا رہا  
ہے، کون مسئلہ ایسا ہے جس میں آراء و افکار ایک نقطے پر جمع ہوئے  
ہوں اور اس میں کوئی اختلاف پیدا نہ ہوا ہو یہاں تک کہ ظاہری  
حوالہ سے جو چیزیں تعلق رکھتی ہیں وہ بھی اس سے مستثنی نہ رہیں۔  
سوفطائیوں نے بدیہیات کے وجود سے بھی انکار کر دیا اور حقائق  
الملکخا، اثاب، کمشنا، رحقة، سمحان

اکثر حسی چیزیں طویل عرصہ تک دریافت ہونے سے محروم رہیں اس لئے کہ وہ ذرائع و آلات موجود نہ تھے جن سے ان کا اور اک کیا جاسکے۔

پانی کے جراشیم اور ہوا میں مخلوط شدہ ذرّات اسی وقت احاطہ محسوسات میں داخل ہوئے جب آلات مکبّرہ (مکراسکوب) نے ایک ایک چیز کو ہزار ہزار گناہ بٹا کر کے دکھانے کا بیڑا اٹھایا اور دور ترین آوازیں اس وقت گوش گذار ہونے کے قابل بن گئیں کہ جب تار بر قی اور بے تار بر قی کے فضائی پیغاموں کی ایجاد نے دنیا کو ایک رشتہ میں منسلک کر دیا۔ اس لئے کہ مناظرانہ نوک جھوک اور الازامی اعتراضات و جوابات کسی مشکل کا صحیح حل نہیں ہو سکتے، وہ وقت حیثیت سے فریق مقابل کی زبان میں گردہ اور لبوں میں قفل ڈال دیں اور اس سے عجز کا اقرار بھی کرالیں لیکن وہ ضمیر کو سرنگوں بنانے کر

استخراج ایک حکم عقل کے تحت میں ہے اور وہ یہ کہ حکمُ الْأَمْثَالِ فِيمَا يَجُوزُ وَمَا لَا يَجُوزُ وَاحِلٌ یعنی ذاتی خصوصیات میں اتحاد کا لازمہ یہ ہے کہ آثار و خواص میں اتحاد ہو اور اس بنا پر جب ایک جگہ دو اور دو کا مجموعہ چار ہو گیا اور مُثُلُّثٌ مُتَسَاوِی السَّاقِيَنْ کے دوزاویہ قائمہ حادہ مفترجہ کے برابر ہو گئے تو معلوم ہوا کہ یہ ہوتا ہی ایسا ہے اور اس کے خلاف ممکن نہیں ہے۔

پھر جب انسانی زندگی میں صرف آنکھ سے دیکھنے یا دوسرا سے ظاہری حواس کے ادراک پر اکتفاء ایک قدم آگے بڑھنے نہیں دے سکتی اور ایسی باتوں کا اقرار ضروری ہی ہوتا ہے جو حواس کے ادراکات سے باہر ہیں تو کسی حقیقت کا صرف اس بنا پر انکار کرنا کہاں تک حق بجانب ہو سلتا ہے کہ وہ آنکھ سے اچھل ہے بے شک اس پر عقلی دلیل کے مطالبہ کرنے کا حق ہے اور یہ مطالبہ ہر وقت قابل سماعت ہو گا۔

مذہب کی بنیاد غیب کے اعتقاد پر

مذہب اگرچہ لغوی اعتبار سے مسلک کا مراد فہمی ہے اور اس بنا پر جس کو لامذہ بیت کہا جاتا ہے وہ بھی مذہب ہے لیکن جس معنی سے کہ لامذہ بیت لامذہ بیت ہے اس کے اعتبار سے مذہب کا سنگ بنیادی ہے کہ انسان مادی شکست و ریخت کے آگے بھی کسی چیز کا قائل ہو۔ وہ غیر محسوس ہستی جس کو آنکھوں نے دیکھا نہیں اور کانوں نے سنا نہیں اور نہ دوسرے ظاہری حاسوں نے اس کا ادراک کیا اسی کا نام فارسی میں خدا عربی میں اللہ اور ہر زبان میں اس کے اعتبار سے ہے اور اسی کا اعتقاد وہ ہے جس پر مذہب کی بنیاد قائم ہے۔

ایک انسان جب مذہب کے دائرہ میں قدم رکھتا ہے تو اسی وقت اس غیبی طاقت کے سامنے سر جھکا دینا پڑتا ہے کہ جس کا مشاہدہ اس نے بیداری میں کیا خواب میں بھی نہیں کیا ہے اور نہ ہو سکنے کی توقع ہے لیکن فطری حیثیت سے اپنی رگ کے اندر اس کے

تک نتیجہ نکلنا محال ہے۔ اور وہ مقدمہ عقلیہ ہمیشہ ظاہری  
احساسات سے خارج ہوتا ہے۔

تھر ما میٹر سے بخار کی تشخیص کرنے والے ڈاکٹر لائل کبھیں کہ  
ہمارا علم مشاہدہ پر مبنی ہے اور ان کا یہ کہنا ظاہری نظر میں صحیح بھی ہو  
اس لئے کہ حقیقتاً وہ اپنی آنکھ سے پارہ کو خاص درجہ پر دیکھ کر حکم  
لگاتے ہیں لیکن گھری نظر سے دیکھنے پر معلوم ہوتا ہے کہ اس تشخیص کا  
سنگ بنیاد وہ تلازم ہے کہ جو مقدار حرارت اور پارہ کی رفتار میں پایا  
جاتا ہے اور یہ تلازم عقلی ہے جس کو ظاہری حواس سے کوئی تعلق نہیں  
۔

اس تلازم کی بنابر پارہ کی رفتار سے جسمانی حرارت کا پتہ لگانا اثر سے موثر کا ثبوت ہم پہنچانا نہیں تو کیا ہے اور اسی کا نام بربان اٹی ہے، لیکن انہی لوگوں کے سامنے جب بربان اٹی کا نام لیا جائے تو وہ اس کو مسخرہ خیز ہنسی میں اڑا دیں گے، یہ الفاظ کی بھول بھلیاں میں پھنس کر معنی سے کفارہ کشی نہیں تو کیا ہے۔

علوم وفنون کی بنیاد مقدمات عقلیہ پر ہے یہاں تک کہ حساب و ہندسہ کے ایسے منضبط علم جو انہیاً درجہ احساس سے قریب ہیں ان میں بھی کلیات و ضوابط اور اکات عقل کے باندہ ہیں۔

دو اور دو کو چار کہنے والا کہنے کو کہہ دے کہ میں نے دو کو دو کے ساتھ جمع کر کے مشاہدہ کیا ہے کہ وہ چار ہوتے ہیں لیکن یقیناً اس کا مشاہدہ دس میں سو دو سو موقع سے زیادہ نہیں ہے اس کی بنا پر آخر اس کو گلی حکم لگانے کا کیوں کر حق حاصل ہوتا ہے کہ ہمیشہ دو کا دو کے ساتھ ضمیمہ چار ہی حاصل کرے گا اور اسی طرح اشکال افیید سیہے سے مسائل ہندسیہ کا استخراج اگرچہ اس کی شکل کی محسوس صورت کا نتیجہ ہے لیکن وہ آزمائش کر جو صرف ایک شکل کو بنا کر ہوئی ہے کسی عمومی کلائیکی تصحیح میں کہاں تک کافی ہو سکتی ہے۔

یقیناً حساب و هندسه دونوں میں جزئیات کو دیکھ کر کلیات کا  
.....  
.....

میں پیش کیا گیا ہے وہ اپنے ساتھ غیبی باتوں کے اعتقاد کا ایک بڑا مبسوط باب سامنے لاتا ہے جس کے تسلیم کرنے سے ایک پابند مذہب کے لئے گریز ممکن نہیں ہے۔

اسلامی کتاب حکم قرآن مجید کے تسلیم کرنے پر انسان کو مجبور ہونا پڑتا ہے کہ وہ ملائکہ کے وجود کا بھی اقرار کرے اور وہ عقول مجردة نہیں تو اجسام طفیلہ نورانیہ ہیں اور نظروں سے غائب ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ مذہب کی بنیاد غیب کے اعتقاد پر ہے یعنی جو کسی غائب چیز پر ایمان کو اپنے ذوق مشاہدہ کے لئے نگ سمجھتا ہو اسے آخری نقطہ سے لے کر اول تک تمام حقائق مذہب کا انکار ضروری اور دنیا کے تغیرات کو ذرات مادہ کے تفعلات کا نتیجہ سمجھنا لازمی ہے۔

لیکن لطف یہ ہے کہ مادیت کو اپنے درد کا مداوای سمجھ کر اختیار کرنا بھی غیب کے اعتقاد سے پورا چھکارا نہیں دیتا، اس لئے کہ ذرات مادیہ یعنی جواہر فروہ کے متعلق ان کے ماننے والے خود مترف ہیں کہ وہ بڑی سے بڑی خورد بین سے بھی دیکھنے کے قابل نہیں ہیں اور نہ اب تک ان کا مشاہدہ ہوسکا ہے۔ اور اسی طرح طبیعت کی طرف لوگانے والوں سے پوچھو کر تم نے کبھی طبیعت کو دیکھا بھی ہے؟ تو جواب فرنگی میں ملے گا۔

دنیا لاکھ چکر لگائے لیکن اسے غیب کے سامنے سرگاؤں ہونا ضروری ہے اور اس سے چھکارانا ممکن ہے۔ قرآن کریم نے صاف غیر مبہم لفظوں میں غیب کے عقیدہ کو اہمیت دی اور ارشاد کیا:

**ذلِّكُ الْكِتَابُ لَا رَيْبٌ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ  
الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقْيِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمَا  
رَأَقْنَهُمْ يُنْفِقُونَ**

” یہ کتاب قرآن مجید بے شبهہ ہے، وہ رہنمای ہے متین کا (متین کون) وہ جو غیب پر ایمان لائے ہیں اور نماز کو قائم کرتے



اعتقاد اور کامل پتھین کو بھی کی طرح دوڑے ہوئے پاتا ہے، وہ اپنی زندگی اور زندگی کے ہر نفس میں اس کے قدرت کی نشانیوں کو مضر پاتا ہے لیکن خود اس کا نشان نہیں ملتا۔ وہ آنکھ بند کر کے بھی اپنی دنیا کو اس کے جلووں سے معمور دیکھتا ہے لیکن آنکھ کھول کر عالم کے چپچپے کوڈھونڈھونڈتا ہے اس کا جلوہ کہیں نظر نہیں آتا وہ غیب ہے اور مکمل غیب، وہ ایسا نہیں کہ اپنی آنکھوں نے نہ دیکھا ہو لیکن دوسرے لوگوں سے اس کے چشم دید معلومات بھم پہنچ ہوں، ایسا بھی نہیں اس لئے کہ اس کے مشاہدہ جمال کی پابندیاں کسی خاص آنکھ سے مخصوص نہیں بلکہ اس کا پردہ غیبت اتنا ہمہ گیر ہے کہ جس سے کوئی مستثنی نہیں ہے۔

اس کی غیبت کسی محدود وقت صدی دو صدی ہزار دو ہزار سال کی مدت سے مقید بھی نہیں ہے کہ جس کے قبل اس کے مشاہدہ کرنے والوں کے بیانات نے اس کے وجود کا پتہ دیا ہو بلکہ وہ ایسی غیبت ہے جو زمانہ کے ابتداء و انتہاء کے حدود سے بالاتر ہے۔

عقیدہ الوہیت کی منزل کو طے کرنے کے بعد اس کی آنکھوں کے سامنے شرائع و نبوت کا مرحلہ آجاتا ہے اور اس میں مختلف راستوں کو دیکھ کر اس کے لئے ناگزیر ہے کہ وہ کسی نہ کسی راستہ کا سالک ہو جائے۔

انبیاء و مرسیین کا وجود اپنے اپنے زمانہ میں اگرچہ تعینات کا پابند اور حواس ظاہریہ سے محسوس ہے لیکن آنے والی نسلوں کے لئے وہ بھی غیب کی نوعیت رکھتا ہے اور اس کا اعتقاد صرف مشاہدہ پر مبنی نہیں ہے۔

اس کے بعد انبیاء کے تعلیمات اور تبلیغی بدایات اس کے سامنے ایک وسیع میدان غیبی اعتقادات کا پیش کر دیتے ہیں، حشر نشر جنت دوزخ حساب کتاب غرض یوم معاد کا عقیدہ جو اگرچہ کسی نہ کسی نوعیت کے ساتھ ہر مذہب میں پایا جاتا ہے لیکن مکمل طور پر اسلام

• امام زمانہ نمبر

اندرونی فضائے اور بس۔ باوجود یہ کفوت عاقلہ جو نوع بشر کے لئے طرہ امتیاز ہے اور جس کا کام نظر میں وسعت پیدا کر کے غیر محسوس اشیاء پر حکم لگانا اور جزئیات سے کلی صور کا جو اپنی کلیت کے ساتھ غیر محسوس ہیں استخراج کرنا ہے وہ اس نگ خیالی کی دشمن اور کوتاہ نظری کے لئے حریف مقابل ہے لیکن افراد بشر کے اوپر وہم کی کار پردازی اکثر عقل کی بلند نظری سے زیادہ غالب آ جاتی ہے اور محسوسات کے ساتھ کامل انس و محبت اس کو غیر محسوس حقائق کے باور کرنے سے روک دیتا ہے اور اس طرح حقائق غیب کے انکار کا دروازہ کھلتا ہے۔

فلسفہ مذاہب اور تاریخ ادیان کا مطالعہ اس کا اندازہ کرتا ہے کہ دنیا ہمیشہ طرح طرح سے غیب کی باتوں کا انکار کرتی رہی، اس کی طبیعت پر غیب کا اعتقاد اتنا گراں محسوس ہوتا ہے کہ وہ کسی غیبی اعتقاد کے نقطہ پر بغیر ٹھکنے ہوئے آگے نہیں بڑھتی۔

پہلی منزل پر رکنے کے بعد اگر قدم آگے بڑھ گیا تو ممکن ہے دوسری منزل قدم کو روک دے اور دوسری کے آگے تیسرا منزل سنگ را ثابت ہو اور اگر عقل نے باوری کر کے لفظی حیثیت سے غیب کا اقرار کر دیا تو معنی کے اعتبار سے غیب کو شہود بنانے کی کوشش ضروری سمجھی گئی۔

سب سے پہلے اولین نقطہ حقیقت یعنی غیب الغیوب حضرت احادیث کے وجود میں اختلاف پیدا ہوا، بہت سے لوگوں نے اس عالم کے لئے کسی خدا کے وجود ہی کو ضروری نہ سمجھا اور وہ چند فریق پر منقسم ہو گئے۔

ایک وہ کہ جو اس عالم کو ذرات مادہ جو اہل فردہ کے تفعلات کا نتیجہ قرار دیتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ وہ ذرات جن سے فضائے عالم مملو ہے ذاتی طور پر تحرک ہیں اور ان ہی کے ذاتی حرکات سے جو تصادم پیدا ہوتا ہے اس سے تمام حادث ہونے والے اشیاء کی



اور ہمارے دیئے ہوئے اموال سے زکوٰۃ دیتے ہیں۔“

اس طرح ایمان کا رکن اعظم غیب کا اعتقاد قرار پایا اور وہی تمام اصول عقائد کا سانگ بنیاد اور اصل و اساس ہے۔ اور اس بنا پر ایک صاحب مذہب اور ثابت العقیدہ مسلمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی حقیقت کا اس بنا پر انکار کرے کہ وہ آنکھوں سے غائب ہے۔

جبکہ وہ کارساز عالم کے وجود کا اقرار کر چکا اور وہ غائب ہے انبیاء کی صداقت کو تسلیم کر چکا اور وہ اس کی آنکھوں کے سامنے نہیں روز خشرا اور اس کے خصوصیات نیز جنت و دوزخ کا اقرار کر چکا حالانکہ وہ سب غائب ہیں۔ ملائکہ پر ایمان لا چکا اور وہ اس کی آنکھوں سے غائب ہیں۔ غرض قرآن مجید اور تعلیمات رسول کریمؐ کے تحت میں نامعلوم کتنی باتوں پر اسے ایمان لانا پڑا جو اس کے مشاہدہ سے بلند ہیں۔

اتی غیبی باتوں پر ایمان لانے کے بعد بھی کیا اس کا موقع ہے کہ وہ کسی عقیدہ سے اس لئے روگردانی کرے کہ وہ مشاہدہ سے خارج اور غیب پر مبنی ہے۔

#### غیب پر اعتقاد کا معیار

اس میں شبہ نہیں کہ اُن دیکھی باتوں کے سلسلہ میں تو ہم پرستیوں کی کارفرمائی اکثر ایسے خیالات کا پابند بنادیتی ہے جو بالکل بے بنیاد ہیں اور کسی صحیح مستند پر مبنی نہیں ہیں۔ جاہلی عربوں کے خرافات اور قدیم ہندوستانیوں کے وہی اعتقادات اور چینیوں کے بے بنیاد توهہات میں اس قسم کا کافی ذخیرہ موجود ہے۔

تاریکی میں آنکھ کھونے والا عالم کو سیاہی کا موجز نہ دیا اور اپنے ہی اپنے کو اس کا شناور اور کال کوٹھری میں زندگی گزارنے والا دنیا کو کال کوٹھری کی چار دیواری کا نام خیال کرے۔

اس کے معنی یہ ہوں گے کہ گولر کے کیڑوں کی دنیا وہی گولر کی

تخلیق ہوئی ہے۔

دوسرا وہ جنہوں نے طبیعت کے دامن میں پناہ لی اور بے حس ولا شعور طبیعت کو اپنے درد کا درماں سمجھ کر بخیال خود غیب کے اعتقاد سے چھکارا حاصل کیا۔

تیسرا وہ جنہوں نے حادث کو اتفاقی اسباب کے حصول کا نتیجہ قرار دے کر ان کے لئے کسی خاص علت اعلل کے وجود سے انکار کیا۔

بہت سے لوگ ایسے تھے کہ انھیں اس عالم کے لئے ایک خالق کا اقرار تھا لیکن عبادت کے لئے وہ اس کے محسوس مظاہر کے جو یا نظر آنے لگے۔ کبھی ستاروں کی تابندگی نے ان کے دلوں کو لبھایا اور وہ ستارہ پرستی کی طرف متوجہ ہوئے کبھی آفتاب کی عظمت نے ان کے وجدان کو مسخر کیا اور وہ آفتاب کے سامنے سرگوں ہوئے۔ کبھی آگ کی شعلہ وری ان کی فربینگی کا باعث ہوئی اور وہ اس کے لئے سرزبود نظر آئے۔ ان میں سب سے زیادہ پست فطرت وہ تھے جن کو عبادت کے لئے اپنے ہاتھ کے ترشے ہوئے بت اچھے معلوم ہوئے اور انھیں اپنی نجات کا ذریعہ خیال کر لیا۔

وسعت فکر نے ترقی کی اور خداۓ برحق کے وجود کا اقرار ہوا لیکن مشاہدہ پرستی کے جذبہ نے ساتھ نہ چھوڑا اور اس جذبہ نے مختلف صورتیں اختیار کیں۔ خدا کے لئے مخلوق کے سے صفات، مخلوق کا ساجسم، مخلوق کے سے اعضاء جوارج تجویز کئے اور اسے اچھا خاصہ آدمی بنائ کر تخت سلطنت (عرش) پر متمکن بنادیا۔ خدا کے لئے ظاہری جسموں میں حلول کو جائز سمجھ کر عالم مادی میں اس کی آمد و رفت کا دروازہ کھولا۔

خدا کو اپنی لاہوتیت سمیت ابن آدم (انسان) کے ساتھ متعدد بنائ کر اس کو سوی پر چڑھایا جس سے وہ فریاد کرتا ہوا دنیا سے سدھارا۔

خدا کو ایک غیر محدود سمندر کے مثل قرار دے کر کائنات عالم کو اس سے پیدا شدہ موجودوں، برف کی چٹانوں، اٹھے ہوئے پھین کے مثل بتا کر ”ہمہ اوست“ کے عقیدہ کی بنیاد ڈالی اور اس طرح جو کچھ نظر آتا ہے اس سب کے خدا ہی خدا ہونے کا خیال قائم کیا۔ خدا کو باوجود جسمانیات سے منزہ ہونے کے ظاہری اقرار کے قابل رویت قرار دیا اور خوش عقیدہ اشخاص کے چودھویں رات کے چاند کی طرح اس کے مشاہدہ کی امیدیں باندھ دیں۔

یہ سب نتیجہ ہے اس کا کہ طبیعت غیب کے اعتقاد پر جتنی نہیں اگر عقل نے کافی طاقت کے ساتھ مغلوب کر کے فنی مطلق اور بالکل یہ انکار سے ہٹا کر اقرار پر مجبور کیا تو اس غیب کے عقیدہ میں محسوسات پر قیاس کی آمیزش اتنی ہو گئی کہ غیب اپنی اصلی صورت پر باقی نہ رہا اور ایک نئی چیز ہو گئی جو خالق نہیں بلکہ خود ان لوگوں کے وہم اور خیال کی مخلوق ہے۔

یہی غیب کے اعتقاد سے اجنبیت تھی جس نے قوم موئی سے: ”یا مُؤْسِیٰ لَنْ تُؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَ اللَّهَ جَهَرَةً۔“ ”اے موئی ہم تم پر ہر گز ایمان نہ لائیں گے جب تک خدا کو ظاہر بظاہر نہ دیکھ لیں۔“ کی آواز بلند کرائی اور نتیجہ میں صاعقة عذاب سے جل کر خاکستر ہونا پڑا۔

اسی انکار غیب کے تحت میں حشر و نشر اور معاد و احیائے ثانیہ کے عقیدہ پر خط نہ چلا اور اس کا صراحةً یا اشارۃ انکار کیا گیا۔ کبھی انسان کی جزا اور سزا کو تناخ کی بنیاد پر مختلف قالبوں کے تغیر و تبدل میں مضمراً قرار دیا گیا اور اس کے آگے کسی روز جراء کی ضرورت نہ سمجھی اور کبھی ثواب و عقاب کو رووح کے آلاش بدن سے مجرد ہونے کے بعد ادراکات کے کامل ہونے سے اطاعت پر ابہاج اور معصیت سے تالم کا نام قرار دیا گیا اور اس کے آگے کسی جنت و دوزخ کا وجود ضروری نہ سمجھا گیا۔



دو برس کا عرصہ ہوا کہ مصر کے رسالہ ”سیاست“ جلد ۲ شمارہ نمبر ۹۶ میں ایک مضمون ”زکی نجیب محمود“ کے نام سے ”مہدی منتظر، ان کی نشوونما اور اطوار“ کے عنوان سے عربی میں شائع ہوا تھا جس میں مختلف توبہات کی بناء پر حضرت جنت عجل اللہ فرجہ کے وجود پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی گئی تھی جس کا جواب اسی زمانہ میں شام کے معزز مجلہ علمیہ ”العرفان“ میں شائع کر دیا گیا تھا، اس مقام پر اس مضمون کے بعض اقتباسات کا نقل کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

مضمون نگارنے لکھا ہے: ”انسانی دور زندگی میں اکثر ایسی صورتیں پیش آ جایا کرتی ہیں کہ جماعت بندی اور افتراق و اختلاف کا غلبہ ہوتا ہے، اس وقت اکثر سادہ لوح حلقوں میں اس خیال کا ظاہر کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے کہ عنقریب آسمان سے ایک شخص اترے گا جو عالم کے نظام قانون کو مستحکم بنا کر بنی نوع بشر میں عدل و امان کا دور دورہ کر دے، یہ سیدھی سادھی عقلیں جب کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو الٰہی قوت کی طرف لو گاتی ہیں اور یہ خیال کسی ایک طبقہ سے مخصوص نہیں بلکہ یہود، مسیحی، مسلمان فرقوں میں برابر سے پایا جاتا ہے؟ یہ خیال بہت طویل زمانہ سے مسلمانوں کی عقول کو بازیچہ اطفال بنائے ہوئے ہے یہاں تک کہ آج بھی اکثر اشخاص کی عقل پر پورا غلبہ رکھتا ہے۔“

یہ عبارت وہ ہے جس کو مضمون نگارنے اپنے آئندہ خیالات کی تمہید قرار دیا ہے، دور جدید میں دہریت و مادیت کے غلبے نے جن توبہات کا ایجاد کیا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بنی نوع انسان کو عالم کوں و فساد کے طبعی تغیرات نے جب مرعوب بنا دیا تو دل کے بھلانے کے لئے عالم طبیعت سے مافق ایک خدا کا مانا ضروری سمجھا گیا جس کی طرف شدائد اور سختیوں میں رجوع کر کے اس سے نجات کی خواہش کی جائے اور سوائے دل کی ڈھارس کے

••••• ⑨ •••••

اور کبھی قیامت اور اس کے آثار کو تمام تر دنیا ہی کے تغیرات اور پیدا شدہ عظیم انقلابات کا نام بتلا یا گیا۔ عقیدہ غیب کے انکار نے اتنی ترقی کی کہ خود اپنے وجود کا انکار ہوا یعنی جسم کے اندر کسی روح مجرہ اور نفس ناطقہ کوئی شے نہ سمجھا گیا اور انسانی زندگی کو صرف اخلاق و اجزاء بدن کے فعل و افعال اور پیدا شدہ مزاج کا نتیجہ قرار دے لیا گیا۔ اگرچہ مسمریزم اور تفسیر ارواح کے مظاہرات نے یورپ کے اندر تزلزل پیدا کر دیا ہے اور بہت سے افراد اور روح کے وجود پر ایمان لے آئے ہیں لیکن اب بھی یورپ کی اکثریت انسان کے لئے مادی قوی و جوارح کے علاوہ کسی روح کے تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہے۔

### اول کا آخر سے تطابق

امام غائب کے وجود کا انکار

جب انکار غیب کے اتنے نمونے سامنے آچکے تو کوئی تعجب باقی نہیں رہتا کہ امام غائب کے وجود میں عقول و اہام نے لغزش کی اور حضرت کی غیبت کا انکار کیا۔

بالکل اسی طرح جیسے مبدأ اول کا انکار مختلف صورتیں اختیار کرتا رہا اور اس نے رنگ رنگ کے لباس پہنے ویسے ہی امام غائب کے انکار کا عقیدہ جدا گانہ شکلیں اختیار کرتا رہا۔

بعض لوگوں نے کسی مہدی موعود کے انتظار کو تسلیم ہی نہیں کیا اور بعض نے اس کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے شخص معین ہونے سے انکار کیا بلکہ وہ اسے نوعی حیثیت سے ایک مصلح کے معنی میں سمجھے اور بعض نے اس کو شخص معین تسلیم کرنے کے بعد اس کے پرہ غیبت میں موجودگی پر خط انکار کھینچا اور اس کو کسی آئندہ موقع پر موجود ہونے والا بتلا یا اور بعض نے ایک ظاہر شدہ شخص کو مہدی موعود قرار دے کر اسی کے سامنے سر تسلیم ختم کر دیا۔

••••• امام زمانہ نمبر

پہنچا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ تمام اطراف ملک میں بغاوت پھیل گئی اور اضطراب پیدا ہو گیا، ایسی صورت میں فطری اقتضا اس کا تھا کہ لوگوں کو خدا کی طرف توجہ پیدا ہو اور تھوڑے زمانے کے بعد یہ اعتقاد قائم ہو گیا کہ اس خلفشار کے دور کرنے کے لئے ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جس کو خداوند عالم نے اپنی طرف سے مبعوث کیا ہوا اور وہ امت کی ہدایت کے کام کو انجام دے۔ مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہے کہ مہدی ایک مدت کی غیبت کے بعد ظاہر ہوں گے یعنی ان کی وفات نہیں ہوئی ہے اور عبد اللہ بن سبأ ایک شخص جو کہ عثمان کے زمانہ خلافت میں مسلمان ہوا تھا وہ اٹھا اور اس نے کہا امام ثانی عشر شیعوں کے ائمہ میں سے محمد بن الحسن اعسکری علیہما السلام ہیں، وہ اپنے گھر میں جو شہر حلب کے اندر تھا سردار میں داخل ہوئے اور اس میں غائب ہو گئے اور عنقریب آخر زمانہ میں ظاہر ہو کر زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے اور شیعوں کی ایک کثیر جماعت نے اس شخص (عبد اللہ بن سبأ) کے خیال کا اعتقاد کر لیا اور یہ لوگ اب تک مہدی موعود کا انتظار کرتے ہیں اور اسی لئے ان کو منتظر کہتے ہیں اور یہ لوگ ہر شب اس سردار کے دروازہ پر جہاں ان کے خیال میں امام کی غیبت ہوئی ہے کھڑے ہوتے ہیں اور آپ کا نام لے کر آواز دیتے ہیں اور جب رات تاریک ہوتی ہے تو اپنے اپنے گھر واپس ہوتے ہیں اور پھر دوسری رات کو اسی طرح جمع ہوتے ہیں۔“

ہم نے اس پوری طویل عبارت کو صرف اس لئے نقل کر دیا کہ ناظرین کو اندازہ ہو کہ اس وقت شیعہ فرقہ کے متعلق دنیا میں کس قسم کے بے سر و پا خیالات کی اشاعت کی جاتی ہے، نیز اس عبارت میں جس صداقت و امانت اور واقفیت سے کام لیا گیا ہے اس پر عالم مطبوعات کو انتخارات کا موقع حاصل ہو سکے۔

کیا کہنا اس تاریخی اجتہاد کا؟ مضمون نگار کا خیال ہے کہ عبد اللہ بن سبأ جو عثمان کے زمانہ خلافت میں مسلمان ہوا تھا اور جس

لئے ایک سہارا پیدا کرنے کے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔  
اگر دیکھا جائے تو مضمون نگار کی مذکورہ بالا عبارت بھی اسی خیال کی ترجمانی کر رہی ہے اور درحقیقت یہ بھی انہی آوازوں کی صدائے بازگشت اور اسی تصویر کا نقش ثانی ہے۔  
یہ ارباب دیانت جن کے عقائد کو مضمون نگار نے پیش کیا ہے خدا تعالیٰ قانون کے پابند اور ایک شریعت کے پیرو ہیں انہوں نے اپنے روحانی رہنمایان ملت کے واسطے سے ربیانی بشارات و ارشادات کی بنی اسرائیل کو قائم کیا ہے۔  
کیا ان کے خیال کا مصلحہ اڑانا اصل مرکز حقائق مبدأ فیوض خدائے واحد کے وجود میں شک کا نتیجہ ہے یا انبیاء کی صداقت یا ان کی بشارات کے ان کی زبان سے صادر ہونے کے انکار کا ثمرہ ہے۔

اگر مبدأ اول کے وجود میں حرج و قدح منظور ہے تو صاف طور سے اس کی تصریح ہو جانا چاہئے تاکہ ادولہ کی صفت بندی مناسب طریقہ سے انجام پذیر ہوا اور کلام اپنے واقعی اصول و مبانی پر پیش کیا جائے اور یہی صورت صداقت انبیاء کے انکار کی بھی ہے۔  
رہ گیا ان مستند انبیاء کی زبان سے ان بشارات و اخبار کا صادر ہونا اس کے اثبات کے لئے ہر مذہب اپنے معتبر ترین انسانید سے بہت کچھ پیش کر سکتا ہے۔ اور ایک مسلمان کا فرض صرف اتنا ہے کہ وہ اپنے نبی آخر الزمائیں کی زبان سے مستند طرق کے ساتھ حضرت مہدی عجل اللہ فرجہ کے ظہور کی خبر کو ثابت کر دکھائیں اس لئے کہ اسلام کے دونوں فریق شیعہ و سنی کی کتابیں ان احادیث سے مملو ہیں۔

مضمون نگار قم طراز ہے کہ ”ابتداء اس اعتقاد (اعتقاد مہدی موعود) کی حسین بن علی کی شہادت سے ہوئی جو علیہم السلام کر بلائے معلیٰ کی زمین پر قتل کئے گئے اور ان کے قتل سے اسلام کو سخت صدمہ امام زمانہ نمبر

خداوند عالم سے ظہور حضرت جنت کی دعا کرتے ہیں۔

سابق زمانہ کے مصنفین اگر ناواقفیت کے باعث اس قسم کے امور سے اپنی کتابوں کے صفات کو سیاہ کریں تو قابل تجویز نہیں لیکن موجودہ زمانہ میں جو روشنی کا دور کہا جاتا ہے اس قسم کے افتاء پردازی کی نمائش بہت زیادہ قابل فسوس ہے۔ اگر کسی کو اسلامی عقائد یا حضرت امام مہدیؑ کی غیبت کے مسئلہ میں علمی حیثیت سے اعتراض ہو تو اس کو اکٹھاف حقیقت کے لئے سامنے آنا چاہئے ہمارے پاس ادلہ عقلیہ و تقلییہ کی کمی نہیں لیکن افتاء و بہتان کے مظاہرہ کی کیا ضرورت ہے۔

مضمون نگارنے امام مہدیؑ کے متعلق شیعوں کے عقائد پر اظہار خیال کرتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ ”اس اعتقداد کا امت اسلامیہ میں ایک بہت بر انتیجہ جو ظاہر ہوا وہ یہ کہ اکثر دجال سیرت اور دغاباز اشخاص کو اس کا موقع مل گیا کہ وہ مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کریں۔“

مضمون نگار کو ذرا سمجھ کر اعتراض کرنا چاہئے۔ یہ نتیجہ جس کا حوالہ دیا گیا ہے خداوند عالم کے اعتقداد میں بھی پیدا ہوا ہے اس لئے کہ بہت سے انسانوں نے اپنے متعلق الوہیت کا دعویٰ کیا یا دوسرے لوگوں نے ان کے متعلق الوہیت کا اعتقداد کر لیا اور ایسا ہی نتیجہ نبوت و رسالت کے اعتقداد میں بھی پیش آیا کیونکہ ابتدائے اسلام کے بعد مسلمانہ و مساجد وغیرہ نے دعوائے نبوت کیا اور انصاری کے کتب عہدین میں بھی بہت سے جھوٹے مدعیان نبوت کا اشارہ موجود ہے لیکن اس قسم کے نتائج درحقیقت گمراہی اور دجال سیرتی کے نتائج ہیں اس میں واقعات و حقائق کا کوئی قصور نہیں ہے۔

امام کی ضرورت، مسئلہ امامت کی مختصر تحقیق

وجود امام کے فوائد اور غیبت امام کے اسباب و اسرار  
نبی کی ضرورت؟ یہی کہ نوع بشر اپنے اجتماعی و انفرادی نظام

••••• ۱۱ •••••

کو علیؑ بن ابی طالبؓ نے اپنے زمانہ میں یعنی ۷۳ھ سے پہلے کفر و غلو اور حضرت کے بارے میں الوہیت کے اعتقداد کی وجہ سے قتل کیا وہ ۲۶۰ھ کے بعد اٹھا اور اس نے یہ اعتقداد شائع کیا کہ مہدی امام حسن عسکریؑ کے فرزند ہیں، کیا ایسی تحریروں پر تاریخ اور علم بلکہ شرف انسانیت آٹھ آٹھ آنسونہ روتے ہوں گے، اس کے علاوہ کون شخص نہیں جانتا کہ ہمارے ائمہ معصومینؑ میں سے کسی بزرگ کا قیام کبھی حلہ میں نہیں رہا اور نہ وہاں ان حضرات میں سے کسی کا گھر ہے نہ سردار بلکہ حلہ اس زمانہ تک موجود بھی نہ تھا، امام علیؑ اور امام حسن عسکریؑ کا قیام عباسی بادشاہ کی جانب سے حکم نظر بندی کی وجہ سے سامرہ میں رہا اور وہیں ۲۵۶ھ میں امام مہدیؑ کی ولادت ہوئی اور حضرت کے متعلق آخر میں جو واقعات پیش آئے ان میں سے یہ تھا کہ عباسی بادشاہ امام حسن عسکریؑ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے مہدی موعود کی جتجوں میں مصروف ہوا اور اسی دوران میں ملازمین سلطانی نے اس سردار کے اندر بھی ہجوم کیا جہاں حضرت کا قیام تھا لیکن خداوند عالم نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت کوان کی آنکھوں سے مخفی رکھا اور اس کرامت باہرہ کی وجہ سے شیعوں کی نظر میں اس سردار کو اہمیت حاصل ہو گئی، شیعوں کا اعتقداد ہے کہ امام مہدی عجل اللہ فرجہ روانے زمین پر موجود ہیں لیکن حکم خدا سے لوگوں کی نظریں آپ کے مشاہدہ مجال سے قاصر ہیں اور حضرت غائب رہیں گے یہاں تک کہ خدا آپ کو ظہور کا حکم دے گا اس بنا پر شیعہ افراد جب امام علیؑ ایام حسن عسکریؑ علیہما السلام کے قبور مطہرہ کی زیارت کو سامرہ جاتے ہیں تو مذکورہ بالا کرامت کی یادگار میں تین میں و بتیرک کے طور پر سردار کی زیارت بھی کرتے ہیں۔ جس میں رات دن کی کوئی خصوصیت نہیں، وہاں نماز پڑھتے اور جس طرح تمام مقامات مقدسہ اور خصوصیت بتیرک ایام میں جناب باری عزّ اسمہ سے دعا نہیں کرتے ہیں اسی عادت کی بناء پر اس سردار میں بھی

••••• امام زمانہ نمبر •••••

نبی کا مبعوث ہو کر اس کی شریعت کے نقش کو از سر نوتازہ کر دیتا اور دوسری شریعت کے ذریعہ سے نوع بشری ہدایت کا احیائے ثانیہ ہو جانا، میں سنت الہیہ سابق زمانہ کی امتوں میں برابر قائم تھی:  
 فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةَ اللَّهِ تَبَيِّنًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةَ اللَّهِ تَحْوِيلًا۔

لیکن وہ نبوت حوصلہ انبویاء کے لئے مہراختمام اور جس کی خاتمیت کا اعلان: وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ اور لَا يَنْبَغِي بَعْدِي کے صاف و صریح ترین لفظوں میں ہو چکا ہو، جس کی انتہا انتہائے دور فلک کی ہمیعنی اور جس کا امتداد امتداد دنیا کا ہم نفس ہو یعنی اس نبی کی نبوت جس کے بعد کوئی نبی اور جس رسول کے بعد کوئی رسول آنے والا نہ ہو اس نبی و رسول کے انتقال پر اس کی شریعت کے لئے حافظ کی ضرورت ہے جو اس شریعت کی غمگھداری کرے اور اس کو تغیر و تبدیل سے بچا سکے۔ اسی کا نام امام ہے اور وہی جانشین رسول اور خلیفہ بالحق کہے جانے کا مستحق ہے۔

اگرچہ امام کی لفظ اپنے مفہوم کے اعتبار سے وسیع ہے امام کے لغوی معنی پیشوں کے ہیں اور اسی حیثیت سے جماعت میں نماز گزاروں کے مقام کو امام کہا جاتا ہے لیکن جناب اقدس الہی کی قرارداد کے مطابق امامت ایک خاص منصب اور مرتبہ کا نام ہے جس کو وہ صرف اپنے انتخاب سے قابلیت واستعداد کا لاحاظہ رکھتے ہوئے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

کسی منصب و عہدہ کی حقیقت و ماهیت کا سمجھنا ناممکن ہے اس لئے کہ اس کی اصلیت قرارداد و اعتبار کی پابند ہے اور اس کے آگے کوئی مانہیت نہیں ہوتی۔ بیشک باعتبار لوازم و آثار کے اس کا سمجھنا ممکن ہوتا ہے۔

امام<sup>[۱]</sup> درحقیقت خدا کی طرف سے پیشوائے خلق اور مطاع مطلق بنائ کھڑا کیا جاتا ہے، وہ حضرت اقدس تعالیٰ عزّ و جلّ کی

زندگی میں ایک قانون کی محتاج ہے وہ قانون اگر کسی غیر معصوم خطا کار انسان کے ہاتھوں پہنچایا جائے تو خود اس کی جانب سے اس میں کرتہ بیونت کا نٹ پچانٹ کا اندیشہ ہے اور اصلاح کے بد لے فساد کا احتمال ہے۔ اس صورت میں دوسروں کو بھی ایسے شخص پر اعتماد کر لینے کی وجہ نہیں اور نہ سرتلیم خم کر دینے کا کوئی باعث ہے۔

اگر اکثریت کا فیصلہ پورے طور پر حق و صداقت کا ذمہ دار ہوتا تو قانون شریعت کو اکثریت کے آراء پر چھوڑ دیا جاتا اور کسی خاص تشریع و قرارداد اور تبلیغ و تلقین کی ضرورت نہ پڑتی لیکن افسوس ہے کہ خطا کاروں کی اکثریت خطا سے بلند نہیں ہے اور اس لئے ضرورت ہوئی کہ وہ شخص جو قانون زندگی کا مبلغ ہو خدا کی طرف سے مقرر اور واضح نشانیوں کے ساتھ مبعوث ہو جو اس کے حقانیت کی دلیل ہو سکیں۔

پھر افراد نواع کی تلوں مزاجی اور خواہش پرستی اس امر کی بھی ذمہ دار نہیں ہے کہ ایک مرتبہ صحیح تعلیمات حاصل کرنے کے بعد وہ پورے ثبات و استقامت کے ساتھ ان کو باقی رکھیں ورنہ کسی ایک نبی کے مبعوث ہونے کے بعد پھر دنیا کو کسی نبی کی ضرورت نہ تھی اور اس صورت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبویاء کے مبعوث ہونے کی کیا ضرورت تھی؟

قانون قدرت بدل نہیں سکتا، نظام طبیعت پلٹنے کا نہیں، اُمم سابقہ کی تاریخ کا مطالعہ کرو، اقوام عالم کے طبائع و اخلاق کے انقلاب پر نظر ڈالو۔ ہر ہزار ماہ میں تجدید شریعت و ارسال رسول کے فلسفہ میں تعمق کرو، کس طرح ایک نبی کے ہدایات اس کے قوم میں تقویم پاریسیہ سمجھے جانے لگتے اور ایک دوسرے نبی کی بعثت سے تجدید شریعت کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔

یہ ان انبویاء کا تذکرہ ہے جن کی شریعتیں مقید اور جن کی نبوت محدود زمانہ کے ساتھ محدود تھی۔ آسان تھا ایک نبی کے بعد دوسرے

اور آپس کے تعلقات، موجودہ منافع اور آئندہ کے توقعات، جھوٹے موعید کا فریب اور بے حقیقت طفل تسلیاں، ذاتی نفوذ و اقتدار اور حکام کی بارگاہ میں بے حقیقت اثر و سوخ، ظاہری تزک و احتشام اور ملعم کار و جاہت و اعزاز یہ چیزیں وہ ہیں جو اقیمت کو اکثریت میں تبدیل کر دینے کے کامیاب ترین ذرائع ہیں اور اکثریتوں کی تشکیل اکثر و بیشتر انہی بنیادوں پر ہوتی ہے پھر اگر امام بھی ایسا ہوا جو خود جائز الخطا ہے اور جس سے غلط کاری اور تبلیس و تدليس کا احتمال ہے تو حفظ شریعت کے بجائے خود اسی کے ہاتھوں شریعت اسلامیہ خطرہ میں اور احکام مذہب معرض زوال میں ہوں گے اور جو مقصد حافظ شریعت کا تھا وہ نیست و نابود ہو گا۔

ایسا ہی منظور ہوتا تو خداۓ تعالیٰ کے لئے نبی کا تقریر اپنے ہاتھ میں رکھنے کی ضرورت نہ ہوتی، اور جب کہ نبی کی تعین مذکورہ سابق وجود کی بنا پر جناب باری عز اسمہ کی طرف سے ضروری ہوتی تو یہی ضرورت بالکل اس امر کی بھی ہے کہ امام کا تقریر خط کار انسانوں کے ہاتھوں میں نہ ہو۔

اسی بنا پر فرقہ شیعہ کا اعتقاد ہے کہ نصب امام اور ایسے شخص کا تقریر جو اپنے علمی کمالات اور ظاہری و باطنی صلاح اور ناقابل زوال مقدس اوصاف کی جہت سے امامت عظمی کے لائق ہو صرف خداوند عالم عز اسمہ کی جانب سے ہو سکتا ہے اور وہ یقیناً ایک ربانی پیغام کے ذریعہ سے ہونا چاہئے جو رسول کی زبانی امت تک پہنچا ہو۔

اس کے ثبوت میں قرآن کی یہ آیت کافی ہے۔ ابراہیم خلیل سے خداوند عالم کا ارشاد: ”إِنَّ جَاءَكُلَّكَ لِلنَّاسِ إِمَاماً، إِنَّ كَيْ عَرَضَ دَاشَتْ وَمَنْ دُرِّيَّتْ“، جناب باری کا جواب لا یَنْأَى عَهْدِي الظَّالِمِينَ صاف طور سے بتلاتا ہی کہ امامت دینیہ او رروحانی ریاست خدا کا عہد اور اس کا مقرر کردہ منصب ہے اور وہ کبھی ظالمین تک نہیں پہنچ سکتا بلکہ مذہبی صلاح اور مصالح بشر کا لحاظ

طرف سے ایک نمونہ بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا جاتا ہے کہ لوگ اس کے قدم بقدم چلیں اس کی بات کو سن کر عمل کریں، اس کے ہر طرز عمل کی موافقت کریں اور اس کی اطاعت کو اپنا نصب العین سمجھیں۔ جو شخص نبی یا رسول ہو اس کے لئے امام ہونا ضروری نہیں اور جو امام خلق قرار دیا جائے اس کے لئے نبی یا رسول ہونے کی شرط نہیں ہے، ہاں یہ ممکن ہے کہ باری تعالیٰ کسی کامل ترین ہستی میں نبوت رسالت امامت سب کو جمع کر دے۔

امام اگر خود نبی و رسول ہو تو مستقل طور پر نبی ہونے کی حیثیت سے تبلیغ احکام شریعت کرے گا لیکن اگر امامت کا منصب کسی ایسی ہستی کو حاصل ہے جو اس سے افضل رسول و نبی و امام کی موجودگی میں اس کے زیر حکم اور تابع فرمان قرار دی گئی ہو تو اس پیغمبر کی وفات کے بعد اس ہستی کا پیشوائے خلق ہونا ضروری ہے اور خلافت و نیابت کے لباس میں یہ امامت ظاہر ہو گی اور امامت کی اس مخصوص قسم کو خلافت و جانشینی اور وصایت کے الفاظ سے یاد کرنا صحیح ہے اور یہی وہ ہے کہ جس کو نبوت کی فرع کہا جاتا ہے۔

امام اور بالغاط دیگر حافظ شریعت کا تقریر اگر باہمی پنجائت اور انتخاب خود اختیاری و کثرت آراء کی بنا پر ہو تو اس حافظ و نگہبان کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ خود شریعت کے بارے میں اکثریت جس طریقہ پر جائے گی وہی حق سمجھا جائے اگرچہ وہ شریعت کی تبدیل و تحریف اور اس کی تراش و خراش ہی کیوں نہ ہو۔ اور اگر نظام شریعت پر عمل درآمد کے بارے میں اکثریت غلطی کا احتمال ہے تو حافظ شریعت کے انتخاب میں بھی اس غلطی کا امکان بہت زیادہ ہے۔

ملکی و ملی عہدوں کے انتخابات اور ان کے نتائج ہمارے سامنے ہیں اور ہر شخص ان سے واقف ہے۔

بے جارعایت، جانبداری، بے انصافی، تقاضائے مروت

کے مداخلہ اور آزادی رائے کے نام سے کمزور افراد کے اختیارات سلب کرنے اور جر و قہر سے ان کے زبان بند کرنے کا امکان نہ ہو اس سے بڑھ کر ہونیں سکتی۔

انسان نقائص کا مجموعہ اور کمزوریوں کا مجسمہ ہے بڑے ذمہ دار افراد ان کمزوریوں سے بلند نہیں ہیں جو انسانی جذبات کے تحت میں عام طور پر پائی جاتی ہیں، حکومتوں کے نظم و نسق میں جو تمام تر آئین پر بنی ہوتا ہے انتہائی درجہ تک بے آئینی صرف کی جاتی ہے لیکن اس بے آئینی کو کھنچ تان کر آئینی ہی کے سر منڈھا جاتا ہے۔

پھر اگر امامت و خلافت بھی ایسی ہی خود ساختہ کا رروائی کا نتیجہ ہے تو اس کے لئے ایک شخص کا امام و خلیفہ نام رکھ کر اس کے افعال کی ذمہ داری اسلام کے سر تھوپنے کی کیا ضرورت ہے بلکہ اس غرض کے لئے دنیاوی بادشاہان اور سلاطین کے اصول و قوانین بہت کافی ہیں۔

لیکن اگر امامت کوئی ایسی چیز ہے جس سے حقیقی معنی میں مقاد اسلام کا تحفظ مظہور ہے تو اس کو ایسا ہی ہونا چاہئے جو ان کمزوریوں سے علاحدہ ہو۔

شیعوں نے امامت کو خداوند عالم کی مرضی پر منحصر قرار دے کر امامت کے پایہ کو بلند سے بلند تر بنادیا ہے جس سے بڑھ کر مصالح عامہ کے لحاظ کا کوئی ذریعہ ممکن ہی نہیں ہے۔

کیا اس میں کوئی شبہ ہے کہ خدا مخلوق کے مصالح کی خود مخلوق سے زیادہ نگہداری کر سکتا ہے۔

اس کا علم و حکمت محیط اور خود وہ تمام اغراض ذاتیہ سے مبرا و منزہ اور اپنے بندوں کے حال پر جیم و مہربان ہے، امام کا انتخاب اس کے ہاتھ میں ہونا خود تمام افراد بشر کے مصالح کی حفاظت اور حاضر و مستقبل میں امام و ماموم کے فرائض کی نگہداشت کے لئے

کرتے ہوئے جو شخص ظاہری و باطنی کمالات سے آراستہ ہو وہ اس کا مستحق ہے اور وہ ایسا ہی شخص ہوگا جو علم باری میں نہ کسی دوسرے شخص پر ظلم کرنے والا اور نہ حدود خدا سے تهدی کرنے کی وجہ سے اپنے نفس پر ظالم ہو۔ (وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔) معیار عقل سے یہ امامت مضبوط ترین بنیاد پر قائم ہے امامت کسی محدود جماعت یا مخصوص قریبہ شہر یا صوبہ کی حکومت و سلطنت نہیں ہے بلکہ وہ تمام امامت کے مصلحت و انتظام کی ذمہ دار ہے اور جہاں جہاں تک کسی شریعت کا دامن وسیع ہو امامت کو وسعت حاصل ہوگی، وہ ایسا منصب ہے جس کے سبب سے تمیم بچہ بیوہ کمزور اور مظلوم غنی، فقیر، قوی ضعیف سب کو برابر فائدہ پہنچ اور عالم میں بشری نظام خدائی منشا کے مطابق پورے طور پر درست ہو اگر امامت ایک ایسے شخص کے سپرد کردی گئی جو خود خواہشات نفس کا پابند ہے تو اس سے خود و سروں پر ظلم و ستم کا اندر یہ شہ ہے چہ جائے کہ اس کے ذریعہ ظالم و مظلوم میں پورے طور سے انصاف کا فرض انجام پائے۔

بلکہ یہ غرض اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب اس کا تقرر اس علام الغیوب ہستی کے سپرد کر دیا جائے جو بتی نوع بشر کے باطنی رموز و نیات سے پورے طور پر واقف ہے اس سے بڑھ کر مصالح عامہ کا لحاظ کیونکر ہو سکتا ہے۔

درحقیقت یہ اصول کہ امامت کے انتخاب کو رسولؐ کے واسطے سے حضرت باری عَزَّ اسَمَّ تک ملتی ہی ہونا چاہیے مکمل طور سے جمہوریت و مساوات پر مبنی ہے، درحقیقت حاضر و مستقبل میں بشری مصالح کی نگہداشت اور تمام طبقات بشر کے مساوی طور پر حقوق کی حفاظت جو الہی لطف و عدل و حکمت کی روشنی میں انجام پائے اور جس میں دھوکے دھڑکی، مکروہ فریب، تھسب و استبداد، حق تلفی و ناحق کوشی، اہل حل و عقد اور امامت کے نمائندوں میں اہل تدبیس و نفاق

قرار پاتا ہے۔

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ عام افراد نے ایک دن بھی امامت کے مقصد کو پہلی صورت سے حاصل نہیں ہونے دیا، انہے ہدایت جو حقیقی معنی میں جانشین رسول اور رہنمائے مذہب تھے انہوں نے ہدایت کے کام کو ہمیشہ پرداہ ہی میں انجام دیا اور کسی دنیا نے ان کو کھلی فضائیں آنے نہیں دیا۔

اس معنی سے تو میں ۲۶۰ھ کے پہلے بھی غیبت ہی سمجھتا ہوں کہ امام اپنی حقیقی روحانیت اور صفت امامت کے ساتھ عام نظر وہ سے او جھل اور دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ تھے لیکن وہ طرح طرح کے پردوں میں بھی ہدایت کے فرض کو انجام دے رہے تھے۔

۱۰ھ کے بعد ہی جب کہ رسول اسلام ﷺ نے اس دنیا سے رحلت فرمائی اور مسلمانوں میں اختلاف کی بنیاد پڑی اور انصار کے مقابلہ میں کامیابی کا سہرا مہماجرین کے سر بندھا اور وصی برحق و امام مطلق (علی بن ابی طالب) نے ایک مرتبہ اعلان حت کر کے ان تین تحریکوں کو اٹھالیا جن پر تاریخ کی پیشانی عرق افعال سے تر ہے۔ بس وہی تاریخ تھی کہ جس کے بعد امامت حقیقیہ پرداہ غیبت میں مستور ہوئی۔

اس سلسلہ کی فرد اول امیر المؤمنینؑ نے ۲۵ بر س اسی پرداہ میں گزار کر ہدایت امت اور نصرت اسلام کے فرض کو انجام دیا۔ انہوں نے عام مسلمانوں کی ایک فرد بن کر، اجرت و مزدوری میں بس کر کے یہود کے باغوں میں آب کشی کر کے فتوے دیئے، تقاضا کیا کا فیصلہ کیا، مشکل مسائل حل کئے، سلاطین وقت کو مفید مشورے دیئے اور غلطیوں پر منتبہ کیا خطاء اجتہادی کی زد میں آ کر جانے والی جانوں کی حفاظت کی اور لُو لَاعْلَى لَهَلَكَ عَمَر۔ کا اعتراف حاصل کیا۔

شورش انگیز تحریکوں کو جو وقار اسلامی کو صدمہ پہنچانے کا باعث

کافی ہے اور جتنے حکم و مصالح فرض کے جاسکتے ہیں وہ اس میں مضر پائے جاتے ہیں۔

وہ جہالت، فریب، ریا کاری، ہٹ دھرمی، خود غرضی، سخت گیری، حق تلفی، ناحق کوشی، جانبداری، جلد بازی اور اس طرح کے تمام بشری نقصان سے بری ہے جو ایک فیصلہ کو نقطہ حقیقت سے دور پھینک دینے کے ذمہ دار ہیں۔

پھر کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ شیعوں کے مقرر کردہ اصول کے مطابق امامت اصلاح بشر اور رعایت حقوق عامہ اور ظالم و مظلوم میں انصاف خواہی کے لئے نقطہ کمال پر فائز اور مضبوط ترین بنیاد پر قائم ہے، ایسا امام جس کو نظر احادیث نے منتخب کر دیا ہو یقیناً اس قابل ہے کہ اس کے سامنے تمام افراد امامت کی گرد نہیں خم ہو جائیں اور کسی کو ایراد و اعتراض کی گنجائش نہ ہو۔

کیا ایسے امام کو ہر زمانہ میں موجود رہنا چاہئے؟ بیشک موجود رہنا چاہئے اس لئے کہ ضرورت اس کی ہر زمانہ میں موجود ہے۔ شریعت اسلام اگر کسی خاص جزو زمانہ سے محدود ہوتی تو حافظ شریعت کا وجود بھی اسی خاص جزو کے ساتھ مخصوص ہوتا لیکن جبکہ شریعت کا دائرہ وسیع اور آخری حدود دنیا تک پہنچا ہوا ہے تو اس کی حفاظت کا سامان بھی آخر تک ہونا ضروری ہے۔

بے شک حفاظت ملت اور رہنمائی امت کا فرض ادا کرنے کی صورتیں دو ہیں۔ ایک ظاہری طور سے جس کی پشت پر حکومت کا اقتدار اور سلطنت کا جاہ و جلال موجود ہو اور دوسرے مخفی صورت پر جس میں کارہدایت پرداہ کے اندر انجام دیا جائے۔

پہلی صورت یقیناً مقصد کے حصول میں پورے طور پر کامیابی کا واحد ذریعہ ہے لیکن جب عام افراد کا جذبہ اقتدار پسندی اس غرض کے حصول میں سدراہ ہو جائے تو قدرة امام کا فرض دوسرے جزو کی طرف منتقل اور فریضہ ہدایت کا پرداہ کے اندر ادا ہونا ضروری ہے۔

میں اپنے حکیمانہ ہدایات سے روح پھونکی اور فلسفہ زندگی کے مشکل مسائل کو کامل طور سے حل کیا۔

انھوں نے تہذیب اخلاق کی تصویریں پیش کیں، تدبیر منزل کے حدود قائم کئے، سیاست مدن میں انصاف وعدالت کے دائرے سمجھنے، عدل و مساوات کے معنی سمجھائے، بادشاہ ہو کر فقیروں کے ساتھ مساویانہ برستاؤ کیا اور دنیا کی باجروت و طاقت ور ہستیوں کے غرور و تکبر کو تنبیہ ٹھوکر لگائی، مال و دولت پر قابض ہونے کے بعد محتاجوں کی زندگی بس کی اور اپنے ہر ذاتی سرمایہ کو مسکین کی نذر کر کے ارباب ثروت تو نگری کو بے ما یہ افراد قوم کی حالت کا درد آشنا ہونا سمجھایا۔

انھوں نے ججاز و عراق کے بادشاہ ہونے کے وقت میں کبھی میثم تمار کی دوکان پر بیٹھنے کو اپنے لئے کسر شان نہیں سمجھا اور یوں قوم کے اعلیٰ سفید پوش طبقہ کو تجارت کی طرف مائل کرتے ہوئے دوکاندار اور تجارت پیش افراد کے عزت و احترام کا اشارہ کیا۔

انھوں نے انہیں پردوں میں علوم و معارف کے دریا بھائے، تفسیر قرآن کے باریک نکات کو واضح کیا، فقہ کے مشکل مسائل کو حل کیا، علم کلام کی پیچیدگیوں کو سمجھا کر مبداء و معاد کی حقیقت سے آشنا کرایا اور اس طرح کتنے فوائد تھے جن کو پہنچا دیا لیکن اپنے روحانی اقتدار کے ساتھ پرداہ ہی میں رہے۔

علیٰ بن ابی طالبؑ امامت حق کی ذمہ داریاں حسن مجتبیؑ کے سپرد کر کے خود عالم جاودا نی کی طرف رہ سپار ہوئے اور امام حسنؑ سے حالات کا تقاضا ہوا کہ وہ اس مجازی خلافت کو جو ہمارے سابقہ بیانات کے مطابق پہلے ہی ایک نقاب یا جاپ سے زیادہ اصلیت نہ رکھتی تھی معاویہ کے سپرد کر دیں، انھوں نے ایسا ہی کیا، امامت حقیقیہ کو جواب تک ظاہری حکومت کے لباس میں کا فرماتھی اپنے پرداہ غیبت کو تبدیل کر کے صلح کے جاپ میں مخفی ہوئی اور دس برس

تحیں خلیفہ عہد کو ناصحانہ مواعظ اور شورش انگیزوں کے سامنے غلیفہ کی جانب سے قول و قرار کر کے دبایا، یہ دوسری بات ہے کہ نتیجہ میں حالات سازگار نہ ہوئے اور ذمہ داران حکومت کی پے در پے غلطیوں نے پیانہ کو چھلکایا اور اس طرح کہ اس نے غلیفہ مسلمین کی کشتی حیات کو غرق کر دیا۔

صورت حال میں انقلاب ہوا، خلافت نے اپنے اصلی مرکز کی طرف رخ کیا اور مسلمانوں کی گرد نیں اس طرف جمیلیں جہاں اسکے بہت پہلے انھیں جھکنا چاہئے تھا۔

ظاہری اعتبار سے یہ امامت حق کے ظہور کا وقت ہے اور پرداہ غیبت کے چاک ہونے کا زمانہ ہے لیکن درحقیقت یہ نظر کی غلطی اور خیال کی لغرض ہے۔

علیؑ کی خلافت کو اس موقع پر تسلیم کرنے والے زیادہ تر وہی لوگ تھے جو ایک دو تین کے بعد آپ کو چوتھا درجہ عطا کرتے تھے اور اس بناء پر اس کو کسی نص نبوی اور حکم الہی کے تحت میں سمجھنا ان کے لئے ممکن نہ تھا۔ وہ اس بادشاہت کو بھی اس کے قبل کی تین حکومتوں کے مثل مسلمانوں کی ظاہری شیرازہ بندی و تنظیم کا ذریعہ خیال کرتے اور اس کو باہمی سمجھوتہ، انتخاب اور تجھیق و اتفاق کا نتیجہ قرار دیتے تھے۔

علیؑ ابی طالبؑ کا اس خلافت کو منظور کر لینا بھی درحقیقت ایک پرداہ تھا جس کے پیچھے وہ اپنی امامت حقیقیہ کے فرائض کو عمل میں لانا چاہتے تھے جس میں وہ ایک حد تک کامیاب ہوئے۔ ان پردوں میں رہ کر جو زندگی کے مختلف دوروں میں مختلف صورتیں اختیار کرتے رہے ہیں یعنی علیؑ کبھی ناصح کے لباس میں ہیں اور کبھی مشیر کے، کبھی قاضی اور کبھی مفتی، کبھی سفیر مصالحت اور کبھی سریر آراء حکومت، علیؑ نے سچ تعلیمات کے مجسم پیش کئے اور خصوصیات اسلام کے مکمل نمونے، انھوں نے زندگی کے ہر شعبہ

..... امام زمانہ نمبر

اور ایسا کہ جس کی نظر ناممکن، پیش اسی کا نتیجہ تھا کہ یزیدی تنہیہ حکومت اٹا اور اس طرح کہ نام و نشان بھی باقی نہ رہا اور حسینی مشن دنیا کے سیکروں انقلابات کے باوجود اب تک قائم ہے اور روزافزوں ترقی حاصل کرتا ہے۔ درحقیقت اس میں حسینی کارنا موس کے ساتھ سید سجادؑ اور ان کے ہمراہی پر دگلیان عصمت کے عظیم جہاد کو جوانہوں نے اسیری کی صورت میں انجام دیا بہت بڑا دخل ہے۔

مدینہ سے واپسی کے بعد بھی سید سجادؑ کی بقیہ زندگی بالکل خاموشی میں گذری اور امامت کے تجلیات گوشہ نشینی و اذواہ کے پردوں میں مخفی تھے، انہوں نے ایک مصیبت زدہ دن رات گریہ وزاری میں بس رکنے والے اور عبادت الٰہی میں گوشت کو پوست اور جسم کو مشتمل استخوان بنادیئے والے عابد کی حیثیت سے عمر گزاری اور آخر ۹۵ ہجۃ میں انتقال کیا۔

اب امام محمد باقرؑ اور ان کے بعد امام جعفر صادقؑ کا دور ہے، یہ دونوں دور بے شک ایسے ہیں جن میں امامت عظمیٰ کو بڑے درجہ تک ظاہر کرنا جاسکتا ہے اس لئے کہ شیعوں کی تعداد بہت زیادہ اور ان دو حضراتؓ پر قیہ کی پابندیاں بھی کم عائد تھیں لیکن واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ عام نظروں سے امامت مخفی ہی تھی۔

ان دونوں بزرگوں کی حیثیت عام افراد کے سامنے عظیم المرتبہ فقیہ کی تھی اور مستند عالم کی حیثیت سے ان کے اقوال کو عزت کی نظر سے دیکھا جا رہا تھا۔

بے شک یہ پرده اتنا ہاکا تھا جس سے چھن چھن کر امامت کی شعاعیں بہت تیزی سے نکل رہی تھیں اور اس طرح امامت کے فیوض و برکات، بہت زیادہ منتشر ہوئے اور معارف حق کی اشاعت کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا۔

اب آیا امام موتیؑ کاظمؑ کا زمانہ، اللہ اللہ اس دور میں ظالمانہ جفا و تعدی پورے جاہ و جلال پر تھی، امامت کو تاریک سے تاریک تر

.....  
۱۷

انہی شرائط صلح کے ماتحت کامل رواداری کے ساتھ غیر محسوس طریقہ پر اس کے روحانی فیوض و برکات جاری رہے اور حسن مجتبیؑ کے بعد حسینؑ بن علیؑ بھی دس برس بھائی کے نقش قدم پر گامز ن اور ظاہری قرارداد مصالحت کے پابند رہے۔

لیکن ایک دفعہ صورت حال میں انقلاب ہوا، امیر معاویہ کے اپنے بعد یزید کو خلیفہ و جانشین مقرر کرنے، نے بنیاد مصالحت کو کھلی ہوئی صورت پر پامال کر دیا اور یزید کے اعمال و افعال، شرمناک اخلاق و عادات نے اسلام کی بنیادوں کو متزلزل کیا۔ کون چیز تھی جو ایسے آڑے وقت اسلام کی حفاظت کا فرض انجام دیتی، بے شک وہ امامت حق تھی جس نے ایسے مشکل ترین وقت میں اپنے مقصد اصلی کو پورا کیا۔

لیکن وہ پردوں میں تھی، اس کے جا ب اس وقت اپنی نوعیت میں بے نظر تھے۔ مظلومیت، شہادت، صبر و تحمل، ثبات و استقلال، عزت نفس، خودداری، حق و صداقت کی حمایت اور غور بالل کا مقابلہ، ظاہری جاہ و جلال سے بے خوفی اور اعلاء کلمۃ الحق میں بے جگری سے قربانی، یہی وہ پردوے تھے جن کے اندر امامت اپنا فرض انجام دے رہی تھی اور وہ اتنے کامیاب طریقہ سے انجام پایا کہ قیامت تک کے لئے اسلام کو زندہ کر گیا اور جب تک دور فلک میں اسلام کا نام ہے اس کا تذکرہ بھی ساتھ ساتھ ہے۔

دور ختم ہوا اور امامت نے منزل بدی یعنی وہ امام زین العابدینؑ کی طرف منتقل ہوئی، کیا یہ غیبت کبریٰ کا زمانہ نہ تھا؟ امامت پر اتنے تاریک و تک پر دے پڑے ہوئے تھے جن کے اندر سے اس کے جمال حقیقت کی زیارت مشکل نہیں بلکہ ناممکن تھی، قید، اسیری، دست و پا کے غل و زنجیر، گلے کا طوق، کوفہ و شام کے بازار اور ابن زیاد و یزید کے دربار۔ اتنے پردوں میں رہ کر بھی امامت اپنا کام کر رہی تھی، تبلیغ مذہب کا فرض انجام پا رہا تھا

.....  
امام زمانہ نمبر

ظاہری اقتدار کے عالم میں مہمانوں کے لئے عمدہ سے عمدہ اور لذیذ غذا میں موجود ہتھیں لیکن آپ نے اپنا معیار زندگی جو کی روٹی اور سر کہ وہ شد پر باقی رکھا۔ دارالخلافت بغداد کے آٹھ سال زمانہ قیام میں مرجعیت کا یہ عالم تھا کہ تیس تیس ہزار سوالات پوچھے گئے ہیں اور آپ نے نہایت استقلال سے ان کے جوابات دیئے ہیں۔

وسوائی دور آیا اور خلافت حق کی ذمہ داریاں امام علی نقی - کے متعلق ہوئیں، ابتدائی قیام مدینہ منورہ میں تھا اور امامت پرده میں لیکن اس کی اتنی بھی جلوہ آرائی جو تھی زمانہ کی افتاد طبع کے خلاف ہوئی۔ بادشاہ وقت متوكل عباسی کے اصرار سے آپ کو مدینہ رسول چھوڑ کر دارالخلافہ سامرہ میں آنا پڑا اور پوری عمر جلا وطنی و نظر بندی میں گذاری جس میں طرح طرح کے روح فرسا مصائب آپ کے لئے پیش تھے۔

ایسے خطراک وقت میں بھی آپ نے اپنے فرض کو محیر العقول طریقوں پر انجام دیا، متوكل کو خبر پہنچنا کہ علی بن محمد کے گھر میں اسلحہ جنگ ہیں اور شیعوں کا اجتماع ہے اور حکومت وقت کے خلاف سازشیں ہوتی ہیں اور اس کا تاریک رات میں دوڑ (Raid) بھیج دینا کہ وہ بلا اطلاع حضرت کے گھر کی تالاشی (تالاشی) لے اور وہاں گوشہ دو اقدامات کا بے اصل ثابت ہونا اور حضرت کا فرش خاک پر بالوں کا لباس پہنے عبادت الہی میں مصروف پایا جانا لیکن اسی حالت میں حضرت کو متوكل کے پاس لے آیا جانا اور اس موقع پر متوكل کا شراب نوشی میں مصروف ہونا اور حضرت کے سامنے کمال جرأت سے جام شراب کا پیش کرنا اور حضرت کا مخصوصانہ صداقت کے ساتھ عذر کرنا کہ مَاخَاهِمَ لَحْمِي وَدَمِي قَطُّ "اے خلیفۃ المسلمين یہ تو آج تک کبھی میرے گوشت دخون میں شریک نہیں ہوئی ہے۔" متوكل کا اس عذر کو بول کر کے آپ سے کچھ اشعار پڑھنے کی فرمائش کرنا اور آپ کے انکار کے باوجود مجبور

پردوں میں مخفی ہونا پڑا، بغداد کے سیاہ و تار قید خانے، زنجیروں کے حلقوں اور ظالم و غیر وادار اشخاص کی حراست، مضبوط پھرے، لوگوں کی آمد و رفت کا سلسلہ متوقف اور ملاقات ممنوع یقیناً یہ بھی غیبت کا زمانہ تھا اور بڑی غیبت کا یہاں تک کہ امام کا نام بھی پرداہ غیبت میں لیا جانے کا اُس زمانہ کے رواۃ آپ کے نام کی تصریح کرنے میں اپنی زندگی کے لئے خطرہ محسوس کرتے تھے، ان کو آپ سے روایت کرنے کے لئے الْعَبْدُ الصَّالِحُ، الْرَّجُلُ الْعَالِمُ کے الفاظ کی تلاش کرنا پڑتی تھی اور جو اجمع حدیث میں ان روایات کا کافی ذخیرہ موجود ہے جو خود اس امر کی دلیل ہے کہ اتنے پردوں کے باوجود امامت کے فیوض پہنچ رہے تھے اور دنیا اس سے مستفید تھی۔

امام رضاؑ کا زمانہ آیا، ظاہری طور پر حضرتؐ کے لئے بڑے اعزاز اقتدار و خاطر داری کا زمانہ ہے لیکن امامت پر بڑا گہرہ پرده پڑا ہے اور وہ مامون الرشید کی ولی عہدی، ہاں اس پرده میں امامت کے فیوض بہت کامیابی کے ساتھ منتشر ہوئے اور لوگوں کو صحیح ہدایات اور بانی علوم و برکات سے مستفید ہونے کا کافی موقع ملا لیکن اس کا زمانہ کم تھا اور ایک محدود مقدار میں ختم ہو گیا۔

امام محمد تقیؑ - کے لئے سلطان وقت کی دامادی کسی شرف کا باعث نہ تھی لیکن جب غیبت کا ایک انداز یہ بھی تھا جس کے سلسلے میں درباروں کے اندر فقهائے عصر سے مباہثے ہوئے، مشکل مسائل کو حل کیا گیا اور دشمنوں سے سرتسلیم خم کرایا گیا اور اس طرح روحانی کمالات کا سکھ قائم ہوا، صحیح اسلامی تعلیمات کی نشر و انشاعت ہوئی جو امامت کا واحد مقصد تھا۔

ام الفضل دفتر مامور الرشید سے امامؑ کا عقد لوگوں کے لئے اس موازنہ کا ذریعہ یہی تھا کہ دنیاوی ظاہری جاہ و جلال کے اس باب ان حضراتؐ کے اصول زندگی میں کوئی تغیر پیدا نہیں کرتے۔ وہی سادگی، وہی تواضع، وہی اخلاق اور مروت، اس

ہوتی لیکن مستند تاریخ اس کا پتہ دینے سے قاصر ہے۔

جہاں تک دیکھا جاتا ہے نظر یہی آتا ہے کہ ان کی موت جنایپیشہ ابناۓ دنیا کے خالمانہ اقدام قتل کا نتیجہ ہے۔

مسجد کی محراب میں این ماجم کی تواریخ اور علیؑ کا سر، امیر شام کے اشارہ سے جدید بنت اشعت کا جام زہرا اور حسنؑ مجتبی کا وہن، کربلا کے عظیم معز کہ میں ہزاروں کی چونچکاں تواریں، نیزے اور حسینؑ بن علیؑ کا جسم۔ پھر تمام ائمہ کے لئے زہر خورانی کے مختلف طریقے۔ انگور میں زہر، انار میں زہر، زین فرس میں زہر، دوا میں زہر اور اسی قسم کی تدبیروں سے برابر ان کے رشتہ زندگی کو قطع کیا گیا لیکن آسان تھا، سلسلہ امامت باقی تھا، وہ تعداد جو ائمہ کی مقرر تھی پوری نہ ہوئی تھی۔ ایک امام کے بعد جانشین اس کا اور اس کے روحانی کمالات کا وارث دوسرا امام ہو جاتا تھا۔

لیکن اب وہ وقت آیا کہ جب تعداد ختم تھی۔ گیارہویں امام اسی طرح کہ جیسے ان کے پیش رو ائمہ کی وفات ہو چکی تھی دنیا سے تشریف لے گئے۔

اب امامت کی ذمہ داریاں تھیں اور وہ ہستی کہ جس پر اس سلسلہ کی انتہا اول امر سے قرار پا چکی تھی، جس کے سوا کوئی دوسرا فرد حدود عالم میں ان کمالات کی مستحق موجود ہونے والی نہ تھی۔

اُن متواتر نصوص کی بنا پر جو رسالت آب صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بعد ائمہ معصومین % سے نیمة شعبان میں متولد ہونے والے اس عظیم الشان مولود کے متعلق عام طور پر سنے جا چکے تھے مخالفین کو بھی اس ولادت کے متعلق پوری کھوچ تھی۔

رسولؐ اسلام نے فریقین کی مسلم متواتر حدیث کی بناء پر پہلے ہی خبر دے دی تھی کہ جو کچھ بنی اسرائیل میں ہو چکا ہے وہ میری امت میں ہو گا ضرور، ارشاد ہوا تھا: وَاللَّهُ لَتَتَبَيَّنَ سُنَّةَ الَّذِينَ

وَمَنْ قَبْلَكُمْ حَتَّىٰ آتَهُمْ لَوْ دَخَلُوا فِي جُنُرٍ ضَبٌ

کرنا جس پر حضرتؐ کا موقع کو غیمت جان کران اشعار کو پڑھنا:

**بَأْتُوا عَلَىٰ قُلَلِ الْأَجْتَالِ تَخْرُسُهُمْ**

**غَلَبَ الرِّجَالَ فَمَا أَغْنَتَهُمُ الْقُلْلُ**

”دنیا کے طاقت و رافراد بڑے بڑے بلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر مکان بنائے ہے جس کے حراست کے واسطے مضبوط پہروں کو بھلا کر رہے لیکن ان کو (جب موت آئی) پہاڑوں نے کچھ فائدہ نہ دیا۔“ اور اسی طرح کے چند شعر جو تمام تر بے ثباتی دنیا پر مشتمل تھے اور ان کا متوکل پر اس قدر اثر ہونا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو کر ڈاڑھی کو ترکر دین اور شراب اٹھوادی جائے۔ یہ تمام واقعات تاریخ ابن خلکان وغیرہ مستند کتب تاریخ میں مذکور ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے سخت پرداہ غیبت میں بھی امامت اپنا امکانی فرض انعام دے رہی تھی۔

امام حسن عسکری کی تو آنکھ ہی سامرہ میں نظر بندی و حراست کے اندر کھلی، ان کی ولادت اگر یہاں نہیں ہوئی تھی تو بھی صرف چار برس اور چند مہینہ کی عمر تھی کہ اپنے والد ماجد کی معیت میں سامرہ آئے اور تمام عمر وہیں بسر ہو گئی جس میں قید و بند اور سلطانی پابندیاں اور سختیاں آپ کے ساتھ ساتھ تھیں۔

اس صورت حالات اور ان تمام واقعات کے بعد کیا ہمارا یہ کہنا غلط ہے کہ امامت حقہ ہمیشہ پرداہ غیبت ہی میں تھی اور کبھی وہ دنیا نے ظہور میں نہیں آئی۔

ہاں پیشک ائمہ معصومین کی عنصری زندگی اس وقت نمایاں تھی اور لوگوں کو مختلف لباسوں میں جن کا حالات وقت تقاضا کرتے تھے نظر آتی تھی اور بالا قاڑ دیگر وہ وہ پرداہ ہائے غیبت جن کے پیچے امامت حقیقیہ کا جلوہ مستور تھا محسوس ہوتے تھے لیکن تجویں نے بتلایا کہ زمانہ کو یہ بھی گوارا نہیں۔

گیارہ میں کوئی تو ایسا ہوتا جس کی موت طبیعی حالات کا نتیجہ امام زمانہ نمبر

## لَدَخْلُشُمُودٌ

”خدا کی قسم تم اپنے قبل والی امت (بني اسرائیل) کے راستوں پر چلو گے یہاں تک کہ اگر وہ کسی جانور کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوتے تو تم بھی اس میں داخل ہوتے۔

اس مضمون کی متعدد حدیثیں کتب فرقین میں موجود ہیں۔ بیشک اسی کا نتیجہ تھا کہ حضرت مہدیؑ موعد کی ولادت میں صورت حال و میں ہی پیش آئی جو اس کے بہت پہلے حضرت موسیٰ کلیم الرحمن کی ولادت میں پیش آچکی تھی۔

کاہنوں کا فرعون کو خبر دینا کہ تیری مملکت کا زوال ایک مولود کے ہاتھوں ہو گا جو بنی اسرائیل میں متولد ہونے والا ہے اس پر اس کا واقعات پر کامل طور سے سراج غرسانی کا انتظام کرنا، عورتوں کے شکموں کا چاک کرنا، بچوں کو قتل کرانا، یہ سب اس لئے کہ اس باقتدار مولود کی ولادت نہ ہونے پائے جس کے ہاتھوں ملک فراعنة کا زوال ہونے والا ہے لیکن اس سب کے مقابلہ میں قدرت نے بھی سامان کیا، موسیٰؑ کے حمل کو پرده غیبت میں رکھا، ان کی ولادت بھی غیر معلوم طریقہ پر واقع کرائی اور پھر ان کی حفاظت کے اساباب یوں مہیا کئے کہ ماں کو حکم دیا کہ وہ نومولود بچہ کو تابوت میں لٹا کر رود نیل میں ڈال دیں۔

بالکل اسی صورت پر مہدیؑ موعد کی ولادت ان روایات کی بناء پر جو مسلمہ طور سے زبانِ زدنی تھے خلافت وقت کے ارکان میں زلزلہ ڈالے ہوئے تھی اور ان کے افکار و خیالات پورے طور سے اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ ان کی طرف سے کامل انتظامات سراج غرسانی کے مہیا کرنے لگئے جو کسی ایسے مولود کی ولادت کو جس کے متعلق مہدیؑ موعد ہونے کا شہر ہو سکے بادشاہ تک پہنچا دیں لیکن قدرت کو پرده داری میں اہتمام تھا۔ اسے اپنے نور کو باقی رکھنا تھا جس کی آخری لواب یہی تھی۔ اس نے اس عظیم الشان مولود

..... امام زمانہ نمبر .....

کے حمل و ولادت کو موسیٰؑ کی طرح بالکل مخفی کیا اور غیبت کے پردے ڈال کر اس نور کو دنیا میں ظاہر کیا۔

ان کی ابتدائی نشوونما بھی پرده غیبت میں تھی لیکن باپ ماں اور قریب ترین رازدار اعزاز کے علاوہ مخصوص معیار امانت پر پورے اترے ہوئے اور امتحان وفا میں کامیاب نکلے ہوئے اصحاب بھی آپ کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے اور آپ کے وجود سے مطلع تھے۔

حکومت وقت بھی ان تمام تحفظات کے بعد جو کئے جا چکے تھے پورے طور پر مطمئن ہو چکی تھی کہ خطرہ جاتا رہا اور جس مولود کا اندریشہ تھا وہ عالم وجود میں نہیں آیا، لیکن امام حسن عسکریؑ کا انتقال ہوا اور بعض برادران یوسف نے جن پر ناگزیر اساباب کی بناء پر راز مکشف ہو گیا تھا حکومت کو اطلاع دی کہ وہ بچہ جو حسن عسکریؑ کے یہاں متولد ہونے والا تھا متولد ہو چکا ہے۔

حکومت کو ایک طرف اپنے مکمل انتظامات کی شکست کا احساس کر کے غصہ و غضب دامنگی ہوا اور دوسری طرف وہ خطرہ جو اس کے قبلي قوت کے عالم میں تھا فعلیت سے بہت قریب نظر آنے لگا۔

اس لئے کہ وہ روایات جن میں مہدیؑ موعد کے ظہور پر دین کی تجدید اور باطل طاقتوں کے شکست کی خبریں دی گئی تھیں کسی زمانہ سے محدود نہ تھے کہ ایسا کب اور کس زمانہ میں ہو گا۔

اُن میں بس اتنا ہی تھا کہ ایسا ہونے والا ضرور ہے اور اس کے ہوئے بغیر قیامت نہ آئے گی، اس لئے اس مولود کی ولادت ہو جانے پر جوان تمام اخبار کا مصدق اصلی تھا مقرر شدہ نظام طبیعی کو دیکھتے ہوئے یہ خیال پیدا ہو جانا حق بجانب ہے کہ وہ زمانہ بہت قریب آگیا اور یہی موجودہ دور سلطنت جو عالمِ اسلامی میں سکھ چلائے ہوئے ہے اس مولود کے ہاتھوں درہم و برہم ہو گا، بیشک اگر انھیں معلوم ہوتا کہ ابھی وہ زمانہ دور ہے۔ خلافت عباسیہ کی بنیادیں زمانہ کے بے پناہ حوادث سے مترازل ہو کر منہدم

..... ۲۰ .....

بیشک ضرورت اس کی ہے کہ تدریجی حیثیت سے روشنی کو گھٹا کر انسان کو عادی بنایا جائے اس طرح وہ جس درجہ تاریکی میں پہنچے گا اس میں اس کی نظر ایک حد تک کام کرتی رہے گی اور اس کے قوائے احساس اپنے معیار عمل پر باقی رہیں گے۔

قدرت کا نظام مصالح طبیعیہ کے خلاف نہیں ہوتا اُس زمانہ کے بعد جسے ظاہری اعتبار سے زمانہ حضور امام کہا جاتا ہے مکمل غیبت ہو جانا اس نظام کے خلاف تھا۔ اس لئے شروع شروع میں غیبت صغیری کا دور ہوا، یعنی مخصوص و کلا قرار دیئے گئے جو درمیانی سفیر کی حیثیت رکھتے ہوئے لوگوں کے عراض و مسائل کو امام کی خدمت میں پیش کریں اور امام سے ان کا جواب لے کر لوگوں تک پہنچائیں۔

یہ صورت عام افراد شیعہ کے طبائع پر کچھ زیادہ گراں نہیں گذری اس لئے کہ وہ ایک طویل عرصہ سے قریب قریب اس کے عادی ہو چکے تھے۔ وہ زمانہ کہ جب امام علی نقیٰ و امام حسن عسکریٰ سامنہ میں تھے اور کامل نظر بندی و حراست کے اندر بس رکرتے تھے عام افراد کو اس کا موقع نہ تھا کہ وہ امام کی خدمت میں باریاب ہو کر اپنے معروضات پیش کر سکیں بلکہ اس قسم کے امور ہمیشہ وسائط کے ذریعہ انجام پاتے تھے اور اس لحاظ سے موجودہ صورت حال ان کی نظر میں سابق سے کچھ فرق نہ رکھتی تھی، بس اتنا فرق تھا کہ سابق میں امام کی جائے قیام تعین ہوتی تھی اور اکثر لوگوں کو معلوم، لیکن اب امام کے محل قیام کا تعین کے طور پر علم نہ تھا اور عام لوگ اس سے ناواقف تھے لیکن اس کو ان کے مطلوبہ مقاصد میں کوئی دخل نہ معلوم ہوتا تھا۔

اُسی برس کی طویل مدت اسی حال میں گذری، اس زمانہ میں مسائل دستخط ہوتے تھے عراض کے جواب ملتے تھے۔ وجوہ و صدقات و حقوق امام کے اموال امام کی خدمت میں پیش کئے

ہوں گی اور ضرور ہوں گی لیکن اس مولود کے ظہور سے نہیں اور اس کے بعد خلافت عثمانیہ کی عمارت قائم بھی ہو گی اور گر بھی جائے گی، خلافت کا نام و نشان بھی دنیا میں باقی نہ رہے گا لیکن اس مولود کے ظہور کا وقت نہ آئے گا تو حکومت کو بھی شاید زیادہ خطرہ محسوس کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ لیکن ادھر روایات کی قطعی پیشینگوئی کہ ایسا ہو گا ضرور اور زمانہ کا عدم تعین کہ کب؟ اور ادھر اس مولود کی ولادت، بس اس کا نتیجہ تھا کہ ارباب حکومت کی نظروں میں اپنے فنا وزوال کا مرقع بہت ہولناک صورت سے پھرنے لگا اور اس لئے اب کی زیادہ شدت کے ساتھ جستجو کی کوشش ہوئی، حضرت امام حسن عسکریٰ کے تمام ازواج و جواری کو نظر بند کیا گیا اور حراست میں رکھا گیا کہ جس کسی کے کمسن بچے ہو گا اس کی اطلاع ضرور ہو گی، امامؑ کے مکانات میں گوشہ گوشہ اور چپے چپے کی تلاشی لی گئی کہ اس مبارک بچے کا کہیں پتہ مل جائے یہاں تک کہ اس سردارب (تھانہ) میں بھی گئے جہاں حضرتؑ کا قیام تھا مگر ظاہری بصارت کے چراغ اس نور مجسم کے سامنے مگل نظر آئے اور آنکھوں کی بینائی نے اس کے مشاہدہ جمال میں یارانہ دیا۔

یہ وہ وقت تھا کہ غیبت کا پرودہ اور زیادہ گھرا ہو گیا۔ لیکن چونکہ ابھی ابھی امام یازدهمؑ کا دور ختم ہوا تھا اگر دفعۃۃ کامل غیبت کا دور دورہ ہو جاتا تو بہت سے شیعہ اور صحیح العقیدہ اشخاص بھی اس نئی صورت حال سے آشنا نہ ہونے کی جہت سے عقیدہ وجود جحت میں متزلزل نظر آنے لگتے۔

جیسے تیز روشنی سے کامل اندر ہیرے میں آجائے والا ایک مرتبہ اپنی قوت بصارت کو بالکل گم کر دیتا ہے اور اس کے قوائے احساس معطل نظر آتے ہیں، وہ اس دھنڈ لکے میں جتنی روشنی ہے اس کا بھی احساس نہیں کرتا اور اسے وہاں اتنی تاریکی نظر آتی ہے جس میں ہاتھ کو ہاتھ بھائی نہیں دیتا۔

..... امام زمانہ نمبر .....

غیبت امام کا عقیدہ اختیار کرتے رہے، کیسانیہ نے حضرت محمد بن حنفیہ کو منتظر سمجھا اور اسماعیلیہ نے اسماعیل بن امام جعفر صادقؑ کو اور بعض نے امام موسیٰ کاظمؑ کو.

مل نخل کی کتابوں میں ان فرقوں کا وجود خود اس کا ثبوت ہے کہ ایک امام غائب کے وجود کی خبر متواتر طور پر پہنچتی رہی تھی جس کی تطہیق میں ہر شخص اپنے فکر و خیال کے مطابق دھوکا کھا رہا تھا۔

بیشک متفقہ اسلامی احادیث جن میں ائمہ کی تعداد کو بارہ بتایا گیا ہے ان تمام فرق کے خیالات کا دفعیہ کرنے کے لئے کافی ہیں لیکن جب گیارہ کی تعداد ختم ہو کر بارہ ہویں کا درجہ آگیا تو اب غیبت کی پیشین گوئی پورے ہونے کا وقت تھا۔

دو سو برس سے زیادہ کے منتظم اصول کے مطابق کہ ہر سابق امام اپنے بعد والے جانشین کو نامزد اور اصحاب سے اس کی شناسائی کر دیتا تھا۔ امام حسن عسکریؑ کے لئے منظر عام میں کوئی اولاد بھی موجود نہ تھی اور نہ کوئی اور ہی شخص تھا جو اس ذمہ داری کے اٹھانے کا متحمل سمجھا جاسکتا۔

یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ فرقہ شیعہ ہمیشہ سے بلند نظر اور عالی ظرف رہا ہے، اس نے کبھی ہر آنڈھی کے رخ پر اڑ جانے اور ہر سیلا ب کے زد میں بہہ جانے کو پسند نہیں کیا اور نہ ظاہری جاہ و حشم اور مال و دولت کے سامنے جو بیشتر افراد انسانی کے طبائع پر غالب آتا رہتا ہے اس نے کبھی سر جھکایا ہے اور اسی لئے اس کے فیصلے ہمیشہ اکثریت کی رائے کے خلاف رہے ہیں۔

امام اور نیکیں روحانی کی تعینی میں اس کی نظر ہمیشہ اتفاقی رہی ہے اور موشکانی اس کا شیوه۔ اگر کوئی بھی امامت حق کے لائق اس وقت موجود ہوتا تو ہزار دس ہزار نہیں تو سو پچاس، دس میں آدمی ہی اس کی امامت کے قائل ہو جاتے لیکن تاریخ اس کا پتہ دینے سے قاصر ہے، مل نخل کی کتابیں بھی اس کے اثبات سے عاجز ہیں۔

جاتے تھے اور ان کی رسیدیں آتی تھیں، سفراء کی تعینیں بہت منظم و مرتب اصول کے ساتھ خود امام کی جانب سے عمل میں آتی تھیں۔ اور ایک سفیر اپنے بعد والے شخص کو خود نامزد کر جاتا تھا۔

عثمان بن سعید عمری کے بعد ان کے صاحبزادے ابو جعفر محمد نے قریب چالیس برس کے سفارت کے فرض کو بہت کامیاب ساتھ انجام دیا اور جب ان کے انتقال کا وقت قریب پہنچا تو انہوں نے کہا:

امرت ان اوصى الى القاسم الحسين بن روح۔  
”مجھ کو حکم ہوا ہے کہ میں حسین بن روح کو اپنا وصی بناؤں۔“

حسین بن روح نے بھی اپنی مدت حیات ختم کرتے ہوئے اس ذمہ داری کو ابو الحسن علی بن محمد سسری کے سپرد کیا، مقرر شدہ نظام کی بناء پر خیال تھا کہ یہ بھی اپنے بعد کے لئے کوئی انتظام کریں گے لیکن جب ۳۲۹ھ میں ان کا انتقال ہونے لگا اور کہا گیا کہ وہ کسی کی تعین کریں تو انہوں نے صاف طور پر کہہ دیا کہ ”لَهُ أَمْرُ هُوَ بِالْغَةُ“ اب خدا کا ایک مقررہ مقصد ہے جس کو وہ پورا کرنے والا ہے۔

بات ختم ہوئی اور غیبت صغیری کا زمانہ بھی تمام ہو گیا، یہی وہ وقت تھا کہ جب سے غیبت کبری کا دور شروع ہوا۔

غیبت کے ابتدائی و انتہائی مقدمات و اسباب و مدارج و قوع پر جب نظر ڈالی جاتی ہے تو اس امر میں کوئی شہہر باقی نہیں رہتا کہ وہ ایک مرتب نظام کے ماتحت ہوئی ہے جس میں قصنع اور بناؤٹ کا لگا و نہیں۔ واقع کی واقعیت مخفی ہونے کی چیزیں۔ اس کی نوعیت، صورت، سابق و لاحق کے آثار و اسباب ہی مختلف ہوتے ہیں اور یہی چیزیں وہ ہیں جو صحیح و غلط، واقعیت اور فریب کی تیزی کا معیار ہیں۔

ایک طرف رسالت مآب سے لے کر گیارہویں امام تک مخصوص میں علیہم السلام برابر غیبت امام کے قوع کی خبر دیتے رہے جس کا نتیجہ یہ تھا کہ جلد باز لوگ دھوکا کھا کر درمیان ہی سے

اور بناوٹ کا شبہ ہو سکتا تھا لیکن یہ اتنی برس کے قریب تک قائم رہی جس میں پورے طور پر جانچ پر تال اور واقعہ کی تحقیق اور اصیلیت کے انکشاف کا موقع تھا لیکن کامل انظام و ترتیب کے ساتھ یہ سلسلہ باقی رہا اور اس میں کسی قسم کا انتشار پیدا نہیں ہوا۔

اس عرصہ میں سفراء کی حقانیت و صداقت اُن مسائل و ذرائع سے کہ جو امتحانی و آزمائشی تھے پایہ ثبوت کو پہنچ گئی تھی اور اس لئے ان کے متعلق کسی سوژن کی گنجائش محسوس نہ ہوتی تھی۔ پیشک سفراء کی مرکزیت بھی بر سراقتدار حکام کی نظر میں خار کی طرح کھلکھلنے لگی اور اس میں طرح طرح کی رکاوٹیں ڈالی جانے لگیں جس کا نتیجہ غیبت کبریٰ کی صورت میں رونما ہوا۔

یہ جمہور فرقہ شیعہ کے سفراء پر اعتماد اور کامل وثوق و اطمینان کا نتیجہ تھا کہ سفیر آخر علی بن محمد سمری کے ”لِلَّهِ أَمْرٌ هُوَ بِالْغَيْرِ“ کی لفظوں میں غیبت کبریٰ کی اطلاع دے دینے سے غیبت کبریٰ کا وقوع اُسی طرح متفقہ طور پر مسلم ہو گیا جس طرح اس کے قبل سفراء کی سفارت اور غیبت صغیری کا وقوع۔

اگر شیعی افراد بھی مثل اکثر انسانوں کے ”ہر کس بخیال خوبیش“ اور ”چند دین شکل“ کے اصول پر عامل ہوتے تو کم سے کم یہی وہ وقت تھا کہ مختلف افراد دعوائے سفارت و نیابت کرنے والے پیدا ہو جاتے اور اس طرح ہر شخص اپنے نفوذ و اقتدار کے بڑھانے کی فکر کرتا لیکن یہ بھی نہیں ہوا، وہ حقیقت کے پرستار اور حق کے جویا ہمیشہ حق کے ڈھرے پر قائم رہے۔ انہوں نے ہر بات کو اس کے موقع پر اسی طرح تسلیم کیا جس طرح ان کو وہ صحیح معلوم ہوئی اور دلائل نے اس کے تسلیم کرنے پر مجبور کیا۔

یہ سوال کم سے کم مجھ کو تو عجیب معلوم ہوتا ہے کہ غیبت امام کے بعد امام کے وجود کا فائدہ کیا ہے؟ اس لئے کہ میں کافی توضیح سے اس امر کو ثابت کر چکا ہوں کہ غیبت امام کا زمانہ ۲۹ھ (سال

افراد انسان کے افتاد طبیعت پر نظر کرو، ایک آنکھ سے غائب ہستی کے سامنے سراحت اف خم کرنے کی گرانی کو دیکھو۔ ایک ایسے منصب کے ادعاء کے لئے جس کا کوئی مدعی ظاہر میں موجود نہ ہو مختلف اشخاص کے فطری طبع و رغبت کے جذبہ کا اندازہ کرو۔ اور پھر خلقت کے بھیڑ یا دھسان ہونے کا احساس کرو کہ کس طرح ہر آواز پر بلیک کہنے والے کچھ نہ کچھ پیدا ہو ہی جایا کرتے ہیں۔ ان تمام اسباب کا ناگزیر نتیجہ یہ ہے کہ امام حسن عسکریٰ کی وفات کے بعد امامیہ فرقہ کے افراد میں طوائف الملوکی پیدا ہو جاتی اور تشتت و افتراق سے شیرازہ اتفاق منتشر ہو جاتا اور بوقت واحد مختلف بار ہویں امام اور ان کے کچھ نہ کچھ مانے والے پیدا ہو جاتے اور امام غائب کے وجود کا خیال اگر باقی بھی رہتا تو اس کے تسلیم کرنے والے بہت کم ہوتے۔

لیکن صورتِ حال بالکل اس کے خلاف نمودار ہوئی، یعنی امام یازدهم کے انتقال کے بعد عراق و جاز، ایران کے دور دراز تقاطع اور ان کے متفرق افراد میں ایک اہر تھی جو دوڑگئی کہ اب دو غیبت ہے اور کوئی امام وقت ظاہر نہیں ہے۔

آخر یہ کیا تھا؟ یہ انہی پیشین گوئیوں کا نتیجہ تھا جنہوں نے غیبت کو کوئی خلاف توقع امر باقی نہیں رکھا تھا بلکہ افکار و خیالات کو اس کی طرف متوجہ کر کے طویل عرصہ سے اس کا منتظر بنا دیا تھا اور اس لئے کامل صبر و سکون اور اطمینان کے ساتھ اس کا خیر مقدم کیا گیا اور کسی قسم کا اضطراب و انتشار نمودار نہ ہونے پایا۔

پھر اس کے ساتھ سفر کا وجود اور زیادہ اطمینان کا باعث تھا اور کامل تنظیم کے ساتھ افراد شیعہ کا رابطہ اتصال سفیر وقت کے ساتھ قائم ہوتا تھا اور وہ ان کے تمام مسائل و عراض کے جوابات کا ذریعہ ہوا کرتا تھا،

یہ صورت حال اگر کم زمانہ تک باقی رہتی تو بھی اس میں تصنیع امام زمانہ نمبر

اس کے لئے میں اپنے محترم ناظرین سے صبر و سکو کے چند  
لحوں کا خواستگار ہوں۔

### غیبت امام کا فلسفہ

#### امن و امان کی حفاظت

”امن و امان“ خوشگوار مفہوم ہے، دنیا کی تمام متمدن و مہذب قویں اس کی دل سے طالب ہیں اور اس کو عالم کے صبر و سکون اور اطمینان کا ذریعہ خیال کرتی ہیں، روزانہ ایسے لائجہ عمل بنائے جاتے ہیں جن کے ذریعہ دنیا سے جنگ و بے امنی کا خاتمه ہو اور امن و امان کا دور دورہ ہو جائے۔

سلطنتی معاهدے مجلس اقوام کی تشكیل اور تخفیف قوائے حربیہ کی تحریک ان سب کا مقصد ایک اور نصب اعین متعدد ہے اور وہ وہی امن و امان ہے لیکن جہاں تک حالات کا مشاہدہ کیا جاتا ہے یہ تمام تجویزیں صرف اسی ورسی حیثیت رکھتی ہیں جن کو شرمندہ مفتی نہیں سمجھا جاسکتا۔ وہ مقصد جس کے حصول کے لئے یہ تمام صورتیں اختیار کی جاتی ہیں بہت دور ہے، بلکہ اس کے خلاف سلطنتوں کے باہمی رشک و رقبت میں اضافہ ہی ہو رہا ہے اور وہ وقت دور نہیں جب یہ تمام کاغذی معاهدے اور تجویزیں روڈی کی ٹوکری کا حصہ ہو جائیں اور انہی متمدن حکومتوں کے اندر ایسی آویزش ہو جو جنگ عظیم کے واقعات کو وقف طاق نسیان بنادے۔ یہ سب آخر کیوں؟ اسلئے کہ ظاہر باطن کا آئینہ دار اور اعضاء و جوار نفس ناطقہ یا خمیر کے فرماں بردار ہوتے ہیں جب تک دلوں میں خود غرضی، خود خواہی، خود پروری کے جذبات کا فرمایا ہیں، اپنے مفاد کی مقابل دوسرے کی اہم سے اہم ضرورت کوئی چیز معلوم نہیں ہوتی، جہانداری و جہاں بانی کا شوق غالب ہے اور توسعہ مملکت کا خیال سر کے اندر موجود ہے، ظاہری طاقت و جرودت کا غرور کمزوروں کی ذرا سی بات کو بڑا اور اپنے بڑے سے بڑے جرم کو چھوٹا دکھلانے پر تیار ہے۔

•••••  
•••••

غیبت کبریٰ) یہ ۲۰۰ھ (سال غیبت صغیری) میں منحصر نہیں ہے بلکہ اس کے قبل بھی امام بحیثیت امام غائب ہی تھے اور امامت پر دہ غیبت میں مستور تھی۔

پھر جو فائدہ امام کا اس وقت تھا یعنی یہ کہ امام انہی پردوں میں رہ کر ہدایت خلق کے فریضہ کو نجام دیں وہی اب بھی باقی ہے۔ میں نے اس زمانہ کے حضور کی نوعیت اس طور پر واضح کی ہے کہ درحقیقت وہ پردوے جن کے پیچھے امامت کا جلوہ مخفی رکھا جاتا تھا جو محسوس تھے۔ اگر نخور کیا جائے تو اتنے عرصہ تک پردوں کو محسوس رکھنے کا منشاء بھی یہی تھا کہ لوگوں کو دکھا دیا جائے کہ دیکھو ہم پردوں میں رہ کر ہدایت خلق اور حفاظت شریعت سے جو ہماری امامت کا اصلی مقصد ہے غافل نہیں ہوتے اور اس کو کسی نہ کسی طرح انعام دیتے ہیں بھر اگر ہم کسی وقت تھاری آنکھوں سے اوچھل اور تمہارے ظاہری حواس سے غائب ہو جائیں تو یہ نہ سمجھ لیانا کہ ہم نے اپنے مقصد کو ترک کر دیا اور اپنے فریضہ تبلیغ سے غافل ہو گئے۔ اور اسی برس تک سفارت کے سلسلہ کا قائم رکھنا اپنے وجود کے کامل طور پر اثبات کے لئے تھا جس کے بعد شک و شبہ کی گنجائش نہ ہو۔ یہ کہنا کہ ”موجودہ وقت میں امام کی جانب سے ہدایت کس طرح ہوتی ہے جو ہم کو معلوم نہیں“، مصحتکے خیز ہے۔

کیا زمانہ حضور امام میں جن جن پردوں کے اندر اصلاح امت کے فرض کو نجام دیا گیا ہے ان میں فریق ثانی کو بھی اس امر کا احساس ہوتا تھا کہ ہم کو ایک امام وقت بحیثیت امام ہدایت کر کے فریضہ تبلیغ کو ادا کر رہا ہے؟

اس صورت سے تو پرده کا مقصد فوت ہو جاتا اور سر بستہ راز بے پرده ہو کر سامنے آ جاتا۔

بس اب اس سوال کا حل رہ جاتا ہے کہ آخر غیبت امام کا فلسفہ کیا ہے اور امام نے غیبت اختیار کیوں کی؟

•••••  
•••••

امام زمانہ نمبر

•••••  
•••••

جو ہر کی کامل نگہداشت کی جو شخص ان کی تاریخ زندگی میں عین نظر کرے اس کو پتہ چلے گا کہ انہوں نے اپنی حیات کے ہر دور میں فتنہ و فساد کے شعلوں کو خاموش اور امن و امان کو قائم رکھنے کی جدوجہد کی، انہوں نے اس کی خاطر اپنے حقوق سے ہاتھ دھوئے، مصائب برداشت کئے، تکلیفیں سہیں، مظالم جھیلے لیکن کسی ایسے اقدام سے گریز کیا جو اختلاف اگلیزی و فتنہ خیزی کا موجب ہو، انہوں نے اس اہم پہلو کو ہمیشہ اپنے پیش نظر کھا کہ ہم پر جو کچھ گذر جائے اور جو صورتیں بھی پیش آئیں لیکن ملک کی فضائی مکرانہ ہوا اور اس کے سکون و اطمینان میں دھکانہ لگے ان کی زندگی کا اصول اساسی عدم تشدد اور ظلم و استبداد کے مقابلہ میں مظلومیت و مقہوریت تھا جس کے ساتھ وہ اپنے حقیقی مقاصد کے حصول میں بھی کوشش رہے۔

رسالتِ اب کے بعد ہی ان کے وصی امیر المؤمنین علی بن ابی طالبؑ کو جس صورت حال سے مقابلہ کرنا پڑا وہ تاریخ کے اوراق پر اب تک موجود ہے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ علیؑ کی تواریخ و تھی جس نے جوانی میں احمد خیبر و خندق ایسی لڑائیاں فتح کیں اور بڑھاپے میں جمل و صفين و نہروان ایسے معز کے سر کئے، وہ ادھیڑپن میں بھی ان کے پاس موجود تھی، ان کے بازوؤں کی طاقت اور دل کی قوت نے بھی جواب نہ دیا تھا، پھر کیا تھا کہ اپنے حقوق کو ضائع ہونے دیا، اپنے دروازہ پر لکڑیاں جمع ہوتے دیکھیں، اپنے گلے میں رسی بندھوائی اور سب سے بڑھ کر معصومہ کبریٰ فاطمہؓ ہر اپر وہ مظالم ہوتے دیکھے جن کا تذکرہ بھی دلدوڑ ہے لیکن صبر کیا۔ پیشک مقہور قبیلہ بنی امیہ کے بزرگ خاندان ابوسفیان نے آکر کہا تھا: ”لَوْ شِئْتَ لَمْ لَثُثْهَا حَبَّالًا وَرِجَالًا“، ”اگر آپ چاہیں تو مدینہ کو میں آپ کی مدد کے واسطے سوار و پیادہ سے بھر دوں“ لیکن روحانیت اسلام کے محافظ، امن و امان کے حامی امیر المؤمنینؑ نے ابوسفیان کو تلخ ترین جواب دیا جس کے

اس وقت تک دنیا حقیقی امن و امان سے دوچار نہیں ہو سکتی اور نہ اس میں سکون و اطمینان کا دور دورہ ہو سکتا ہے، یہاں اگر کچھ دن کے لئے ظاہری سمجھتوں کی بنا پر فضائیں سکون نظر آئے بھی تو وہ بالکل عارضی ہے کیونکہ وہ نفسانی خواہشات کے پڑھات جھگڑوں کا مقابلہ کر سکے گا جو آندھی کی صورت سے آنے والے ہیں۔

اسلام دنیا میں امن و امان کا پیغام لے کر آیا تھا اور عین اس وقت کے جب عربستان جنگ آزمائی و فتنہ خیزی کا آماج گاہ تھا اور بات بات پر لڑ مرتا اور اپنے اور دوسرے کے خون کو ایک کرنا ان کی طبیعت و فطرت کا جزا عظم بنا ہوا تھا اسلام ہی تھا کہ جو اتحاد و اتفاق اور رواداری و عافیت پروری کا سبق دے رہا تھا اور مختلف طائفتوں کو سلسلہ تنظیم میں کمپت اور ہم آہنگ بنایا کر عالم میں وحدت و مساوات کے اصول کی نشر و اشاعت میں مصروف تھا لیکن پیغمبر اسلام کے بعد مسلمانوں کی زمام اصلاح و تربیت جن باقتدار ہاتھوں میں گئی وہ خود ان جذبات سے بلند نہ تھے کہ جو دنیا کے امن و امان کے واسطے با دسموم اور سم قاتل ہیں اور وہ اسلامی تعلیمات کے اصلی جو ہر کو بھی پورے طور پر پہچان نہ سکے تھے اس لئے انہوں نے اس کی ترقی کثرت فتوحات اور تفسیر ممالک میں مضمون سمجھی اور بزور شمشیر لوگوں کو اس کا پابند بنایا کہ اس کی مردم شماری میں اضافہ کیا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ آج اس دور تمن و تہذیب میں جب کہ دنیا زبان سے ”امن و امان“ کی نام لیا ضرور ہے چاہے عمل سے وہ کامیاب طریقہ پر اس کی پابند نہ ہو سکے اسلام کو امن و امان کا دشمن اور اس کی ترقی و اشاعت کو خوزیزی و امن سوزی کا نتیجہ قرار دیا جاتا ہے جو اس پر ناروا الزام کی حیثیت رکھتا ہے لیکن اس کے لگائے جانے کی ذمہ داری خود اسلامی افراد کے سر عائد ہوتی ہے۔

اکھر الہمیت جو حقیقت روحانیت اسلام کے محافظ اور اس کے اسرار حفاظت کے حامل تھے انہوں نے اپنے طرزِ عمل میں ہمیشہ اس

طور پر قائم، اس طرف امیر المؤمنینؑ کی شہادت اور حسن مجتبیؑ کے بر سر حکومت ہونے نے صورت حال میں ذرا تازگی پیدا کر دی تھی اور اس لئے حسن مجتبیؑ کا معاویہ سے برس پریکار ہونا جس کے لئے امیر المؤمنینؑ کے بقیہ ساتھی بے چین تھے ایک حد تک جارحانہ صورت اور ملک گیری کی خواہش میں امن سوزی کا شائبہ رکھتا تھا اس لئے امام حسنؑ نے صلح کر لی اور دنیا کو دکھلا دیا کہ اجتماعی شیرازہ بندی کے لئے کس طرح شخصی منافع کو پامال ہونے دیا جاتا ہے۔ انہوں نے اس صلح کے بعد طرح طرح کے مصائب جھیلے و شمنوں اور ظاہری دوستوں کی زبان سے سخت و سست کلمات سنے اور دل آزار طعن و شنیع اور روح فرسا الزامات کو برداشت کیا، یہ سب کس لئے؟ صرف امن و امان اور عام افراد کے راحت و اطمینان کی خاطر۔

وہ برس تک امام حسینؑ کا بھی صبر آزمائشوں کے باوجود تحمل سے کام لینا صرف اسی کی خاطر تھا اور وہ یزید کے خلیفہ ہو جانے پر بھی سکوت ہی سے کام لیتے اگر خود ان سے بیعت طلب نہ ہوتی، جس بیعت کو وہ اسلام کے لئے مہلک ترین ضرب سمجھتے تھے اور وہ تھی بھی ایسی، لہذا انہوں نے صرف مفاد اسلامی کی خاطر بیعت سے گریز کیا۔ اگر انھیں بڑنا ہی منظور ہوتا اور یزید سے مقابلہ کرنا تو وہ مدینہ میں رہ کر ہی اطراف و جوانب میں خطوط لکھتے اور ایک بڑا لشکر جمع کرتے یا مکہ میں طائف وین کے شہروں سے امداد حاصل کرتے جو علی اہن ابی طالبؑ کے شیعوں سے چھلک رہے تھے۔

لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا، انھیں تو ملک میں فتنہ و فساد کے شعلوں کو بھڑکانا منظور نہ تھا، وہ امن و امان کو ہر چیز پر مقدم سمجھتے تھے۔ بس وہ بیعت سے فرار کئے ہوئے ایک جگہ سے دوسرا جگہ اور دوسری سے تیسرا جگہ جارہے تھے اور یہی مسلک ان کا آخر تک باقی رہا۔

انہوں نے کربلا پہنچنے کے بعد آخری وقت فرست تک بھی عمر

بعد اس کو کچھ کہنے کی بھی جرأت نہیں ہوئی۔ انہوں نے کہا: ”مَا زِلتَ عَدُوًّا لِلْإِسْلَامِ فِي جَاهِلِيَّتِكَ وَإِسْلَامِكَ“ ”تو اسلام کی عداوت سے بازنہ آیا جا بیت میں بھی اور اسلام میں بھی“ وہ خوب جانتے تھے کہ بحالت موجودہ تواریخاً اسلام کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فنا کر دے گا، ان کو معلوم تھا کہ اس وقت شمشیر انقام کا نیام سے ہیچپنا تمام ملک کو خوزیزی کے عظیم سمندر میں ڈبو دینا ہے۔ انہوں نے ملک کے مفاد کو اپنے شخصی مفاد پر مقدم رکھا، اور ۲۵ برس خانہ نہیں میں گزار دیئے۔ انہوں نے اپنی بلند حوصلگی و عالیٰ ظرفی کے تقاضا سے بھی حکومت وقت کو مشکل اوقات میں امکانی امداد پہنچانے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ مشورے دیئے مسائل کو حل کیا، قضایا کو فیصل کیا یہ سب اس لئے کہ نظامِ مملکت میں انتشار نہ ہو اور اسلام کا شیرازہ بکھرنے نہ پائے۔

دوسروں کے برس اقتدار ہونے پر زبانی احتجاج و استدلال پر اکتفاء اور عملی حیثیت سے سکوت کر کے انہوں نے ثابت کر دیا کہ ہم صرف اپنے ذاتی مفاد کے لئے اگرچہ وہ جائز حقوق کی حفاظت کے لئے ہو جارحانہ اقدام نہیں کرتے اور خود اپنی طرف سے دنیا کے امن و امان کو صدمہ نہیں پہنچاتے۔

بیشک جب مسلمانوں کے اتفاق آراوا کثریت نے بلا نزاع و اختلاف خود آپ کے سامنے سرتسلیم خم کر دیا اور نظام حکومت کی ذمہ داریاں آپ کی طرف عائد ہو گئیں تو ایسے لوگ جنہوں نے ذاتی اغراض کے ماتحت اسلامی نظم و نسق کو درہ ہم اور عالم اسلامی کے شیرازہ کو منتشر اور اس کے امن و امان کو فنا کرنا چاہا ان کے تاویلی ہم کی جانب توجہ مبذول کرنا ضروری تھی جو خالص مدافعانہ حیثیت سے انجام پذیر ہوئی۔

صفین کی تحریک کے بعد امیر معاویہ کے لئے ایک مضبوط اقتدار حاصل ہو گیا تھا اور شام و مصروف گیرہ میں ان کی سلطنت پورے امام زمانہ نمبر

ہر نفس میں ان کی زندگی کو فنا کرنے کے درپے رہیں اور باطنی ضرب یا ظاہری ضرب شمشیر سے ان کے روح و بدن میں جدائی ڈالنا چاہیں۔

اب دو حال سے خالی نہیں یا تو قدرت ان کو کافی قابودے کر انھیں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جانے دے اور امام صبر و سکون کے ساتھ اپنی جان کو جانے دیں۔ جیسا کہ اس کے قبل ہوتا رہا تو خدائی نصب العین ہاتھ سے گیا اور سلسلہ امامت منقطع ہو گیا اس لئے کہ یہ پہلے سے طے ہو گیا ہے کہ ائمہ بس بارہ ہی ہونے والے تھے۔

اور یا ہر مرتبہ ان کی مدافعت ہو اور ان کی طاقتلوں کو توڑنے، ان کے منصوبوں کو باطل کرنے، ان کے ارادوں کو ناکامیاب بنانے کے اسباب مہیا ہوں اور اس طرح امام کی حفاظت کی جائے تو کیا یہ تصادم و تقابل کا ایک غیر محدود سلسلہ ہو گا اور کیا اس کے بعد دنیا کا امن و امان باقی رہ سکتا ہے؟

دنیا و اہل دنیا کی افتاد طبع یہ ہے کہ اگر ایک مرتبہ مقصد میں کامیابی ہو تو دوبارہ زیادہ ساز و سامان سے اس کی کوشش اور پھر ناکامیابی پر تبارہ اس سے زیادہ اور یوں ہی جب تک جان میں جان ہے کوشش کا سلسلہ قائم رہے اب ذرا صحیح تفکر کے ساتھ اس صورت کا اندازہ کرو تو تم کو جسم طریقہ پر یہ نظر آئے گا کہ اگر پہلی دفعہ انفرادی حیثیت سے گرفتاری یا قتل کی کوشش ہوئی اور وہ ناکامیاب ثابت ہوئی تو دوسری مرتبہ اجتماعی حیثیت سے چند آدمیوں کی معیت میں اور اس پر بھی مقصد نہ پورا ہوا تو ایک فوج کے ساتھ اور وہ ایک مرتبہ ناکام ثابت ہوئی تو دوبارہ اسلحہ کے اضافہ اور فوج کی زیادتی کے ساتھ اور اس طرح یہ ایک طویل سلسلہ ہو گا فتنہ و فساد اور تصادم و تقابل کا جو دنیا سے صبر و سکون کو مفقود اور راحت واطمینان کو نایاب بنانے کا ذمہ دار ہے اس کے لئے صرف ایک یہی صورت کامیاب تھی کہ امام کا وجود باقی رہے لیکن دنیا کی نظروں سے پوشیدہ اور لوگوں کی

بن سعد کو فہماں کی ہے اور کہا ہے کہ مجھ کو پہاڑوں میں چلا جانے دو، ملک عرب کے حدود سے باہر نکل جانے دلیکن جب معلوم ہو گیا کہ فریق مقابل کے ہزاروں تواروں نیزوں کو صرف حسین اور ان کے ساتھیوں کے خون کی ضرورت ہے اور کچھ نہیں ہے تو وہ کمال بلند حوصلگی سے اس کے لئے تیار ہو گئے اور روز عاشور کے مرتع کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے خون سے رنگین بنانے۔

سید سجاد اور ان کے بعد سے امام حسن عسکریؑ تک تمام ائمہ معصومینؑ کی عمریں بھی بالکل خاموشی میں گذریں، انھوں نے جیل خانوں میں رہنا، نظر بند ہونا، غل و زنجیر کا پہننا اور تنہائی میں بس کرنا گوارا کیا لیکن کبھی اپنے تبعین کو جنگ کی طرف دعوت نہیں دی بلکہ ہمیشہ خود اپنے خاندان میں سے ان لوگوں کے افعال سے برآت کی جنھوں نے شمشیر انتقام کو کھینچ کر آتش حرب کو مشتعل کرنا چاہا اور اپنے ساتھیوں کو ان کا ساتھ دینے سے ممانعت کی۔

یہ سب کس لئے؟ ملک کے امن و امان، عالم کے راحت واطمینان کی خاطر۔

اس امن پسندی و عافیت گزینی کے باوجود تجزیوں نے بتالیا کہ صرف ان کے ذاتی کمالات کے باعث جو فطرۃ لوگوں کی گرویدگی کا باعث تھے دنیا ان کی زندگی کی زندگی کی شمن ہے اور اس لئے برابر ان کی زندگی کے چراغ دشمنوں کے ظلم و استبداد کی آندھیوں سے خاموش ہوتے رہے جس کو انھوں نے کامل صبر و تحمل کے ساتھ انگیز کیا اس لئے کہ ابھی امامت کا سلسلہ باقی تھا۔ وہ اپنی زندگی کو ختم کر کے امامت کی ذمہ دار یا ایک دوسری ہستی کے سپرد کر جاتے تھے۔

لیکن نوبت آئی امام ثانی عشرتی، وہ جن پر اس سلسلہ کا اختتام اور اس نظام کی انتہاء ہے، دنیا و اہل دنیا کی افتاد طبع دیکھتے ہوئے یہ امر ناگزیر ہے کہ ان کی نسبت بھی ارباب دولت و اقتدار کا رویہ وہی رہے جو ان کے قبل ان کے اجداد کے ساتھ رہا کیا یعنی وہ زندگی کے

امام زمانہ نمبر

منصوبہ بازیاں صرف کر دیں گے جس کا ر عمل یہی ہے کہ ان کی  
ہمتوں کو پست اور ان کی طاقتلوں کو مصلحت اور ان کے ارادوں کو شکست  
دے کر دین حق کو محفوظ اور اس کے بول کو بالا رکھا جائے اور اس طرح  
**لِيُظْهِرَهُ عَلَى الْدِّينِ كُلِّهِ** کا وعدہ پورا ہو۔

یہ حقیقت حال سے ناویقیت کا نتیجہ ہے کہ حضرت جنت کی  
ان لڑائیوں پر اصول امن و امان کے تحت میں حرف گیری کی جائے  
جب کہ وہ لڑائیاں مدافعانہ حیثیت رکھتی ہیں اور امن و امان کی  
حفاظت کے لئے ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے ہیں جو شخصی اقتدار  
اور ذاتی استبداد کی خاطر اجتماعی روح حیات کو فنا اور امن و امان کی نظم  
کو درہم و برہم کرنا چاہتے ہیں۔

اس طرح دین اللہی کا دور دورہ تمام عالم میں منتشر ہو جائے گا  
اور حق و صداقت کا آفتاب، آفتاب نیم روز بن کر دنیا میں چکنے لگے  
گا، یہاں تک کہ حکم اللہی پورا ہو اور ہوائے فنا سے آخری چراغ  
امامت کی لوہجی محفوظ نہ رہے لیکن یہ وہ وقت ہو گا کہ جب دنیا کی بھی  
زندگی ختم ہے اور قیامت کے ہولناک اسرار و آثار کے ظہور کا وقت  
ہے۔

اس مطلب کی طرف خود جناب رسالتاًبؐ نے متعدد  
حدیثوں میں بہت لطیف عنوان سے اشارہ فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو  
صواعق محرقة ابن حجر کی (مطبوعہ مصر، ص ۱۱۳)

**أَخْرَجَ أَبُو يَعْلَى عَنْ سَلْمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ النُّجُومُ أَمَانٌ لِأَهْلِ السَّمَاءِ وَأَهْلُ بَيْتِي أَمَانٌ لِأُمَّةِنِّي.**

”ستارے اہل آسمان کے لئے امن و امان کا باعث اور  
میرے اہلبیت میری امت کے لئے امن و امان کا ذریعہ ہیں۔“  
اس روایت کو حضرت رسول ﷺ سے ابو یعلیؓ نے اپنی سند سے نقل  
کیا ہے۔

آنکھوں سے اچھل، اور وہ اسی پردہ میں رہ کر غیر محسوس طریقہ پر اپنے  
فرائض کو انجام دیں۔ اس میں نہ تو مقصداً امامت کا فوت ہے اور نہ دنیا  
کے سبر و سکون میں خلل۔

امامؐ کی غیبت یقیناً دنیا کے امن و امان کی خاطر تھی جس کے  
سامنے مقصد کا تحفظ بھی مضبوط طریقہ پر انجام پذیر ہو۔  
ضرورت ہے ان کے وجود کی بھی اور ان کے غیبت کی بھی۔  
کب تک؟ جب تک کہ خدا کو اس کارگاہ عالم ہستی کا ایک طویل  
مدت تک باقی رکھنا منظور ہے۔ بیشک جب دنیا کی عمر قریب ختم پہنچے  
اور یوم موعود نزدیک، اس وقت ہدایت خلق کی تمام مضمراً طاقتیوں کے  
ظاہر ہو جانے کا وقت اور **لِيُظْهِرَهُ عَلَى الْدِّينِ كُلِّهِ** والے وعدہ  
کے پورا ہونے کا موقع ہے، وہ وہ زمانہ ہے کہ پردہ غیبت چاک ہو  
اور امام عصر ظہور فرمائیں۔

ان کی حقانیت کا ثبوت بھی شمشیر و خنجر اور تیر و ٹنگ کی طاقتیوں کا  
ممنون احسان نہ ہو گا بلکہ آسمانی نشانیاں اور کائنات عالم کی متفقہ  
گواہیاں اور خداوندی آیات و علامات کی متواتر تجلیاں ان کے ظہور  
کے قبل و بعد ان کی نقاہت کا فرض انجام دے کر فراد بشر کے سامنے  
ان کا بہتر سے بہتر تعارف کر دیں گی جن کے بعد کسی منکر کے لئے  
حیلہ حوالہ اور شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے گی۔ ان کا ظہور بالکل  
اپنے جد امجد اور مورث اعلیٰ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
کے ظہور کی تصویر ہو گا اور اسی صورت سے اعلاء کلمۃ الحق ان کا نصب  
العین لیکن جس طرح رسول کو توار اٹھانا پڑی ان لوگوں کے ہاتھوں  
محصور ہو کر جو خود آپ کی تحریک کو پامال کرنے کے لئے خوزیری زی  
و امن سوزی پر آمادہ ہو گئے تھے اسی طرح ان کے مقابلہ میں خود وہ  
جنپیں اپنے باطل اقتدار کی بنیادوں میں اس حقانی طاقت کے ہاتھوں  
زلزلہ محسوس ہو گا وہ اس کی بخش کنی پر ہر امکانی جدوجہد سے آمادہ  
ہو جائیں گے اور آپ کے مقابلہ میں صفاتی و فوج کشی میں اپنی

امام زمانہ نمبر

عَنِ الشَّعْرَى عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ بَيْنَا تَحْنَى عِنْدَ ابْنِ  
مَسْعُودٍ نَعْرُضُ مَصَاحِفَنَا عَلَيْهِ إِذْ قَالَ لَهُ فَتَىٰ هُلْ  
عَهْدَ الْيَكْمُمْ تَبِيِّكُمْ كَمْ يَكُونُ مِنْ بَعْدِهِ خَلِيفَةً قَالَ  
إِنَّكَ لَخَدِيْعُ السِّنَّ وَإِنَّ هَذَا الشَّئْ مَا سَأَلَنِي عَنْهُ حُدْ  
قَبْلَكَ نَعَمْ عَهْدَ الْيَكْمُمْ تَبِيِّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَنَّهُ يَكُونُ بَعْدَهُ إِثْنَا عَشَرَ خَلِيفَةً بَعْدِ نُقَبَاءِ بَيْنِ  
إِسْرَائِيلَ.

”مسروق کی روایت ہے کہ ایک روز ہم ابن مسعود کے پاس بیٹھے ہوئے اپنے قرأتوں کو پیش کر کے صحیح کر رہے تھے کہ ایک مرتبہ ایک جوان نے ابن مسعود سے پوچھا: ”تمہارے نبی نے کسی قرارداد کے ذریعہ سے یہ بھی بتایا ہے کہ ان کے بعد کتنے خلیفہ ہوں گے؟“ ابن مسعود نے کہا ”تم تو کمن ہوا ریسے سوال ایسا ہے کہ جو تمہارے قبل کسی نے مجھ سے نہیں کیا تھا۔ ہاں بیٹک ہمارے رسول نے ہم سے یہ عہد دیا کہ آپ کے بعد نبتابے بنی اسرائیل کی تعداد کے موافق ۱۲ رخلافاء ہوں گے۔“

صحیح مسلم کی حدیث ہے:

لَا يَزَّلُ الْبَرِّيْنُ قَاعِمًا حَتَّىٰ تَقُومَ السَّاعَةُ وَيَكُونَ  
عَلَيْهِمَا إِثْنَا عَشَرَ خَلِيفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرْيَشٍ۔

”بیشہ دین قائم رہے گا یہاں تک کہ قیامت آئے اور تمام لوگوں کے رکیس بارہ خلیفہ ہوں گے جو سب قریش سے ہوں گے۔“ دین کے قیامت تک قائم رہنے کی تمہید کے ساتھ افراد بشر میں ۱۲ رخلافاء ہونے کی خبر دینا صاف طور سے بتلاتا ہے کہ وفات رسول سے روز قیامت تک کی مجموعی مقدار کہ جس میں دین کا قیام وبقاء ہے پورے ۱۲ رخلافاء پر منقسم ہے خصوصاً جب اس کے ساتھ ضمیمہ لگایا جاتا ہے۔

سنن ابو داؤد کی روایت ہے کہ

ایک دوسری روایت میں یوں ہے:

أَهْلَ بَيْتِنِي أَمَانٌ لِأَهْلِ الْأَرْضِ فَإِذَا هَلَكَ أَهْلُ  
بَيْتِنِي جَاءَ أَهْلَ الْأَرْضِ مِنَ الْأَلْيَاتِ مَا كَانُوا يُوعَدُونَ۔  
”میرے اہلبیت اہل زمین کی حفاظت و امان کا سبب ہیں،  
بس جب میرے اہلبیت اٹھ جائیں گے تو اہل زمین کے لئے وہ  
نشانیاں (آثار قیامت) ظاہر ہونا شروع ہو جائیں گی جن سے ان  
کوڈ رایا جاتا رہا ہے۔“

امام احمد بن حنبل کی روایت ہے:

فَإِذَا ذَهَبَ النُّجُومُ ذَهَبَ أَهْلُ السَّمَاءِ وَإِذَا  
ذَهَبَ أَهْلُ بَيْتِنِي ذَهَبَ أَهْلُ الْأَرْضِ۔

”جب ستارے فنا ہوں گے تو اہل آسمان کی فنا کا وقت ہے  
اور جب میرے اہلبیت اٹھیں گے تو بس پھر اہل زمین کے فنا  
ہونے کا وقت ہے۔“

علامہ ابن حجر نے صفحہ ۹۳ میں ان احادیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

وَذِلِكَ عِنْدَ نُزُولِ الْمَهْدِيِّ لِمَا يَأْتِي فِي أَحَادِيثِهِ  
أَنَّ عِيسَى يُصَلَّى خَلْفَهُ وَيَقْتُلُ الدَّجَالَ فِي زَمْنِهِ وَبَعْدَ  
ذِلِكَ تَتَابُعُ الْأَلْيَاتُ۔

”یہ صورت امام مهدیؑ کے ظہور کے بعد ہوگی اس لئے ان احادیث میں یہ وارد ہوا ہے کہ عیسیٰ آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور دجال آپ کے زمانہ میں قتل کیا جائے گا، بس اس دور کے بعد آیات قدرت (آثار قیامت) پے در پے ظاہر ہونا شروع ہو جائیں گی۔

اس کے ساتھ ان احادیث پر بھی نظر ڈالنا چاہئے جن میں خلافاء و آئمہ حقیقی کی تعداد بتائی گئی ہے کہ وہ بارہ ہوں گے۔

ملاحظہ ہو یہ ناج مودہ مطبوعہ استنبول، ص: ۲۳۵

امام زمانہ نمبر:

کے سوا کچھ نہیں ہے۔

## مہدی موعود کے ظہور کی پیشین گوئی

## اور اسلام کے متفقہ احادیث

مہدی موعود کا نام و نسب اور ان کے اوصاف  
و خصوصیات اور ظہور کے علامات

مہدی موعود کے ظہور کا مسئلہ ایسا نہیں ہے جو اسلامی دنیا میں کوئی اختلافی حیثیت رکھتا ہو یا اس میں کسی خاص فریق کو خصوصیت حاصل ہو بلکہ مسلمانوں کے مستند احادیث جن پر ان کے ارکان مذہبی اور اصول دینی کا دار و مدار ہے وہ اس نقطے پر متفق ہیں اور اسی لئے ہزاروں اختلافوں کے باوجود اصل مہدی کے ظہور میں مسلمانوں کے اندر کوئی اختلاف نہیں ہے یہ احادیث مبہم صورت بھی نہیں رکھتے کہ جن میں مہدی کی شخصیت کو غیر محمد و افراد کے اندر مرد و چھوڑ دیا ہو بلکہ ان میں خصوصیات و اوصاف کے ذریعہ سے مہدویت کے دائرہ کو محدود سے محدود تر بنادیا گیا ہے

سوا داعظم کے جو اعجم حدیث ان احادیث سے مملو ہیں اور بہت سے اکابر حفاظ و شیوخ نے خاص حضرت مهدی کے متعلق رسالے اور کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں سے امام حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف کنجی شافعی متوفی ۸۵۸ھ کی کتاب ”البیان فی اخبار صاحب الزمان“، خوش قسمتی سے میرے پیش نظر ہے جو ۱۳۳۴ھ میں دنیاۓ اسلام کے ممتاز مرکز علم و دارالسلطنت مصر میں طبع ہوئے۔

اس کتاب کا تذکرہ خود مصنف نے اپنی مشہور کتاب ”کفاریۃ الطالب“ کے آخر میں کیا ہے اور کتاب چلپی کی کتاب ”کشف الظنون“ میں بھی اس کا ذکر باس الفاظ موجود ہے: **آلَبَيَانُ فِي أَخْبَارِ صَاحِبِ الزَّمَانِ لِلشَّيْخِ أَبْيَعِ عَبْدِ اللَّهِ حُمَّادِ بْنِ يُوسُفِ الْكَتَّجِي الْمُتَوَفِّيِّ سَنَةً ثَمَانِيَّ وَخَمْسِينَ**

لَا يَرَأُ أَلْهَدَنَ الَّذِينَ عَزِيزًا إِلَى إِثْنَيْ عَشَرَ خَلِيفَةً  
كُلُّهُمْ مِنْ قُرْيَشٍ -

”ہمیشہ یہ دین عزت دار رہے گا جب تک کہ ۱۲ رخفاۓ کا سلسلہ افراہ ہے جس سے قلمش سے مبتلا ہو جائے گا۔“

## اور صحیحین کی دوسری حدیث

لَا يَرَأُ أَمْرُ النَّاسِ مَاضِيًّا مَّا وَلِيَهُمْ إِنْ شَاءَ عَشَرَ  
خَلِيقَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرْبَيْشِ -

”لوگوں کا دین اس وقت تک جاری و نافذ رہے گا کہ جب تک ۱۲ رخلافاء ان کے والی ہیں کہ جو سب قریش سے ہوں گے۔“

اور تیسرا روایت:

إِنَّ هَذَا الْأَمْرَ لَا يَنْقَصُهُ حَتَّىٰ يَمْضِيَ فِيهِمْ إِثْنَا  
عَشَرَ حَلِيلَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرْيَشٍ -

”یہ امر دین منقضی نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ بارہ خلفاء گذر نہ جائیں جو سب کے سب قریش ہوں گے۔“

ان احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ دین کا قیام و بقاء ان خلافاء کے دم تک ہے اور پہلی حدیث میں تصریح ہے کہ دین کا قیام و بقاء روز قیامت تک ہے، اس سے صریحی نتیجہ نکلتا ہے کہ ان بارہ خلافاء کو وفات رسولؐ سے لے کر قیامت تک کی مجموعی مدت میں موجود رہنا ہائے۔

تاج و تخت کے مالک ظاہری خلفاء کا حساب کیا جائے تو شروع سے لے کر اس وقت تک کی مجموعی تعداد کئی درجنوں تک پہنچتی ہے اور اب تو بالکل ”آن قدح بشکست و آن ساقی نماند“ کے مطابق وہ سلسلہ ہی ختم ہو گیا۔ اگر رسول کے کلام میں سچائی کا جو ہر ہونا ضروری سمجھا جائے تو یہ احادیث انہم اشاعر علیہم السلام کی خلافت کے لئے نص صریح نظر آئیں گی اور یہ معلوم ہو جائے گا کہ انہی کے وجود تک شیرازہ عالم قائم ہے اور ان کے بعد قیامت آنے امام زمانہؑ

وَمَا نِمَّا

چنانچہ سر دست اسی کتاب البيان اور دیگر چند مستند کتب سے جو سامنے موجود ہیں ایک فہرست ان احادیث کی جو امام مہدیؑ کے متعلق وارد ہوئی ہیں نذر ناظرین کرتا ہوں جس سے اندازہ ہو گا کہ امام مہدیؑ کا ظہور کوئی فرقہ شیعہ کی منگڑھت نہیں ہے بلکہ اسلامی متفرقہ احادیث اس عقیدہ میں ان کے ہم آواز ہیں۔

(1)

أَخْرَجَ أَنَّمُدُ وَالْبَاوِرِدُ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبْشِرُوا بِالْمُهَدِّيِّ رَجُلٌ مِنْ قُرْبَيْشِ مِنْ عِترَتِي يَجْرِيْ حُجَّةً فِي إِحْتِلَافٍ مِنَ النَّاسِ وَزُلْزَالٍ فَيَنْهَا لَأَلْأَرْضَ عَدْلًا وَقِسْطًا كَمَا مُلِّأَتْ ظُلْمًا وَجُورًا وَيَرْضَى عَنْهُ سَاكِنُ الْأَرْضِ وَالسَّمَاءَ وَيُقْسِمُ الْمَالَ حِصَاحًا بِالْتَّسْوِيَةِ وَيَنْهَا لَأَمْمَةَ هُمْ غَنِيًّا وَيَسْعَهُمْ عَدْلَهُ -

”المبارک ہوتم کو مہدی کا ظہور، وہ ایک شخص ہو گا قریش میں کا میری عترت میں سے اور نوع بشر کے اختلاف و تلاطم کے وقت ظاہر ہو کر زمین کو عدل و انصاف سے مملو کر دیگا جس طرح وہ اس کے قبل ظلم و جور سے مملو ہو چکی ہوگی۔ اس سے زمین و آسمان دونوں کے رہنے والے خوش ہوں گے، وہ پوری پوری مساوات کے ساتھ اموال کو تقسیم کرے گا اور مسلمانوں کے دلوں کو غنی کر دے گا، اور ان کو عدالت و انصاف سے سمجھا، سمجھا“

اس روایت کی امام احمد بن حنبل اور باور دی نے تخریج کی ہے (ملاحظہ ہو صواتع محرقة علامہ ابن حجر کی مطبوعہ مصر ص ۱۰۲ واسعاف الراغبین محمد بن علی صبان مصری مطبوعہ مصر بر جا شیہ نور الاصرار، ص ۷۷)

نور الابصار میں سید مومن شبیخی اس روایت کو مند احمد بن امام رزمانہ تکمیل  
.....

حنبل سے نقل کیا ہے اور ابتدائی الفاظ یہ ہیں کہ ابْشِرُ كُمْ  
 بِالْمَهْدِيِّ يَمْلأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ جَوَارًا  
 وَظَلْمًا۔ (نورالابصار، ص ۱۵۵) اور حافظ بن حبیب نے ان لفظوں سے نقل کیا  
 ہے ابْشِرُ كُمْ بِالْمَهْدِيِّ يُبَعَثُ فِي أُمَقْيَى عَلَى إِخْتِلَافِ  
 مِنَ النَّاسِ وَزَلَازِلٍ... رَأَيَ اور اس کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے  
 هذَا حَدِيثُ حَسْنٌ ثَابِثٌ أَحَرْجَةٌ شَيْخُ أَهْلِ الْحَدِيثِ فِي  
 مُسْنَدٍ۔ (کتاب البیان، ص ۳۸)

(۲)

عَنْ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْلَمْ يَعْتَقِدْ مِنَ الدَّاهِرِ إِلَّا يَعْلَمْ مَا لَبَعَثَ اللَّهُ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ بَيْتِي يَمْلأُهَا عَدْلًا كَمَا مُلِأَتْ جَوْرًا هَذِكَنَا أَخْرَجَهُ أَنَّهُ ذَاوَ دِينٍ سُنْنَةٍ.

”حضرت علیؑ کی روایت ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا اگر زمانہ میں ایک دن سے زیادہ باقی نہ رہا ہو تو جب بھی میرے الہبیت میں سے ایک شخص مبعوث ضرور ہو گا جو زمین کو عدل سے مملوک رہے گا جس طرح اس میں جو وستم کا دور دورہ ہو چکا ہو گا، حافظہ بودا وہ نے سنن میں اس کی تخریج کی ہے،“ (کتاب البیان حافظ کنجی، ص ۱۰ / نورالابصار شبیخی، ص ۱۵۲) ایک روایت میں من اهل بنیت کی جگہ من عترتی ہے۔ علامہ ابن حجر نے اس حدیث کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے: أَخْرَجَ أَبُو ذِئْدًا وَالْتَّوْمَدِيَ وَإِنَّ  
مَا جَاءَهُ (صواتن محرقة، ص ۱۰۰) اور اسی صورت پر علامہ صبان نے بھی اس کو درج کیا ہے۔ (اسعاف الراغبین حاشیہ ص ۱۳۳)

(۲)

ابو هریره کی روایت لَوْلَمْ يَبْقِي مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا يَوْمَ  
 لَكَشَوَّلَ اللَّهُ ذَلِكَ الْيَوْمَ حَتَّىٰ يَلِنَ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ بَيْتِنَا  
 يُؤْطَى اسْمُهُ اسْمِيَّةً -

۲۱

مَنْهُمَا مَهْدِيٌّ هُنْدَهُ الْأُمَّةِ إِذَا صَارَتِ الدُّنْيَا هَرَجًا  
وَمَرَجًا وَتَظَاهَرَتِ الْفِتْنُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَأَغَارَ  
بَعْضُهُمُ عَلَى بَعْضٍ فَلَا كَيْرَيْرَ حُمْصَغِيْرَ وَلَا صَغِيْرَ  
يُوْقِرَ كَيْرَيْرَ يَبْعَثُ اللَّهُ عِنْدَ ذَلِكَ مِنْهُمَا مَنْ يَفْتَحُ  
حُصُونَ الْضَّلَالَةِ وَقُلُوبًا غُلَقًا يَقُوْمُ بِاللّٰهِيْنِ فِي أَخِيرِ  
الزَّمَانِ كَمَا قُنْتَ بِهِ فِي أَوَّلِ الزَّمَانِ وَيَمْلَأُهَا عَدْلًا  
كَمَا مُلِأَتْ جَوْرًا۔

”ہم ہی میں سے سب طین ہیں یعنی تمہارے دونوں فرزند حسن و حسین اور یہ دونوں جوانان اہل جنت کے سردار ہیں اور خدا کی قسم ان کا باپ ان سے بھی افضل ہے اور بخدا انہی دونوں کی نسل سے مہدی امت ہوگا۔ اس وقت کہ جب نظم دنیا درہم و برہم اور فتنہ و فساد کا سلسلہ قائم ہوگا اور راستے بے امن اور لوٹ مار میں مشغول ہوں گے، نہ بڑا چھوٹ پر شفقت اور نہ چھوٹا بڑا کی بزرگداشت کرتا ہوگا، اس وقت ان دونوں کی نسل سے خدا اس کو میوثر کرے گا جو ضلالت و گمراہی کی قلعوں اور قفل پڑے ہوئے دلوں کو فتح کر لے گا وہ آخر دور میں دین کو اسی طرح قائم کرے گا جس طرح میں نے اول دور میں قائم کیا۔ وہ دنیا کو عدل سے اسی طرح معمور کر دے گا جیسا وہ ظلم سے مملو ہو چکی ہوگی۔“

حافظ کنجی نے اس پوری حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے ہلکدا ذکرہ صاحب حلیۃ الاولیاء فی کتابیہ المترجم یذکر نَعْتُ الْمَهْدِیِّ وَأَخْرَجَهُ الطِّبْرَانِیُّ شَیْخُ أَهْلِ الصَّنْعَةِ فِی مُعْجِمِهِ الْكَبِیرِ۔ ”اس کو حافظ ابو نعیم اصفہانی صاحب حلیۃ الاولیاء نے اپنی کتاب حالات امام مہدی میں درج کیا ہے اور اس کی علم حدیث کے کامل لفظ استاد طبرانی نے مجتمع کبیر میں تحریخ کی ہے اور اس نظر کی شرح میں کہ وہ حسن و حسین دونوں کی نسل سے ہوگا۔ حاشیہ پر لکھا ہے وَذَلِكَ لِأَنَّ أَمْرَ

:::۳۲:::

”اگر دنیا کی زندگی کا صرف ایک دن باقی ہوتی بھی خدا اس دن کو طولانی کر دے گا یہاں تک کہ ظاہر ہو میرے اہلبیت میں سے ایک شخص جس کا نام میرے نام کا سا ہو گا۔“

حافظ کنجی نے کہا ہے: ہلکدا حدیث صحیح ہلکدا آخر جة الحافظ محمد ابو عیسیٰ الترمذی فی جامعہ الصحیح۔ (کتاب البیان، ص ۹) (۲)

جال صدقی کی روایت: سَيِّكُونْ بَعْدِيْ خُلَفَاءِ وَمِنْ بَعْدِ الْخَلْفَاءِ أَمْرَاءُ وَمِنْ بَعْدِ الْأَمْرَاءِ مُلُوكٌ جَبَابِرَةُ ثُمَّ يَخْرُجُ الْمَهْدِیُّ وَمِنْ أَهْلِبِیْتِیْقِ یَمِلَّا الْأَرْضَ عَدْلًا کَمَا مُلِأَتْ جَوْرًا۔

”میرے بعد کچھ خلافاء ہوں گے پھر کچھ امراء کا سلسلہ شروع ہوگا، ان کے بعد جابر و ظالم بادشاہ ہوں گے پھر میرے اہلبیت میں سے مہدیؑ کا ظہور ہوگا، جو زمین کو عدل سے مملو کر دے گا جیسا کہ وہ جو وہ ستم سے مملو ہو گئی ہوگی۔“

حافظ کنجی نے لکھا ہے: ہلکدا رَوَاهُ أَبْوَعَيْمِ فِی فَوَائِدِهِ وَالظِّبْرَانِیِّ فِی مُعْجِمِهِ الْكَبِیرِ وَرَوَیْتَهُ عَالِیَا مِنْ هَذَا الْوُجُوهِ۔ (کتاب البیان، ص ۱۵۰) نور الابصار، ص ۱۵۵ میں بھی یہ حدیث انہی دونوں حوالوں سے مذکور ہے لیکن اس میں اسناد اس کا جابر بن عبد اللہ الانصاری کی طرف ہے۔

(۵)

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو مخاطب کر کے ایک طویل حدیث کے ذیل میں فرمایا ہے:

مَنَّا سِبْطًا هُنْدَهُ الْأُمَّةِ إِبْنَاتُ الْحَسَنِ وَالْحَسَنِيْنِ وَهُنْمَا سِپِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَبْوَهُنْمَا وَالَّذِيْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ حَيْرَ وَمِنْهُمَا يَا فَاطِمَةُ وَالَّذِيْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ أَنَّ اِمَامَ زَمَانَهُ نَمْرُبِ

الصحاب و الحسان میں جس کا قدیم قلمی نسخہ میرے سامنے ہے حسان  
کے ذیل میں درج کیا ہے۔

(۷)

الْمَهْدِيُّ رَجُلٌ مِنْ عَتْرَتِيْ يُقَاتِلُ عَلَى سُنْتِيْ كَمَا<sup>قَاتَلْتُ أَنَا عَلَى الْوَحْيِ</sup>

”مہدیؑ میری عترت میں سے ہوگا وہ میری سنت پر جہاد  
کرے گا جس طرح میں نے وحی کی بناء پر جہاد کیا۔“  
اس کی نعیم بن حماد نے تخریج کی ہے۔

(صوات عن محرقة، ص ۱۰۰)

(۸)

ام سلمہ کی روایت الْمَهْدِيُّ مِنْ عَتْرَتِيْ مِنْ وُلْدِ فَاطِمَةَ  
”مہدیؑ میری عترت میں فاطمہؓ کی نسل سے ہوگا۔“  
حافظ کنجی نے ایک طریق سے اس کو روایت کرنے کے بعد  
لکھا ہے ہذَا حَدِيثُ حَسَنٍ صَحِيحٌ أَخْرَجَهُ إِبْنُ مَاجَةَ  
الْحَافِظُ فِي سُنْنِهِ كَمَا أَخْرَجَنَا. پھر ایک دوسرے طریق  
سے اس روایت کو درج کیا ہے اور پھر لکھا ہے ہذَا حَدِيثُ  
حَسَنٍ صَحِيحٌ أَخْرَجَهُ الْحَافِظُ أَبُو دَاوُدَ فِي سُنْنِهِ.

(کتاب البیان، ص ۱۶-۱۵)

ابن ماجہ والی روایت سنن ابن ماجہ مطبوعہ مصر  
(ج ص ۲۲۹) میں موجود ہے بے شک اس کی لفظیں یہ ہیں:  
الْمَهْدِيُّ مِنْ وُلْدِ فَاطِمَةَ.

علامہ ابن حجر نے اس حدیث کو من عترتی کی لفظ کے  
ساتھ درج کرتے ہوئے لکھا ہے:

أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ وَأَبُو دَاوَدَ وَالنَّسَائِيُّ وَإِبْنُ مَاجَةَ  
وَالْبَيْهَقِيُّ وَأَخْرُونَ۔ (صوات عن محرقة، ص ۱۰۰)

حافظ سیوطی نے بھی کتاب الصلاح و الحسان میں اس روایت

الْبَاقِرِ بِنْتُ الْحَسَنِ الْمُجْتَبَى فَهُوَ وَمَنْ بَعْدَهُ مِنْ  
الْأَعْمَةِ مِنْ نَسْلِهِمَا۔ ”بات یہ ہے کہ امام باقرؑ کی والدہ امام  
حسنؑ کی صاحبزادی حسنؑ اس لئے وہ اور ان کے بعد کے ائمہ سب  
حسنؑ و حسینؑ دونوں کی نسل میں سے ہیں۔“

(کتاب البیان، ص ۷)

(۹)

أَخْحَاصُ كَمْدُ فِي صَحِيحِهِ يُجَلُّ بِأَمْرِنِيْ فِي أَخِرِ الزَّمَانِ بَلَّا<sup>۱۰۰</sup>  
شَدِيدٌ مِنْ سَلَاطِينِهِ لَمْ يُسْمَعْ بَلَّا<sup>۱۰۱</sup> أَشَدُّ مِنْهُ حَتَّى  
لَا يَجِدُ الرَّجُلُ مَلْجَأً فَيَبْعَثَ اللَّهُ رَجُلًا مِنْ عَتْرَتِيْ أَهْلِ  
بَيْتِيْ يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا كَمَا مُلِأَتْ ظُلْمًا  
وَجَوْرًا۔

”میری امت آخر زمانہ میں سلاطین کے ہاتھوں ایک عظیم  
بلاء میں بٹلا ہوگی جس سے زیادہ بلا سنائی نہ دی گئی ہوگی یہاں تک  
کہ کسی کوئی جائے پناہ نہ ملے گی، اس موقع پر خدا میری عترت اور  
اہلیتؑ میں سے ایک شخص کو معمouth کرے گا، جوز میں کو عدل  
وانصاف سے مملو کر دے، جس طرح وہ ظلم و جور سے مملو ہو گئی  
ہوگی۔“

اس حدیث کی حاکم نے متدرک میں تخریج کی ہے۔  
(صوات عن محرقة، ص ۱۰۰) اور اسعاف الراغبین میں اس حدیث کو  
نقل کرنے کے بعد لکھا ہے وَرَوَى الطِّبَّارِيُّ وَالبَّزارُ تَحْوِيلًا۔

(حاشیہ نورالا بصار، ص ۱۳۵-۱۳۷)

اس حدیث کے مثل ابوسعید خدری کی دوسری روایت ہے  
قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلَّا<sup>۱۰۲</sup>  
يُصِيبُ الْأُمَّةَ حَتَّى لَا يَجِدُ الرَّجُلُ رَاحَةً۔  
اس کو حافظ کنجی نے کتاب البیان میں نقل کیا ہے (ص ۲۳)

اور اسی روایت کو حافظ شام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب

امام زمانہ نمبر

کو حسان کے ذیل میں درج کیا ہے۔  
(۹)

حذیفہ بن الیمان کی روایت **الْمَهْدِیُّ مَنْ وُلِدَ فِی وَجْهِهِ**  
**يَتَلَالَ لَكَ الْقَمَرُ الدُّرِّیِّ اللَّوْنُ لَوْنُ عَرَبِیِّ وَالْجِسْمُ جِسْمُ**  
**إِسْرَائِیلِیِّ يَمْلَأُ الْأَرْضَ عَدْلًا كَمَا مُلِأَتْ جَوَارِدَیِّ**  
**بِخَلَافِتِهِ أَهْلُ السَّبَوَاتِ وَأَهْلُ الْأَرْضِ۔**

”مہدی میری اولاد میں سے چہرہ اس کا مثل ماہتاب کے روشن ہوگا، رنگ عربی اور جسم اسرائیلی وہ زمین کو عدل و انصاف سے مملوک رکھے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے مملو ہوگی۔ اس کی خلافت سے اہل آسمان و اہل زمین سب ہی راضی و خوشنود ہوں گے۔“  
اس کی ابن شیرودیہ دیلمی نے فردوس الاخبار میں تحریک کی ہے۔ (کتاب البیان، حافظ کنجی، ص ۳۳۷ / نور الابصار شبلنجی، ص ۱۵۲)

علامہ ابن حجر نے اس کو درباری و طبرانی وغیرہما کے حوالہ سے درج کیا ہے اس کی لفظیں یہ ہیں **الْمَهْدِیُّ مَنْ وُلِدَ فِی وَجْهِهِ**  
**كَالْكُوَكِ الدُّرِّیِّ۔** (صوات عن محرقة، ص ۱۰۰)  
اور اسی کے مثل علامہ صبان نے نقل کیا ہے۔ (اسعاف الراغبین، حاشیہ، ص ۱۳۵)

(۱۰)

ابو ایوب النصاری کی روایت کہ حضرت نے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کو مخاطب کر کے فرمایا:  
**إِنَّا يَعْتَصِمُ اللَّهُ الدِّلِيلُنَّ كَمَا فَتَحَ اللَّهُ بِنَا**  
**إِنَّا سَبُطًا هُنَّا الْأَمَةُ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَهُنَّا**  
**إِنَّاكَ وَمَنَّا الْمَهْدِیُّ۔**  
”هم میں سے سبطین حسن و حسین ہیں جو تمہارے فرزند ہیں اور ہم میں سے مہدی ہیں۔“  
هکذا رواہ الطبرانی فی معجمہ الصاغیر۔ (کتاب امام زمانہ نمبر ۳۲)

البيان، ص ۱۴۳ / صوات عن محرقة، ص ۱۰۰)  
(۱۱)

انس بن مالک کی روایت تھیں **وَلْدُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ**  
**سَادَةُ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَنَا وَحَمْزَةُ وَعَلَیٌ وَجَعْفَرُ وَالْحَسَنُ**  
**وَالْحُسَيْنُ وَالْمَهْدِیُّ۔**

”هم اولاد عبد المطلب اہل جنت کے سردار ہیں میں اور حمزہ اور علی اور جعفر اور حسن اور حسین اور مہدی۔“

حافظ کنجی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے هذا حدیث صحیح آخر جهہ ابن ماجہ الحافظ فی صحیحہ  
کما سُقْنَاهُ وَرَوَيْنَاهُ عَالِيًّا بِمُحَمَّدِ اللَّهِ وَآخِرَ جَهَةِ  
الْطِبَرَانِیِّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عُمَرِ بْنِ الصَّبَّاجِ عَنْ سَعْدِ بْنِ  
عَبْدِ الْحَمِیْدِ کَمَا آخِرَ جَنَّاهُ وَرَأْهُ أَبُونَعِیْمَ الحافظ فی  
مَنَاقِبِ الْمَهْدِیِّ بِطُرُقِ شَتَّیٍ۔ (کتاب البيان، ص ۱۸)

سنن ابن ماجہ مطبوعہ مصر کے ج ۲ ص ۲۶۹ میں یہ روایت موجود ہے اور علامہ ابن حجر نے صوات عن محرقة میں اس کو دیلمی وغیرہ کے حوالے سے درج کیا ہے۔ (ص ۹۸)

(۱۲)

حضرت علیؑ کی روایت قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمِنًا أَلِّ  
مُحَمَّدٍ الْمَهْدِیِّ أَمْ مِنْ غَیْرِنَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ لَا بَدَّ مِنَّا  
يُبَاتَكُمْ اللَّهُ الدِّلِيلُنَّ كَمَا فَتَحَ اللَّهُ بِنَا۔

”میں نے سوال کیا رسول اللہ کیا مہدی ہم آل محمد سے ہوگا یا ہمارے غیر سے، حضرت نے فرمایا یقینا وہ ہم میں سے ہوگا، ہم ہی پر خدا دین کو ختم کرے گا جس طرح ابتداد دین کی ہم سے کی۔“

حافظ کنجی نے اس روایت کے بعد لکھا ہے هذا حدیث  
حسن عالیٰ رَوَاهُ الْحَفَاظُ فِي كُشِّيْمِ فَآمَّا الطِّبَرَانِیُّ فَقَدْ  
ذَكَرَهُ فِي الْمُعْجَمِ الْأُوْسَطِ وَآمَّا أَبُونَعِیْمَ فَرَوَاهُ فِي  
.....

بھی اسعاف الراغبين میں اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ (حاشیۃ نور الابصار، ص ۱۳۶)

اس حدیث میں امام مہدیؑ کو وسط میں اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ حضرت کاظمہ پہلے ہو گا اور پھر عیسیٰ بن مریم آسمان سے اتریں گے اور حضرت کی مساعدت و نصرت فرمائیں گے۔

ابوسعید خدری کی روایت مَنَا الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْنَا بُنْ مَرْیَمَ خَلْفَهُ ”ہم میں سے وہ ہے جس پیچے عیسیٰ نماز پڑھیں گے۔“

آخر جة الحافظ أبو نعيم في كتاب مناقب المهدى - (كتاب البيان، ص ٣٢) (١٦)

ابوسعید خدری کی روایت میں امام مهدیؑ الاممۃ الذینی  
یصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی خلفہ ثم ضرب علی منكب الحسینؑ  
ففقاماً، صب، هذَا مَقْدُعُ الْأُمَّةِ۔

”ہم میں سے مہدی امت ہے کہ جس کے پیچھے عیسیٰ نماز پڑھیں گے، پھر حضرت نے امام حسینؑ کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ مہدی امت اس کی اولاد میں سے ہوگا۔“

آخر جة الدارقطنية، صاحب الجرج ح والتّعديل.

(كتاب البيان، حافظ كنجي، ص ٣٥)

(12)

عبدالله بن مسعود كى روايت إنا أهلى بيت اختار الله  
لنا الآخرة على الدنيا وأن أهلى بيته سيلقون بعذابي  
بلا وشرىدا ونظرىدا حتى يأتي قوم من قبل  
المشرقي معهم رايات سود يسائلون الخير فلا  
يعطى فهـ فتقاتلـ هـ فـ نـ هـ فـ عـ هـ ما سـ هـ اـ فـ

۲۳

**جُلُّيَّةُ الْأُولَى إِذَا وَآمَّا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ حَاتَمَ فَقَدْ سَاقَهُ  
فِي عَوْنَانِ كَمَا أَخْرَجْنَاهُ.** (كتاب البيان، ص ٣٩-٤٠)

نور الابصار میں بھی مذکورہ بالا روایت کو نقل کرتے ہوئے حافظ کنجی کی اس عبارت کو درج کیا ہے (ص ۱۵۵) اور علامہ ابن حجر نے طبرانی کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

الْمَهْدِيُّ مِنَّا يَحْتَمُ الدِّينَ إِنَّا كَمَا فَتَحْ بِنَا  
 (صوات حرقہ، ص ۱۰۰) یہی روایت علامہ صبان نے بھی نقل کی  
 ہے۔ (اسعاف الراغبین، حاشیہ، ص ۱۳۲)  
 (۱۳)

سَيَكُونُ مِنْ بَعْدِي حُلَفَاءُ ثُمَّ مِنْ بَعْدِ الْخُنَافَاءِ  
أُمَرَاءُ ثُمَّ مِنْ بَعْدِ الْأُمَرَاءِ مُلُوكٌ وَمِنْ بَعْدِ الْمُلُوكِ  
جَبَابِرَةٌ ثُمَّ يَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِنِي يَمْلأُ الْأَرْضَ  
عَدْلًا كَمَا مُلِأَتْ حَوْرًا

”میرے بعد خلفاء ہوں گے، پھر امراء پھر بادشاہ پھر سرکش وجبار لوگ پھر ایک شخص میرے اہلیت میں سے ظاہر ہو گا جو ز میں کو خلم و ستم کے بجائے عدل و انصاف سے بھردے۔ اس کی تخریج طبرانی نے کی ہے۔ (صواتع محرقة، ابن حجر الکی،

(۱۰۲) ص

عبداللہ بن عباس کی روایت لَن تهْلِكْ أُمَّةٌ إِلَّا فِي  
أَوْلَاهَا وَعِيْسَى فِي آخِرِهَا وَالْمُهَدِّيُّ فِي وَسْطِهَا۔  
”وہ امت کبھی ہلاک نہیں ہو سکتی جس کے اول میں میں اور  
آخر میں عیسیٰ برئہ رحمہ میر سلطنت میر محمد کا ہو۔“

حافظ کنجی نے اس کے نقل کے بعد لکھا ہے ہذا حدیث  
 حسن رواه الحافظ ابو نعیم فی عوالیه و آحمد بن  
 حنبل فی مسنده۔ (کتاب البیان، ص ۳۲) علامہ صبان نے  
 امام زمانہ تکمیر

حدیث حسن صحیح ہے اور اس مضمون کی روایت علی اور ابوسعید خذری، ام سلمہ و ابوہریرہ سے بھی مذکور ہے۔ (کتاب البیان ص ۹) ایک دوسرے طریق سے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔

**هَذَا حَدِيثُ حَسَنٍ صَحِيْحٌ أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدٌ فِي سُنْنَةِ۔** (کتاب البیان، ص ۱۰ / نور الابصار شیخی، ص ۱۵۵)

علامہ ابن حجر نے اس روایت کو احمد و ابوداوود و ترمذی سے قتل کیا ہے۔ (صواتع محرق، ص ۱۰۰) حافظ سیوطی نے کتاب الصاحح والحسان میں اس روایت کو حسان کے ذیل میں درج کیا ہے۔  
(۱۹)

ثوبان کی روایت: ثُمَّ تَطْلُعُ الرَّأْيَاتُ السُّودُ مِنْ قِبَلِ الْمُشَرِّقِ فَيَقْتُلُونَكُمْ فَتَلَّاً لَمْ يَقْتُلُهُ قَوْمٌ ثُمَّ ذَكَرَ شَيْئًا لَا أُخْفِظُهُ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَبَايِعُوهُ وَلَوْ حَبُّوا عَلَى الشَّلْجِ فَإِنَّ خَلِيفَةَ اللَّهِ الْمَهْدِيَّ۔

”پھر سیاہ عالم مشرق کی طرف سے ظاہر ہوں گے اور اس طرح تم لوگوں کو قتل کریں گے کہ کسی نے قتل نہ کیا ہوگا پھر کچھ کہا جو راوی کا بیان ہے مجھ کو یاد نہیں رہا اس کے بعد فرمایا کہ جب تم اس کو دیکھنا تو اس کی بیعت کرنا اس لئے کہ وہی خلیفہ خدا مہدی ہوگا۔“

حافظ کنجی لکھتے ہیں: هَذَا حَدِيثُ حَسَنٍ صَحِيْحٌ أَخْرَجَهُ الْحَافِظُ إِبْنُ مَاجَةَ الْقَزْوِينِيُّ فِي سُنْنَةِ كَمَا سُقْنَاهُ۔

دوسری روایت میں درمیانی فقرہ مذکور ہے کہ ثُمَّ يَجْئُ خَلِيفَةُ اللَّهِ الْمَهْدِيَّ فِإِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ فَأُتُوهُ فَإِنَّهُ خَلِيفَةُ اللَّهِ الْمَهْدِيَّ۔

”پھر خلیفہ خدا مہدی آئیں گے تو جب تم ایسی بات سننا فوراً ان کے پاس جانا کیونکہ وہ حقیقتہ خلیفہ خدا مہدی ہوں گے۔“

**يَقْبَلُونَهَ حَتَّى يَدْفَعُوهَا إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي فَيَمْلأُهَا قِسْطًا كَمَا مَلَأُهَا جَوْرًا۔**

”ہمارے گھرانے کے لئے خدا نے دنیا کو چھوڑ کر آخرت کو منتخب کیا ہے اور میرے اہلبیت کو میرے بعد جلاوطنی و نیکی و مصیبت کے تکالیف برداشت کرنا ہوں گے یہاں تک کہ مشرق کی جانب سے کچھ لوگ نمودار ہوں جن کے ساتھ سیاہ نشان ہوں گے وہ لوگوں سے حقوق کا مطالبہ کریں گے لیکن لوگ انکی بات کو رد کر دیں گے، اس وقت وہ جنگ کریں گے اور لوگ اب ان کی بات مانے پر تیار ہوں گے لیکن وہ منظور نہ کریں گے جب تک کہ حکومت کو میرے اہلبیت میں سے ایک شخص کے سپرد نہ کر دیں جو ز میں کوٹم کے بجائے عدل و انصاف سے ملوکر دے گا۔“

اس روایت کو حافظ ابن ماجہ نے اپنی کتاب سنن میں جو صحابہ میں داخل ہے درج کیا ہے (سنن ابن ماجہ مطبوعہ مصر، ج ۲ ص ۲۶۹) اور علامہ ابو الحسن محمد بن عبدالہادی حنفی سندی نے حاشیہ میں جو اس کتاب کے ساتھ طبع ہوا ہے اس روایت کے ایک اور طریق کا پتہ دیا ہے جسے حاکم نے مدرسہ میں درج کر کے اس کی صحت کا ثبوت دیا ہے اور اس روایت کو حافظ کنجی نے بھی اپنے طریق سے کتاب البیان میں درج کیا ہے۔ (ص ۲۱)

(۱۸)

ابن مسعود کی روایت لا تذهب الدنيا حتى يمليك العرب رجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي يُؤْاطِئُ أَسْمَهُ إِسْمَهِ۔

”دنیا فنا نہیں ہو سکتی تا اینکہ حکومت عرب کا مالک ایک شخص ہو میرے اہلبیت میں سے جس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا۔“ حافظ کنجی لکھتے ہیں: قَالَ الْحَافِظُ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثُ حَسَنٍ صَحِيْحٌ قَالَ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلَيٍّ وَأَبِي سَعِيْدٍ وَأَمِّرِ سَلَمَةَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ ”ترمذی نے کہا ہے کہ یہ

..... امام زمانہ نمبر

(۲۱)

حدیفہ کی روایت: لَوْلَمْ يَيْقَنَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا يَوْمٌ  
وَاحِدٌ لَبَعَثَ اللَّهُ فِيهِ رَجُلًا إِسْمَهُ إِسْمَاعِيلَ وَخُلُقُهُ خُلُقُنِ  
يُكْنَى أَبَا عَبْدِ اللَّهِ يُبَاتِيْغُ لَهُ النَّاسُ بَيْنَ الرُّكْنَيْنِ  
وَالْمَقَامِ يُرْدُ اللَّهُ بِهِ الدِّينَ وَيَفْتَحُ لَهُ فَتْوُحُ فَلَأَيْقَنِ  
عَلَى ظَهِيرِ الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَامَ  
سَلْمَانُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ أَنِيْ وَلِدِكَ هُوَ قَالَ مَنْ  
وَلِدَ إِنِيْ هَذَا وَضَرَبَ بِيَدِهِ عَلَى الْحَسَنِيْنِ۔

”حضرت نے فرمایا اگر دنیا کی زندگی کا ایک دن سے زیادہ  
نہ باقی ہوتا اسی ایک دن میں خدا ایک شخص کو معمouth کرے گا جس  
کا نام میرا نام اور اخلاق میرے اخلاق کے ایسے ہوں گے، اس کی  
کنیت ابو عبد اللہ ہوگی، لوگ اس کی بیعت رکن و مقام کے درمیان  
میں کریں گے، خدا اس کے باعث سے دین کو پلاٹا دے گا اور بہت  
سے ملک فتح ہوں گے اور روئے زمین پر کوئی نہ رہے گا جو لا الہ الا  
اللہ نہ کہتا ہو، سلمان نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ وہ آپ  
کے کس فرزند کی نسل سے ہوگا، حضرت نے فرمایا اس میرے بچے کی  
ولاد میں سے اور اپنا ہاتھ امام حسین کے ہاتھ پر رکھا۔“

حافظ کنجی نے اس روایت کے بعد لکھا ہے: هَذَا حَدِيثُ  
حَسَنٍ رَوَيْتَاهُ عَالِيًّا مُحَمَّدَ اللَّهُ

(کتاب البیان، ص ۳۳)

(۲۲)

عبداللہ بن عمر کی روایت: يَجْرُجُ الْمَهْدِيُّ عَلَى رَأْسِهِ  
غَامِمَةٌ فِيهَا مُنَادٍ يُنَادِي هَذَا الْمَهْدِيُّ خَلِيفَةُ اللَّهِ  
فَاتِبِعُوهُ۔

”مہدی ظاہر ہوں گے اس صورت سے کہ ان کے سر پر ایک  
ابر ہوگا جس میں سے ایک منادی پکارتا ہوگا یہ مہدی خلیفہ خدا ہیں

•••••

(کتاب البیان، ص ۱۹)

اسی حدیث سے ملتی جلتی حدیث نورالابصار شبکی ص ۱۵۳  
میں بھی درج ہے۔ حافظ ابن ماجہ والی حدیث سنن ابن ماجہ (ج ۲  
ص ۲۶۹) میں موجود ہے۔

علامہ سندری نے اس روایت کے متعلق لکھا ہے: كَلَّا  
ذَكَرَهُ السُّلْيُوطَى وَفِي الزَّوَائِى هَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ رِجَالَهُ  
ثِقَةٌ وَرَوَاهُ الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ وَقَالَ صَحِيحٌ عَلَى  
شَرْطِ الشَّيْخِيْنِ۔ ”اس کو سیوطی نے بھی اس صورت پر درج کیا  
اور زوارند میں لکھا ہے کہ یہ سنصحیح ہے اور اس کے راوی سب ثقہ ہیں  
اور اس روایت کو حاکم نے متدرک میں بھی درج کیا ہے اور کہا کہ  
یہ امام بخاری و مسلم دونوں کے شرائط کے موافق صحیح ہے۔“

(۲۰)

ابوسعید خدری کی روایت: الْمَهْدِيُّ مِنْ أَجْلِ الْجَبَهَةِ  
أَقْتَنَ الْأَنْفَ يَمْلأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا كَمَا مَلَأَ جَوْرًا  
وَظُلْمًا۔

”مہدی مجھ سے ہوگا۔ کشاور پیشانی اور بلند بینی، وہ زمین  
کو ظلم و جور کے بجائے عدل و انصاف سے مملوک رکھے گا۔“  
حافظ کنجی کا بیان ہے: هَذَا حَدِيثُ ثَلِيلٍ حَسَنٍ صَحِيحٌ  
آخِرَجَهُ الْحَافِظُ أَبُو دَاوُدُ السِّعِيدِسْتَانِيُّ فِي صَحِيحِهِ كَمَا  
سُقْنَاهُ وَرَوَاهُ عَيْرَةُ مِنَ الْحَفَاظِ كَالظَّبَرَانِيُّ وَغَيْرَهُ۔

(کتاب البیان، ص ۳۳)

شبکی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: قَالَ  
الْتَّوْمِنِيُّ حَدِيثُ ثَلِيلٍ صَحِيحٌ وَرَوَاهُ الظَّبَرَانِيُّ فِي  
مُعَجَّبِهِ وَغَيْرَه۔ (نورالابصار، ص ۱۵۳) اور حافظ سیوطی نے بھی  
کتاب الصلاح والحسان میں اس روایت کو حسان کے ذیل میں  
درج کیا ہے۔

••••• امام زمانہ نمبر

ان کا اتباع کرو۔“

(صواعق محرق، ص ۱۰۱)

سابقہ روایات سے جو مستند کتب و جوامع حدیث میں مندرج ہیں یہ امر پایہ تحقیق کو پہنچ گیا کہ امام مہدی کا نام جناب رسالتہا ب کے نام سے متعدد ہوگا۔ ان میں صریح طور پر بتلایا گیا ہے کہ یواطی اسمہ اسمی وہ میرا، تم نام ہوگا۔“

اس کے ساتھ بعض روایات میں یہ ضمیمہ پایا جاتا ہے کہ ”واسمه ابا اسم ابی“ اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کی طرح ہوگا۔ اور اس طرح امام مہدی کو محمد بن عبد اللہ ہونا چاہئے لیکن اصول درایت و رجال پر جانچنے کے بعد یہ زیادتی بے حقیقت ثابت ہوتی ہے چنانچہ حافظ کنجی نے بہت کافی بحث کے ساتھ اس حقیقت کو روشن کر دیا، وہ لکھتے ہیں:

رَأَدْ رَائِدَةً فِي رِوَايَتِهِ لَوْلَمْ يَنْقُصْ مِنَ الدُّلُّيَا إِلَّا  
يَوْمَ طَوَّلَ اللَّهُ ذَالِكَ الْيَوْمَ حَتَّى يَبْعَثَ اللَّهُ رَجُلًا مِّنْ  
أُوْمَنْ أَهْلِ بَيْتِيِّ يُوَاطِّي إِسْمَهُ إِسْمِي وَإِسْمُ أَبِيهِ إِسْمَ أَبِي  
يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا كَمَا مَلَأَتْ جَوْرًا وَظُلْمًا  
قَلْتْ وَقَدْ ذَكَرَ التِّرْمِذِيُّ الْحَدِيثَ وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَهُ  
وَإِسْمُ أَبِيهِ إِسْمَ أَبِي وَذَكَرَهُ أَبْيُونَدَةً فِي مُعَظَّمِ رِوَايَاتِ  
الْحُفَاظِ وَالثِّقَاتِ مِنْ نَقْلَةِ الْأَخْبَارِ إِسْمَهُ إِسْمِي فَقَطْ  
وَالَّذِي رَوَاهُ وَإِسْمُ أَبِيهِ إِسْمَ أَبِي فَهُوَ زَائِدَةٌ وَهُوَ يَزِيدُ فِي  
الْحَدِيثِ۔

”زاندہ نے اس روایت میں یہ فقرہ زیادہ کیا ہے کہ اس کے باپ کا نام میرے باپ کا سا ہوگا، لیکن حافظ ترمذی نے جو اس حدیث کو ذکر کیا ہے اس میں اس فقرہ کا پتہ نہیں ہے اور ابو داؤد نے بھی اکثر حفاظ و ثقات اخبار کے جو روایات تقلیل کئے ہیں ان میں بس واسمه اسمی کا فقرہ ہے، اس دوسرے فقرہ کو جس نے نقل کیا ہے وہ زاندہ ہے اور اس کی عادت تھی کہ وہ احادیث میں زیادتی کر دیا۔

۳۸

حافظ کنجی لکھتے ہیں: هذَا حَدِيثُ حَسَنٍ مَارَوْيَنَا إِلَّا  
مِنْ هَذَا الْوَجْهِ أَخْرَجَهُ أَبُو نُعْيَمٍ فِي مَنَاقِبِ الْمَهْدِيِّ۔  
(کتاب البیان، ص ۲۵)

(۲۳)

عبداللہ بن عمر کی دوسری روایت: يَعْلُجُ جَلْبَهِدِيَّ وَعَلَى  
رَأْسِهِ مَلَكٌ يُنَادِي أَنَّ هَذَا الْمَهْدِيَّ فَأَتَّبِعُوهُ۔ ”اور  
مہدی ظاہر ہوں گے اس طرح کہ ان کے سر پر ایک ملک ہوگا جو  
پکارتا ہوگا کہ یہ مہدی ہیں ان کا اتباع کرو۔“

حافظ کنجی لکھتے ہیں: هَذَا حَدِيثُ حَسَنٍ رَوَتْهُ الْحَفَاظُ  
وَالْأَئْمَةُ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ كَأَنِّي نُعِيمٌ وَالظَّبَرَانِيُّ وَغَيْرُهُمَا۔  
(ص ۲۶)

(۲۴)

امیر المؤمنین حضرت علیؑ کی روایت: إِذَا نَادَيْتَ مُنَادِيَ مِنَ  
السَّمَاءِ أَنَّ الْحَقَّ فِي أَلِ الْمُحَمَّدٍ فَعِنَدَ ذِلِكَ يَظْهَرُ  
الْمَهْدِيَّ۔

”جب منادی آسمان سے ندا کرے کہ حق آل محمد میں ہے  
اس وقت مہدی کا ظہور ہوگا۔“

رَوَاهُ الْحَافِظُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْمُعْجمَ وَأَخْرَجَهُ  
أَبُو نُعْيَمٍ فِي مَنَاقِبِ الْمَهْدِيِّ۔ (کتاب البیان، ص ۳۶)

(۲۵)

حضرت علیؑ کی روایت: إِذَا قَامَ قَائِمٌ مِنْ أَلِ الْمُحَمَّدٍ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمِيعُ اللَّهِ أَهْلَ الْمَسْرِقِ وَأَهْلَ  
الْمَغْرِبِ۔

”جب قائم آل محمد کا ظہور ہوگا تو خدا اہل مشرق و اہل مغرب  
کو (ایک رایت کے نیچے) جمع کر دے گا۔ آخر جهہ ابن عساکر۔

امام زمانہ نمبر

كِتَابُ

پھر روایت کے معنی میں تاویل کے طور پر کچھ تو چیہات ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

وَهَذَا كُلُّهُ تَكَلُّفٌ فِي تَأْوِيلِ هَذِهِ الرِّوَايَةِ وَالْقُولُ  
الْفَضْلُ فِي ذَلِكَ أَنَّ الْإِمَامَ أَحْمَدَ مَعَ ضَبْطِهِ وَاتْقَانِهِ  
يَرِوِيُّ هَذَا الْحَدِيثَ فِي مُسْتَدِّهِ فِي عَدَدٍ مَوَاضِعٍ وَاسْمَهُ  
إِسْمَى أَخْبَرَنَا بِذِلِّكَ الْعَالَمَةُ حِجَّةُ الْعَرَبِ شَيْخُ  
الشِّيُوخِ أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ  
عَبْدِ الْمُحْسِنِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ  
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنُ أَبِي مُحَمَّدٍ الْحَرَبِيِّ أَخْبَرَنَا أَبُو الْقَاسِمِ  
بْنُ الْحُصَيْنِ أَخْبَرَنَا أَبْنُ الْمُذَهَّبِ أَخْبَرَنَا إِبْنُ حَمَدَانَ  
حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ  
سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفِيَّانُ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ ذَرَّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ  
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذَهَّبُ الدُّنْيَا وَلَا  
تَنْقُضِي الدُّنْيَا حَتَّى يَمْلِكَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِيِّ  
يُؤْاطِئُ إِسْمَهُ إِسْمَى وَجْمَعُ الْحَافِظِ أَبُونَعِيمٍ طَرَقُ هَذَا  
الْحَدِيثَ عَنِ الْجِمِّ الْغَفِيرِ فِي مَنَاقِبِ الْمَهْدِيِّ كُلُّهُمْ  
عَنْ عَاصِمٍ بْنِ أَبِي التَّجْوِيدِ عَنْ ذَرَّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِمْ سُفِيَّانُ بْنُ عَيْنَةَ كَمَا أَخْرَجَنَا  
وَطَرَقُهُ عَنْ سَفِيَّانَ بِطَرْقٍ شَتِّيٍّ وَمِنْهُمْ قَظْرُ بْنُ  
خَلِيفَةً وَطَرَقُهُ عَنْهُ بِطَرْقٍ شَتِّيٍّ وَمِنْهُمْ الْاعْمَشُ  
وَطَرَقُهُ عَنْهُ بِطَرْقٍ شَتِّيٍّ وَمِنْهُمْ أَبُو سَحْقَ سَلِيمَانَ بْنَ  
فِيروزَ الشَّيْبَانِيِّ وَطَرَقُهُ عَنْهُ بِطَرْقٍ شَتِّيٍّ وَمِنْهُمْ  
حَفْصُ بْنُ عَمْرٍ وَمِنْهُمْ سَفِيَّانُ الثُّورِيُّ وَطَرَقُهُ عَنْهُ  
بِطَرْقٍ شَتِّيٍّ وَمِنْهُمْ شُعْبَةُ وَطَرَقُهُ عَنْهُ بِطَرْقٍ شَتِّيٍّ  
وَمِنْهُمْ وَاسِطُ بْنُ الْحَرِبِ وَمِنْهُمْ يَزِيدُ بْنُ مُعاوِيَةَ

ابو شِيَّبَةَ لَهُ فِي طَرِيقَتَانِ وَمِنْهُمْ سَلِيمَانُ قَرْمَ وَطَرْقَهُ  
عَنْهُ بِطُرْقٍ شَّتِيٍّ وَمِنْهُمْ جَعْفُرُ الْأَحْمَرُ وَقَيْسُ بْنُ  
الرَّبِيعِ وَسَلِيمَانُ بْنُ قَزِيرٍ وَأَسْبَاطُ جَمِيعِهِمْ فِي سَنَدٍ  
وَاحِدٍ وَمِنْهُمْ سَلَامٌ أَبُو الْمُنْذِرِ وَمِنْهُمْ أَبُو شَهَابٍ  
مُحَمَّدُ بْنُ ابْرَاهِيمَ الْكِتَانِيُّ وَطَرْقَهُ عَنْهُ بِطُرْقٍ شَّتِيٍّ  
وَمِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ عَبَيْدِ الظَّنَافِيسِيُّ وَطَرْقَهُ عَنْهُ بِطُرْقٍ  
شَّتِيٍّ وَمِنْهُمْ عُثْمَانُ بْنُ شَبَرَمَةَ وَطَرْقَهُ عَنْهُ بِطُرْقٍ شَّتِيٍّ  
وَذَكَرَ سَنَدًا وَقَالَ فِيهِ حَدَّثَنَا أَبُو غَسَانَ حَدَّثَنَا  
قَيْسٌ وَلَمْ يَنْسِبْهُ وَمِنْهُمْ عُمَرُ وَبْنُ قَيْسِ الْمَلَائِيِّ  
وَمِنْهُمْ عَمَّارُ بْنُ زُرْيُقٍ وَمِنْهُمْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حَكِيمٍ بْنِ  
جَبَيْرٍ الْأَسْدِيِّ وَمِنْهُمْ عَمَيْرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَشَّرٍ  
وَمِنْهُمْ أَبُو الْأَخْوَصِ وَمِنْهُمْ سَعْدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ  
اَخْتٍ ثَعْلَبَةَ وَمِنْهُمْ مَعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَيُّ  
عَنْ عَاصِمٍ وَمِنْهُمْ يُوسُفُ بْنُ يُونَسَ وَمِنْهُمْ غَالِبُ  
بْنُ عُثْمَانَ وَمِنْهُمْ حَمْزَةُ الزَّيَاتُ وَمِنْهُمْ شَيْبَانُ  
وَمِنْهُمْ الْحَكَمُ بْنُ هِشَامٍ وَرَوَاهُ غَيْرُ عَاصِمٍ عَنْ زَيْدٍ  
وَهُوَ عُمَرٌ وَبْنُ بَرَّةَ عَنْ زَيْدٍ كُلُّ هَؤُلَاءِ رُوَايَةً اسْمَى  
إِلَّا مَا كَانَ عَنْ عَبَيْدِ اللَّهِ بْنِ مُوسَى عَنْ زَائِدَةَ عَنْ  
عَاصِمٍ فَانِهُ قَالَ وَاسْمُ أَبِيهِ اسْمَ ابِي وَلَا يَرْتَابُ الْلَّبِيبُ  
أَنَّ هَذِهِ الزَّيَادَةَ لَا إِعْتِبَارٌ لِهَا مَعَ اجْتِمَاعٍ هَوَلَاءِ الْأَمَمَةِ  
عَلَمَ خَلَافَهَا

”واقعہ یہ ہے کہ تاویلات تکلف سے خالی نہیں ہیں اور فیصلہ  
کن بات تو یہ ہے کہ امام احمد نے باوجود کمال ضبط و اتقان کے اس  
حدیث کو اپنے مسند میں چند جگہ نقل کیا ہے اور اس میں اتنا ہی ہے کہ  
وَاسْمَهُ اسْمِيٰ وَهُمْ اَهْمَنَامْ هُوَكَا۔“

اور اس کی روایت ہمیں اپنے اسناد خاص سے بھی حاصل ہے

لئے روایت کے اندر اضافہ کی ضرورت محسوس کی گئی اور وہ اسمِ ابینہ اس نام کا فقرہ بڑھا کر روایت کو بالکل منطبق بنادیا گیا۔ کیونکہ مہدی عباسی کا نام محمد بن عبد اللہ المنصور ہے لیکن تفصیل و تحقیق کے جھونکے اس قسم کی کارروائیوں کو تاریخنبوت کی طرح پر اگنده کر دینے کے ذمہ دار ہیں۔

### عیسیٰ بن مریم اور مہدیؑ موعود

مذکورہ بالا احادیث متفقہ طور سے اس امر کو بتلار ہے ہیں کہ مہدی آخر الزماں نبی اعتبار سے جناب رسالت مآبؑ کی عترت والہمیت میں سے اور اسی طرح یقیناً فاطمی النسل ہوں گے اور اسی سے ظاہر ہے کہ عیسیٰ بن مریم جن کے زمین پر اترنے کی پیشیں گوئی بھی متواتر احادیث میں موجود ہے وہ مہدی موعود کے علاوہ ہیں اور ان دونوں میں کوئی تعلق نہیں ہے۔“

اس کے ساتھ جب ان احادیث پر نظر کی جاتی ہے کہ جن میں عیسیٰ بن مریم کا امام مہدیؑ کے پیچھے نماز پڑھنا مذکور ہے تو یہ حقیقت اور بھی زیادہ صاف و روشن ہو جاتی ہے۔

چنانچہ دو حدیثیں اس مضمون کی سابقہ فہرست میں درج ہو چکی ہیں:

- ۱- مِنَّا الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْهِ بْنُ مَرْيَمَ خَلْفَهُ۔
- ۲- مِنَّا مَهْدِيُّ الْأُمَّةِ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْهِ بْنُ مَرْيَمَ خَلْفَهُ۔

اس کے علاوہ

### تیسرا حدیث

نافعؓ مولیٰ آئی فَتَادَةُ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ آبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ إِذَا نَزَّلَ أَبْنَ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَإِمَامَكُمْ مِنْكُمْ۔  
”ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ کیا صورت

جس کی لفظیں یہ ہیں کہ لا تَذَهَّبُ الدُّنْيَا يَا لَا تَنْقَضُ الدُّنْيَا حَتَّى يَمْتَلِكَ الْعَرَبُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي يَوْمَ الْجُنُوبِ۔ اور حافظ ابو نعیم نے اپنی کتاب مناقب المہدی میں اس حدیث کے طرق کو ایک جم غیرہ اور کثیر تعداد میں مشائخ و صحاب حدیث سے جمع کیا ہے جن کی متفقہ طور پر انتہا عاصم بن ابی الجندو اور ان کے بعد زر اور پھر عبد اللہ بن مسعود اور ان کے واسطے سے

جناب رسالت مآبؑ پر ہے اُن مشائخ کی فہرست یہ ہے:  
سفیان بن عینیہ، قطر بن خلیفہ، عاش، ابو احمق سلیمان بن فیروز شیبانی، حفص بن عمر، سفیان ثوری، شعبہ، واسط بن حرث، ابو شیبہ، یزید بن معاویہ، سلیمان قرم، جعفر احمد، قیس بن ریق، اسپاط، سلام ابو منذر، ابو شہاب محمد بن ابراہیم کنانی، عمر بن عبید طنافسی، ابو بکر ابن عیاش، عثمان بن شبرمة، قیس، عمر بن قیس ملامی، عمار بن زریق، عبد اللہ بن حکیم بن جبیر اسدی، عمر بن عبد اللہ بن بشر ابوالاحوص، سعد بن حسن بن اخت ثعلبہ، معاذ بن ہشام، یوسف بن یونس، غالب بن عثمان، حمزہ الزیارات، شیبان، حکم بن ہشام۔

ان سب نے یہ روایت اسی طرح نقل کی ہے کہ اسمی اسمی بس ایک طریق ہے جو عبد اللہ بن موسیٰ اور پھر زائدہ اور ان کے واسطے سے عاصم پر مشتمل ہے اس میں یہ ہے کہ وہ اسم ابینہ اسی ابی اور کسی عاقل شخص کو اس میں شہہ نہیں ہو سکتا کہ اس زیادتی کا کوئی اعتبار نہیں ہے جب کہ اتنے بڑے بڑے ائمہ حدیث اس کے خلاف متفق ہیں۔“

درحقیقت چونکہ خلفائے بنی عباس کے بعض خوشامدی ہوانوا ہوں نے بہت سے احادیث کو جن میں مہدی کا وصف آیا ہے۔ منصور دوائیقی کے بیٹھ مہدی عباسی پر منطبق کرنا چاہتا تھا اور وہ ان احادیث کی موافقت سے اس کے عدل و انصاف اور امن و امان کو سراہتے تھے تو اس غرض کو پوری طرح حاصل کرنے کے

امت کے پیشواد امام بن کر نہیں آ سکیں گے لہذا وہ مہدی نہیں ہو سکتے کہ جنہیں اس امت کی امامت و پیشوائی کا درجہ حاصل ہے۔

علامہ ابن حجر نے اس روایت کو جس طرح نقل کیا ہے اس میں نام بھی موجود ہے، وہ لکھتے ہیں : صَحَّ مَرْفُوعًا يَنْذِلُ عَيْسَى بْنُ مَرْيَمَ فَيَقُولُ أَمِيرُهُمُ الْمُهَدِّيُّ تَعَالٰٰ صَلَّى إِنَّمَا فَيَقُولُ لَا إِنَّ بَعْضَكُمْ أَمَّةٌ عَلٰى بَعْضٍ تَكْرَمُهُ اللَّهُ لِهُذِهِ الْأُمَّةِ۔

(صواعق محرقة، ص ١٠٠)

اور بالکل اسی کے مطابق اسعاف الراغبین علامہ صبان میں بھی موجود ہے۔ (حاشیہ نور الابصار، ص ۱۳۶)

(حاشیہ نور الابصار، ص ۱۳۶)

حافظ کنجی نے بھی کتاب البيان ص ۲۰ میں اس حدیث کو درج کیا ہے اور لکھا ہے: هذَا حَدِيثُ حَسَنٍ رَوَاهُ الْخِرْبُ بْنُ أَئِمَّةِ أَسَامَةَ فِي مُسْنَدِهِ وَرَوَاهُ الْحَافِظُ أَبُونَعِيمٍ فِي مَنَاقِبِ الْمَهْدِيِّ كَهَا أَخْرَجَنَا كَوْسُقْنَا كَهَا عَالِيَاً۔  
پانچویں حدیث

عيسى بن مريم كأنما يقطر من شعره الماء فيقول  
المهدى تقدم صل بالناس فيقول عيسى إنما  
اقيمت الصلوة لك فيصل عيسى خلف رجل من  
ولدى فإذا صليت قام عيسى حتى جلس في المقام  
فسبأله

”حضرت رسول فرماتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم کے نزول کے موقع پر مہدی ان کی طرف متوجہ ہوں گے اور کہیں گے کہ بڑھیے لوگوں کو نماز پڑھائیے، عیسیٰ جواب دیں گے کہ نہیں یہ نماز تو آپ سے مخصوص ہے، آخر عیسیٰ میرے فرزند کے پیچھے نماز پڑھیں گے، نماز کے بعد عیسیٰ مقام اراہیم میں آئے گے اور دنارا (مہدی) سے

८१

حال ہو گی تمہاری اس وقت جب عیسیٰ بن مریم اُتریں گے اور پیشوا تمہارا اس وقت تھہیں میں سے ہو گا۔

حافظ بخي لكته هیں: هذا حدیث حسن مُتَّفَقٌ علی صِحَّتِهِ مِنْ حَدِيثِ مُحَمَّدٍ بْنِ شَهَابِ الزُّهْرِيِّ رَوَاهُهُ الْبَخَارِيُّ وَمُسْلِمٌ فِي صَحِيحِ يَحْيَيْهِمَا كَمَا أَخْرَجَنَا

”اس حدیث کی صحت پر اجماع ہے اور اس کو بخاری و مسلم دونوں نے اپنی صحیحوں میں درج کیا ہے۔

(كتاب البيان، ص ٢٧)

چوہی حدیث

جا<sup>ب</sup>ر بن عب<sup>د</sup> الل<sup>ه</sup> ك<sup>ي</sup> روایت ل<sup>ا</sup> تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّةٍ يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالَ فَيَنْزِلُ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ فَيَقُولُ أَمِيرُهُمْ تَعَالَى صَلَّى بِنَافَيَقُولُ لَا إِنْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ أَمْرًا تَكْرِيمَةُ اللَّهِ هَذِهِ الْأُمَّةُ

”میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ قیامت تک حق پر قائم رہے گی اور اس سلسلہ میں چہاد کرتی ہوگی۔ عیسیٰ بن مریم آسمان سے اتریں گے تو اس وقت مسلمانوں کا حاکم و پیشوائیں سے کہا گا کہ آئیے آپ ہم کو نماز پڑھائیے، وہ کہیں گے کہ نہیں، یہ اس امت کا اعزاز ہے خدا کی جانب سے اس امت کا امام و پیشوائی اسی امت میں سے ہو سکتا ہے، غیر نہیں ہو سکتا۔“

حافظ کنجی نے کہا ہے: هذا حديث حسن صحيح  
آخر جهه مسلم في صحيحه كما سبقنا له.

(كتاب البيان، ص ٢٨)

ان دونوں حدیثوں میں اگرچہ امام کا نام نہیں لیا گیا ہے لیکن یہ صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ بن مریم مہدی نہیں ہیں کہ جو اسی امت کی فرداور اولاد حضرت رسول ﷺ میں سے ہوا گے اور نہیں سے کہ عیسیٰ اس

امان زمانه نگهش

بیعت کریں گے۔

اس روایت کی حافظ ابو نعیم نے مناقب المهدی میں تخریج کی ہے۔  
(کتاب البیان، ص ۲۸-۲۹)

علامہ ابن حجر نے بھی اس حدیث کو طرانی کے حوالے سے نقل کیا ہے اور لکھا ہے وفی صحیح ابن حبان فی إمامۃ المهدي میں تجوہ۔ ”اس کے مثل روایت صحیح ابن حبان میں باب امامت مهدی میں موجود ہے۔“

(صوات عن محرقة، ص ۱۰۱)  
اور اسی کے موافق اسعاف الراغبین (حاشیہ ص ۱۳۶) میں بھی مذکور ہے۔

ان احادیث کا تواتر اور اجماع امت

علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:

قُدْ تَوَاتَرَتِ الْأَخْبَارُ وَأَسْتَفَاضَتِ بِكُثْرَةِ رُوَايَتِهَا عَنِ الْمُصْطَفَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَمَّدٌ وَجْهُهُ وَإِنَّهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ وَإِنَّهُ يَمْلِكُ سَبَعَ سِنِينَ وَإِنَّهُ يَمْلِأُ الْأَرْضَ عَدْلًاً وَإِنَّهُ يَجْرِي جَمَعَ عِيسَى عَلَى نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِ أَفْضُلُ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامُ فَيُسَاعِدُهُ عَلَى قَتْلِ الدَّجَالِ بِبَابِ لَدَ بِأَرْضِ فِلَسْطِينِ وَإِنَّهُ يَوْمَ هَذِهِ الْأَمَةِ وَيُصَلِّي عِيسَى حَلْفَهُ

”یہ احادیث ایسے ہیں جن کے طرق اور ان کی صحت اہلسنت کے نزدیک ثابت ہو گئی ہے اور اسی طرح ان کو شیعہ بھی متفقہ طور پر روایت کرتے ہیں، اس طرح تمام مسلمانوں کا اجماع ثابت ہوا اس لئے کہ شیعہ اور اہلسنت کے علاوہ دوسرے فرقے جو بین ان کا قول درجہ اعتبار سے ساقط اور بالکل بے وقت ہے۔ معلوم ہوا کہ اس مسئلہ پر تمام اہل اسلام کا اجماع ہے۔  
(کتاب البیان، ص ۲۹)

مرزا صاحب قادر یانی کے دعاوی

(صوات عن محرقة، ص ۱۰۲)

علامہ صبان نے بعینہ اسی عبارت کو تائیدی حیثیت سے نقل کیا ہے۔  
(اسعاف الراغبین، حاشیہ ص ۱۳۰)

علامہ شبیخی نے لکھا ہے:

تَوَاتَرَتِ الْأَخْبَارُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ وَإِنَّهُ يَمْلِأُ الْأَرْضَ عَدْلًاً وَتَوَاتَرَتِ الْأَخْبَارُ عَلَى أَنَّهُ يُعَاوِنُ عِيسَى عَلَى قَتْلِ الدَّجَالِ بِبَابِ لَدَ بِأَرْضِ فِلَسْطِينِ الشَّامَ۔

”احادیث اس امر کے متعلق جناب رسالتما ب سے متواتر ہیں کہ مهدی حضرت کے اہلبیت میں سے ہیں وہ زمین کو عدل و انصاف سے مملوکر دیں گے نیز یہ امر بھی متواتر ہے کہ وہ عیسیٰ کی مدد کریں گے دجال کے قتل میں جو باب لد پر ملک فلسطین میں واقع ہوگا۔“  
(نور الابصار، ص ۱۵۵)

اور حافظ شبیخی نے لکھا ہے:

هَذِهِ الْأَخْبَارُ هِمَّا ثَبَتَ ظُرُوفُهَا وَصَحَّتْهَا عَنَّ أَهْلِ السُّنَّةِ وَكَذِيلُكَ تَرْوِيهَا الشِّيَعَةُ عَلَى السُّوءِ فَهُنَّا هُوَ الإِجْمَاعُ مِنْ كَافَةِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ إِذَا مِنْ عَدَ الشِّيَعَةِ وَالسُّنَّةِ مِنَ الْفِرَقِ فَقُولُهُ سَاقِطٌ مَرْدُودٌ وَحَشُوْ مُظْرِحٌ فَشَبَّتْ أَنَّ هَذِهِ إِجْمَاعٌ كَافَةً أَهْلِ الْإِسْلَامِ۔

”یہ احادیث ایسے ہیں جن کے طرق اور ان کی صحت اہلسنت کے نزدیک ثابت ہو گئی ہے اور اسی طرح ان کو شیعہ بھی متفقہ طور پر روایت کرتے ہیں، اس طرح تمام مسلمانوں کا اجماع ثابت ہوا اس لئے کہ شیعہ اور اہلسنت کے علاوہ دوسرے فرقے جو بین ان کا قول درجہ اعتبار سے ساقط اور بالکل بے وقت ہے۔ معلوم ہوا کہ اس مسئلہ پر تمام اہل اسلام کا اجماع ہے۔  
(کتاب البیان، ص ۲۹)

اویسی ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

امام زمانہ نمبر

پر مخفی رکھا تھا ظاہر ہوا اور خدا نے ایک الہام کے ذریعہ سے میرا نام عیسیٰ بن مریم رکھا اور ارشاد کیا اے عیسیٰ ہم تمہاری مدت پوری کریں گے اور تمہیں اپنی طرف اٹھالیں گے اور تم کو پاک کریں گے ان لوگوں سے جنہوں نے کفر اختیار کیا اور تمہارا اتباع کرنے والوں کو قیامت تک کے لئے کافروں پر غالب قرار دیں گے، ہم نے تم کو عیسیٰ بن مریم قرار دیا ہے۔“ (ص ۸)

یہ عجیب اطیفہ ہے کہ کسی کا نام رکھتے ہوئے اس کی ماں کا نام بھی زبردستی رکھ دیا جائے تاکہ چاروں چولیں ٹھیک بیٹھیں یہ چونکہ ان احادیث میں کہ جن میں مسح موعود کا تذکرہ ہے صرف اتنا نہیں ہے کہ عیسیٰ آسمان سے اتریں گے اس طرح آسان تھا کہ ہر ایک شخص جس کا نام عیسیٰ ہو وہ ادعائے مسیحیت کر دے بلکہ ان میں عیسیٰ بن مریم کا تذکرہ تھا جو درحقیقت ایک مخصوص ہستی کے سوائے جو دور اول میں گذر چکی کوئی نہیں ہو سکتا۔

مرزا صاحب اگر اپنا نام عیسیٰ رکھ لیتے تو یہ سوال باقی رہ جاتا کہ آپ ابن مریم نہیں ہیں لہذا پیشین گوئی غیر منطبق، اس کے لئے انہوں نے سارا پیر عیسیٰ بن مریم اپنا نام رکھ لیا کہ یہ سوال ہی پیدا نہ ہونے پائے لیکن وہ لوگ جو سخن فہمی کا ملکہ رکھتے اور بات کرنے کا انداز جانتے ہیں۔ انھیں معلوم ہے کہ عیسیٰ بن مریم کی لفظیں اس ہستی کے آنے کی پیشین گوئی ہے جس کا نام عیسیٰ اور جس کی ماں مریم تھی نہ وہ کہ جس کا نام خواہ مخواہ عیسیٰ بن مریم رکھ دیا گیا ہو۔

درحقیقت عیسیٰ بن مریم کی لفظیں اس مخصوص شخص کا پتہ دیتی ہیں جو بنی اسرائیل میں پیغمبر کی حیثیت سے مبعوث ہو چکا ہے اس لئے کہ کوئی دوسرا شخص اگرچہ عیسیٰ اور اس کی ماں کا نام مریم ہو لیکن اس کا انتساب اپنے باپ کی طرف ہو گا اور یہ بات عیسیٰ اسرائیلی ہی کے ساتھ مخصوص تھی کہ وہ بغیر باپ کے صرف ماں سے پیدا ہوئے اس لئے انتساب ان کا اپنی ماں کی جانب تھا اور وہ عیسیٰ بن مریم

ان تمام مسلمہ احادیث کی موجودگی میں جو قرآن کریم کی کسی تصریح کے خلاف بھی نہیں ہیں کسی ایسے دعوے کا سد باب ہونا چاہئے جو مہدویت و مسیحیت کے بارے میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان صریحی پیشین گوئیوں کے خلاف ہو لیکن افسوس ہے کہ ان کے باوجود بھی ایسے دعاویٰ کا سد باب نہ ہو سکا۔

مرزا غلام احمد صاحب جن کی مظہریت کا شرف خطہ قادریان پنجاب کو حاصل ہے انہوں نے بوقت واحد مہدویت و مسیحیت دونوں کا ادعا کر کے کوسِ لممِ الملکی بجا یا اور نصاریٰ کے توحیدی فی التثنیث کے گورکھ دھندے کی طرح دو کو ایک ماننے کی طرف بڑے زورو شور سے دعوت دی۔

اور لطف یہ ہے کہ خود ان کو ایک مدت تک نہیں معلوم تھا کہ عیسیٰ میں ہی ہوں اور وہ سمجھتے تھے کہ عیسیٰ آئندہ کسی موقع پر نازل ہوں گے لیہاں تک کہ ایک مرتبہ خدا نے ان کا نام عیسیٰ بن مریم رکھ دیا۔ چنانچہ وہ اپنی عربی کتاب حمامۃ البشری میں جو میرے پیش نظر ہے تحریر فرماتے ہیں:

كُنْتُ أَظْنَنَّ بَعْدَ هَذِهِ التَّسْمِيَةِ أَنَّ الْمَسِيحَ مَوْعِدُّ خَارِجٌ وَمَا كُنْتُ أَظْنَنَّ أَنَّهُ أَنَا حَتَّى ظَهَرَ السُّرُّ الْمَخْفِيُّ الَّذِي أَخْفَاهُ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مِّنْ عِبَادِهِ إِبْلَالًا مِّنْ عِنْدِهِ وَسَمَّانِيَ رَبِّي عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ فِي الْهَامِ مِنْ عِنْدِهِ وَقَالَ يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُظَهِّرُكَ مِنَ الظِّيْنِ كَفَرُوا وَجَاءُلُ الظِّيْنَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الظِّيْنِ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِنَّا جَعَلْنَاكَ عِيسَى بْنَ مَرْيَمَ۔

”میں اپنا نام رسول ہونے کے بعد بھی یہ سمجھتا تھا کہ مسح موعود آئندہ ظاہر ہوں گے اور مجھے یہ خیال نہ تھا کہ وہ میں ہی ہوں لیہاں تک کہ مخفی راز جو خدا نے اپنے بہت سے بندوں پر امتحان کے طور

..... امام زمانہ نمبر .....

”حافظہ باشد“ کے مطابق یہ تناقض بھی دیکھنے کے قابل ہے کہ سابقہ عبارت میں صاف موجود ہے کہ عیسیٰ بن مریم نام رکھے جانے والے الہام کے بعد راز پوشیدہ ظاہر ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ عیسیٰ میں ہی ہوں اور اب کوئی عیسیٰ آنے والے نہیں اور اس عبارت میں صاف یہ لکھا ہے کہ اس الہام کے بعد بھی میں سمجھتا رہا کہ میں عیسیٰ سچ نہیں ہوں اور وہ پھر آنے والے ہیں لیکن دس برس کے بعد پر از منکشf ہوا۔

اب ذرا ان پیشین گوئیوں پر ایک نظر ڈالو جو مسح موعود کے متعلق ہیں اور جن میں ان کا نماز پڑھنا امام مہدی کے پیچھے مذکور ہے اور ان کا کہنا کہ یہ حق اس امت کا ہے کہ اس کے بعض افراد بعض کے امام و پیشوavnیں تو یہ امر صاف طور سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ بن مریم یا مسح موعود امت محمدیہ میں سے کسی شخص کا نام نہیں ہے بلکہ وہ وہی عیسیٰ بن مریم اور مسح ہیں جن کا دور نبوت رسالت محمدیہ کے ظہور سے ختم ہوا تھا۔

ان تمام احادیث کے خلاف ان کا یہ دعویٰ بھی کہ مہدی و عیسیٰ  
دو شخص نہیں بلکہ ایک ہی ہیں بالکل پادر ہوا ہے، انھوں نے  
مسلمانوں کے متفقہ عقیدہ کا مذاق اڑاتے ہوئے حمامۃ البشری  
صریح میں لکھا ہے:

الْعَجَبُ الْأَخْرَ إِنَّهُمْ يَنْتَظِرُونَ الْمَهْدِيَ مَعَ اَنَّهُمْ يَقْرَأُونَ فِي صَحِيحِ ابْنِ مَاجَةَ وَالْمُسْتَدِرِ لِكَ حَدِيثَ لَا مَهْدِيَ إِلَّا عَيْسَىٰ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ الصَّحِيحَيْنِ قَدْ تَرَكَاهُ ذُرْرَةً لِصُعْفِ أَحَادِيثَ سَمِعْتُ فِي أَمْرِهِ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ أَحَادِيثَ ظَهُورِ الْمَهْدِيِ كُلُّهَا ضَعِيفَةٌ فَبِحَرْوَةَ بَلْ بَعْضُهَا مَوْضُوعَةٌ مَا ثَبَثَ مِنْهَا شَيْئٌ ثُمَّ يُصْرِّفُونَ عَلَى مَجْمِيعِهِ كَانُوهُمْ لَيْسُوا بِعَالَمِينَ -

”تعجب بالاۓ تعجب یہ ہے کہ یہ لوگ مہدی کے منتظر ہیں

کہلاتے تھے، وہ حقیقت عیسیٰ بن مریم کے آنے کی پیشین گوئی شخص خاص کے متعلق نام و نسب کی خصوصیت کے ساتھ تعینی طور پر ہے نہ یہ کلی حیثیت سے کہ ایک عیسیٰ بن مریم آئے گا تاکہ جو شخص اپنا نام عیسیٰ بن مریم رکھ لے یا اتفاق سے اس کا نام عیسیٰ بن مریم ہو وہ اس کے تحت داخل ہو جائے گا۔

عیسیٰ بن مریم نام ہو چکنے کے بعد بھی خود مرزا صاحب نہ سمجھے کہ مسح موعد میں ہوں یہاں تک کہ جتنی کسر باقی تھی وہ تیرے الہام سے پوری ہوئی جس میں آپ کو مسح موعد کے لقب سے کیا گیا۔ چنانچہ وہ حملۃ البشیری میں فرماتے ہیں کہ ”میں نے دس برس کا عرصہ ہوا اپنی کتاب براہین تصنیف کی اور اس میں اپنے بعض الہامات جو اس وقت ہو چکے تھے درج کئے ہیں میں سے یہ تھا کہ یا عیسیٰ اُنیٰ مُتَوَفِّیَکَ سے ..... الخ اس میں خدا نے میرا نام عیسیٰ رکھا پھر دوسرے الہام میں مجھ سے خطاب کر کے کہا ہے اُنیٰ خَلَقْتُكَ مِنْ جَوْهَرِ عِيْسَى وَإِنَّكَ وَعِيْسَى مِنْ جَوْهَرِ وَاحِدٍ۔ میں نے تم کو عیسیٰ کے جو ہر سے خلق کیا ہے اور تم اور عیسیٰ ایک جو ہر سے ہو۔ ایک الہام میں تمام علماء کو جو میرے خلاف ہیں یہ ہو و نصاریٰ سے تعبیر کیا ہے۔

اس کے بعد وہ برس تک مجھ پر ایسے الہامات نہیں ہوئے اور مجھ کو یہ خبر نہ تھی کہ اب اتنی طویل مدت کے بعد میں مامور ہوں گا اور میرا نام مسح موعود رکھا جائے گا بلکہ میرا خیال تھا کہ مسح آسمان سے آنکھ نہ نازل ہوں گے جیسا کہ عام مسلمانوں کا خیال ہے لیکن میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ آخر خدا نے پے در پے الہامات کو میرا نام عیسیٰ بن مریم کیوں رکھا ہے اور کیوں کہا ہے کہ تم اور عیسیٰ ایک جو ہر سے ہو اور کیوں میرے خلفیں کو یہود و نصاریٰ قرار دیا ہے، لیکن ان تمام الہامات کے معنی اب وہ برس کے بعد مجھ پر کھلے۔ (یعنی جب میرا نام مسح موعود قرار دے لیا گیا۔) (ص ۱۲)

کہا کہ وہ منکر اور ناقابل عمل ہے اور دیگر حفاظ حدیث نے یقین طور سے کہا ہے کہ وہ احادیث جن میں صراحت ہے کہ مہدی اولاد فاطمہ میں سے ہو گا زیادہ صحیح السند ہیں۔“

(صوات عن محقر، ص ۱۰۱)

علامہ ابن صبان نے لکھا ہے:

أَمَّا حَدِيثُ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَرِدُّ أَدَمُ الْأَمْرَ إِلَّا شِدَّةً وَلَا الْدُّنْيَا إِلَّا إِذْبَارًا وَلَا النَّاسُ إِلَّا شُحًّا وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا عَلَى شَرَارِ النَّاسِ وَلَا مَهْدِيٌ إِلَّا عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ فَمُشَكِّلٌ فِيهِ۔  
” یہ روایت کہ سوائے عیسیٰ کے کوئی مہدی نہیں ہے محل کلام ہے۔“

حافظ بن حنبل لکھتے ہیں:

مَدَارُ الْحَدِيثِ لَا مَهْدِيٌّ إِلَّا عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ عَلَى حُمَّادِ بْنِ خَالِدِ الْهِنْدِيِّ مُؤَذِّنِ الْهِنْدِ تَفَرَّدَ بِهِ عَنْ أَبَانِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ الْحَسِينِ قَالَ الشَّافِعِيُّ الْمَظْلِمِيُّ كَانَ فِيهِ تَسَاهُلٌ فِي الْحَدِيثِ قُلْتُ قُدْ تَوَاتَرَتِ الْأَخْبَارُ وَاسْتَفَاضَتِ بِكَثْرَةِ رُوَايَتِهَا عَنِ الْمُضْطَفِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَمْرِ الْمَهْدِيِّ وَأَنَّهُ يَمْلِكُ سَبْعَ سِنِينَ وَيَمْلِأُ الْأَرْضَ عَدْلًا وَأَنَّهُ يَخْرُجُ مَعَ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ يُسَايِعِ فِي قَتْلِ الدَّجَالِ بِبَابِ لُدِّيَّ بَارِضِ فِلِسْطِينَ وَأَنَّهُ يُؤْمِنُ بِهِذِهِ الْأُمَّةِ وَيُصَلِّي عِيسَى خَلْفَهُ فِي طُولِ مِنْ قِصْبَتِهِ وَأَمْرِهِ وَقُدْ ذَكَرَ الشَّافِعِيُّ فِي كِتَابِ الرِّسَالَةِ وَكِتَابِهِ اصْلِ نَرْوِيْهِ وَلَكِنْ يَطْوُلُ ذُرُّ سَنِدِهِ قَالَ إِنَّكُمْ قُوْلُوا عَلَى أَنَّ الْحَدِيثَ لَا يُقْبَلُ إِذَا كَانَ الرَّاوِيُّ مَعْرُوفًا بِالْتَّسَاهُلِ فِي رِوَايَتِهِ۔

یہ حدیث کہ لا مہدی الاعیسیٰ اس کا دار و مدار محمد بن خالد

:: ۲۵ ::

حالانکہ وہ صحیح ابن ماجہ اور مستدرک میں اس حدیث کو دیکھتے ہیں کہ مہدی سوائے عیسیٰ کے کوئی نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ صحیح نے مہدی کا ذکر اسی بناء پر چھوڑا ہے کہ اس بارے میں جتنے احادیث ہیں وہ ضعیف السندا اور یہ بھی جانتے ہیں کہ ظہور مہدی کے جتنے احادیث ہیں سب ضعیف اور مجروح بلکہ ان میں سے موضوع ہیں اور کوئی ان میں سے ثابت نہیں ہے پھر یہ لوگ مہدی کے آنے پر اصرار رکھتے ہیں گویا یہ کچھ جانتے ہی نہیں۔“

حالانکہ جو شخص ظہور حضرت مہدی کے متعلقہ احادیث پر نظر کرے جن کی طویل فہرست سابق میں درج ہو چکی ہے تو معلوم ہو گا کہ ان احادیث میں اکثر صحیح حسن ہیں جن کا اعتبار پایہ ثبوت کو پہنچا ہوا ہے اور پھر جب کہ تعداد ان کی اتنی ہے کہ جو حدود تواتر کو پہنچی ہے جس کے بعد تحقیق سند کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔

رہ گئی یہ حدیث جس پر ان کا پورا اعتماد معلوم ہوتا ہے کہ لا مہدی الاعیسیٰ وہ بجائے خود پایہ اعتبار سے ساقط ہے چنانچہ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:

قَالَ الْحَاكِمُ أَوْرَدْتُهُ تَعَجُّبًا لَا مُخْتَجَابِهِ وَقَالَ الْمُبَيِّنِيَقُّ تَفَرَّدَ بِهِ حُمَّادُ بْنُ خَالِدٍ وَقَدْ قَالَ الْحَاكِمُ أَنَّهُ فَجَهُولٌ وَأَخْتِلَفَ عَنْهُ فِي إِسْنَادِهِ وَصَرَّحَ النَّسَائِيُّ بِإِنَّهُ مُنْكَرٌ وَجَزِيرٌ غَيْرُهُ مِنَ الْحَفَاظِ بِإِنَّ الْأَحَادِيْثَ الَّتِي قَبْلَهُ أَتَى النَّاصِّةُ عَلَى أَنَّ الْمَهْدِيَّ مِنْ وُلْدِ فَاطِمَةَ أَصْحَحُ إِسْنَادٍ۔

” حاکم نے جو اس روایت کو درج کرنے والے ہیں خود لکھا ہے کہ میں نے اسے تعجب کے طور پر نقل کیا ہے نہ اس خیال سے کہ وجہت اور قابل عمل ہے اور یہ حقیقی نے کہا ہے کہ اس روایت کے نقل میں محمد بن خالد بن تفرد ہے اور اس کے متعلق حاکم نے کہا ہے کہ وہ مجھوں ہے اور اس سے اسناد میں بھی اختلاف ہوا ہے اور نسائی نے امام زمانہ نمبر ::

ہوئے تھے اور اسی بنا پر ان کو مبشر کہا جاتا ہے اور یہ ظہورِ اعظم حضرت جمال قدم بہاء اللہ ہیں جن کے اندر مالِکُ الْمُلْك وَالْمَلَكُوت یعنی خدائے تعالیٰ نے دنیا کو اپنے ظہور سے معمور فرمایا ہے، ان کے ظہور سے وہ پیشین گوئیاں پوری ہوئی ہیں جو رسالتِ آب سے مذکور ہیں کہ تم اپنے خدا کو اس طرح دیکھو گے جیسے چودھویں رات کا چاند یا جو کتب سابقہ میں ہیں کہ رب الافواج اپنے جلال و جبروت کے ساتھ ظاہر ہو گیا جو قرآن مجید میں ہے کہ جَاءَ رَبُّكَ يَا تَيْمِّهِ اللَّهُ وَغَيْرَهُ اور انہی کا ظہور قیامت ہے کہ جس کا ذکر کر برابر قرآن و احادیث میں ہوتا رہا ہے اور انہی کے ظہور سے شریعتِ اسلامیہ منسون ہے اور دوسری امت و شریعت کا دور دورہ ہو گیا ہے اور انہی کا ظہور ظہورِ مسیح ہے۔ لیکن وہ باپ کے جلال میں ہے نہ یہ کہ وہی مسیح جو دنیا سے اٹھ گیا تھا پھر آئے گا کہ جو عقل و نقل کے خلاف ہے۔

مذکورہ بالاعقاد اگرچہ بہائی جماعت میں مسلم حیثیت رکھتے ہیں لیکن ناواقف اشخاص اطمینان کے لئے سلسلہ وار ذیل کے عبارات ملاحظہ فرمائیں جو نمونہ کے طور پر حضرات اہل بہاء کے کتب سے درج کئے جاتے ہیں:

۱۔ مہدی موعود اور قائم مُنتظر علی محمد باب ہیں  
ملاحظہ ہو اور دو ترجمہ لوح ابن ذائب از کتب مقدسہ حضرت بہاء اللہ مطبوعہ جید بر قی پریس دہلی منشورہ ادارہ کوکب ہند دہلی ص

۸۲  
اے شیخ گروہ شیعہ پر غور کر کہ انھوں نے ظنون و اوهام کے ہاتھوں کس قدر عمارتیں اور کتنے شہر بناؤالے بالآخر وہ اوهام گولی کی شکل میں تبدیل ہوئے اور سید عالم پرجا پڑے اور اس جماعت کے سرداروں میں سے ایک بھی یوم ظہور میں ایمان نہ لایا، اس مبارک کے ذکر پر سب لوگ عجل اللہ فرجہ کہتے ہیں (کہ خدا کرے

ہندی پر ہے جو اس کی روایت میں متفرد ہے اب ان بن صالح سے اور وہ حسن سے، شافعی مطلبی نے کہا ہے کہ یہ شخص نقل حدیث میں سہل انگاری اور بے پرواہی رکھتا تھا، احادیث جناب رسالتِ آب سے مہدی کے متعلق حدواتر کو پہنچے ہیں اور یہ کہ وہ سات برس سلطنت کریں گے اور زمین کو عدل و انصاف سے مملو کر دیں گے اور عیسیٰ بن مریم کے ساتھ ظاہر ہو کر دجال کے قتل میں ان کی مدد کریں گے۔  
اور نماز پڑھائیں گے اور عیسیٰ ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے، شافعی نے اپنے رسالہ میں جو مندرجہ اور ہم تک بسند متصل پہنچا ہے جس کے ذکر کا موقع نہیں، کہا ہے کہ یہ امر متفق علیہ ہے کہ حدیث اس وقت قبول نہیں ہو سکتی جب اس کا راوی تسلیم اور بے پرواہی میں مشہور و معروف ہو۔

(کتاب البیان، ص ۲۱)

اس کے بعد حضرت مرزا صاحب کادعویٰ حقیقت سے کوسوں دور نظر آتا ہے۔

### باب و بہاء کے دعاویٰ

ایران میں بابی و بہائی تحریک ہندوستان کی قادیانی تحریک کی تقریباً ہمسن یا اس کی بڑی بہانہ ہے۔

علی محمد شیرازی ملقب بباب اور مرتضیٰ حسین علی مازندرانی ملقب بہاء اللہ کے دعاویٰ اگرچہ باختلاف زمانہ نئی نئی صورتیں اختیار کرتے رہے ہیں اور ڈارون کے فلسفہ نشوء ارتقا کے مطابق ان میں تدریجی اضافے ہوائے ہیں لیکن تمام مدارج ترقی کا لالب بباب جو موجودہ بہائی فرقہ کا نقطہ نظر قرار پاتا ہے وہ یہ ہے کہ نقطہ اول یعنی حضرت سید علی محمد باب شیرازی مہدی موعود اور قائم مُنتظر ہیں اور انہی کے ظہور سے تمام وہ پیشین گوئیاں پوری ہو گئیں جو امام کے ظہور کے متعلق نہیں اور ان کا ظہور پیش نہیم تھا ایک دوسرے ظہور کا کہ جو ظہورِ اعظم ہے اور وہ اسی ظہور کی بشارت دینے کے لئے مبعوث

ہو گا۔“ (ص ۲۲)

۳۔ بہاء اللہ کا ظہور، ظہور خداوند عالم اور وہی روز قیامت ہے۔

بھائی آر گن ”کوکب ہند“، ملی ج نمبر ۲۰۳ جون و جولائی ۱۹۷۰ء زیر عنوان ”حضرت بہاء اللہ کا دعویٰ۔“ (ص ۷)

”قیامت کبریٰ میں ظاہر ہونے والا ظہور بالفاظ اہل کتاب ظہور خداوندی ہے نہ کسی نبی اور رسول کا ظہور اور انہی الفاظ میں حضرت بہاء اللہ کا ادعا موجود ہے، آپ ہی محدث دل سے غور فرمائیں کہ کیا آپ قیامت کے دن کسی نبی یا رسول کے ظہور کے منتظر ہیں؟ اگر نہیں جیسا کہ یقیناً نہیں تو کیوں ایسے ظہور کو جو قیامت کبریٰ میں ٹھیک اپنے وقت پر ظہور فرمائی ہو نبی و رسول بنانے کی فکر میں ہیں جب کہ نہ اسے نبی یا رسول کے خطاب سے کبھی مخاطب کیا گیا اور نہ اس نے ہی کبھی ادعاء بنوت و رسالت کیا بلکہ اس نے ہمیشہ یہی نہ بلنے فرمائی یا معاشر الملوكِ قدُّسُ الْمَالِكُونَ وَالْمُلُكُ لِلَّهِ الْمُهَمَّيْمِينَ الْقَيُّوْمُ اے بادشاہوں کے گروہ مالک آگیا اور ملک خدائے ہمیمین و قیوم ہی کا ہے۔ طُوفُوا وزورو رَبَّ الْأَنَامِ فِي هَذِهِ الْأَيَامِ الَّتِي مَا أَدْرَكَتِ مِثْلَهَا الْعَيْوُنُ فِي قُرُونِ الْأَوَّلَيْنَ ان دنوں میں جن کی مثال پہلے زمانوں کی کسی آنکھ نے نہیں دیکھی تم مخلوقات کے رب کی زیارت کرو اور طواف کرو، قُلْ يَهْدِنَا الظُّهُورُ رَجَعَ حَدِيثُ الظُّوْرِ وَنُفْخَ فِي الصُّورِ وَقَامَ الْعِبَادُ لِلَّهِ الْعَزِيزِ الْوَدُودِ أَذْكُرْ مَا أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ فِي الْفُرْقَانِ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْمَ۔ کہہ دے اس ظہور سے طور کا واقع پھر ظاہر ہو گیا اور صور پھونکا گیا، غالب اور پیار کرنے والے خدا کے لئے بندے اٹھ کھڑے ہوئے یاد کرو جو حسن نے قرآن میں نازل فرمایا کہ جس دن لوگ رب العالمین کی حضوری کے لئے اٹھ کھڑے

.....  
۲۴

حضرت امام مہدی کا ظہور جلد ہو) لیکن اس خورشید حقیقت کے ظہور کے وقت دیکھا گیا کہ سب عجل اللہ فی نعمتہ کہنے لگے (کہ خدا اسے جلدی تباہ کرے) ان لوگوں نے سازج وجود اور مالک غیب و شہود کو سولی پر لٹکایا اور وہ عمل کیا جس سے لوح روپڑی قلم نوحہ گر ہوا، مخلصوں کی آہیں اٹھیں اور مقریبین کے آنسو بہنے لگے۔“

”فرقة شیعہ کو دیکھا ایک ہزار دو سو سال تک ”یا قائم“ پکارتے رہے اور آخر کار سب نے اس کی شہادت پر فتویٰ دیا اور اسے شہید کردیا حالانکہ حق جل جلالہ اور حضرت خاتم اور اوصیاء کے قائل اور ماننے والے تھے۔“ (ص ۱۱)

رسالة دور بہائی منشورہ ادارہ کوکب ہند، ملی۔ (ص ۲۰)  
”آپ کے ”باب“ ہونے کے دعویٰ نے جس دشمنی کو بھڑکایا تھا اسے آپ کے اس دعوے نے کہ آپ ہی وہ امام مہدی ہیں جس کی حضرت محمد نے پیشین گوئی کی تھی دو گناہ کر دیا۔“

۲۔ علی محمد باب صرف ایک مبشر کی حیثیت رکھتے تھے جو اپنے بعد والے ظہور کی پیشین گوئی کریں۔ ملاحظہ ہو رسالہ دور بہائی۔ (ص ۲۳)

”آپ کی تمام کتابوں کا جوہر اور لب باب اس ظہور کی تعریف و تمجید تھی جو بہت جلد ظاہر ہونے والا تھا جو آپ کا واحد مدعای مقصود محبوب اور مطاع تھا کیونکہ آپ اپنے ظہور کو صرف ایک مبشر کا ظہور سمجھتے تھے اور اپنی اصلی فطرت کو آنے والے کے عظیم الشان کمالات کا وسیلہ جانتے تھے۔

”یوحنان پتسمہ دینے والے کی طرح حضرت باب ہمیشہ اس بات پر زور دیتے رہے کہ وہ ایک ایسی ہستی کے پیشہ یا مبشر ہیں جو ان سے بڑا ہے اور جو بہت جلد ان کے بعد آئے گا۔ آپ نے آفتاب حقیقت کے ایک عظیم الشان ظہور کی بشارت دی کہ وہ بہت جلد انسانی صورت میں جاہ و جلال کے ساتھ انسانوں میں ظاہر امام زمانہ نمبر.....

ہوں گے۔

قَدْأَتِ السَّاعَةُ الَّتِي كَانَتْ مَكْنُونَةً فِي عِلْمِ اللَّهِ  
وَنَادَتِ الدَّرَّاتُ قَدْأَتِ الْقَدِيمُ دُوَالْمَجِدُ الْعَظِيمُ  
السَّاعَةُ يَعْنِي وَهُوَ حَطْرِي آپنچی جو خدا کے علم میں پوشیدہ تھی اور  
تمام ذرات پکارا ٹھے کہ بزرگی اور عظمت والا قدیم آگیا۔“

کوکب ہندج ۸ نمبر ۲ ص ۲۱ ”ظہور کے لئے جو مقام مقدر اور  
جس نام سے وہ موسوم ہے وہ یہ ہے جس کی بابت تمام کتب مقدسہ کا  
ارشاد و بیان ہے کہ إِنَّهُ يَنْطَقُ فِي كُلِّ شَانٍ إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا  
إِلَهَ إِلَّا أَنَا رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ وَأَنَّ مَا دُونَ خَلْقِي أَنْ يَا خَلْقِي  
إِنِّي أَنَا عَبْدُوْنِ اس کی شان گفتگو ہرشان میں یہ ہے کہ تحقیق میں  
خدا ہوں میرے سوا کوئی خدا نہیں میں ہر چیز کا رب ہوں اور جو کچھ  
میرے سوا ہے وہ میری مخلوق ہے، میں حکم دیتا ہوں کہاے میرے  
مخلوق صرف میری ہی عبادت کرو (تجالیات) ہمیشہ سے میں نے  
جرودت بقاء میں یہی کہا ہے کہ میرے سوا کوئی ممیں و قیوم خدا نہیں  
اور ہمیشہ ملکوت اسماء میں کہتا رہوں گا کہ میں ہی خدا ہوں میرے سوا  
کوئی عزیز و محبوب خدا نہیں ہے۔ (لوح الہیکل)۔“

۳۔ بہاء اللہ کا ظہور مسیح موعود کا ظہور ہے۔

کوکب ہندج ۸ نمبر ۲ ص ۷ ا بسلسلہ عنوان (حضرت بہاء  
اللہ کا دعوی) ”پوچھا استدلال چونکہ حضرت بہاء اللہ نے اپنے آپ کو  
آمد روح اللہ کہا ہے اور احادیث میں حضرت مسیح کے دوبارہ آمد کی  
خبر ہے جو خدا کے رسول تھے لہذا ثابت ہوا کہ حضرت بہاء اللہ بھی  
رسول تھے (الجواب) دنیا سے اٹھ جانے والے مسیح کی دوبارہ آمد کا  
خیال ایک غلط خیال ہے جسے رفتہ رفتہ عقائد انسان چھوڑتے چلے  
جار ہے ہیں، ہاں البتہ مسیح ضرور آئے گا لیکن باپ کے جلال میں  
جنے ہم اشیاء بھی کی پیشین گوئی میں قدیم باپ کے ظہور کے نام  
سے دکھا کچکے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے قَدْأَتِ الْأَبْ ”باپ آگیا“

••••• امام زمانہ نمبر •••••

(کتاب مینص ۶۷) سوا اسے ظہور مسیح کہو یا ظہور روح اللہ کہو یا باپ  
کا ظہور کہو یا خداۓ قادر اور حسن کے ظہور کے نام سے یاد کرو  
مطلوب ایک ہی ہے۔“

مذکورہ بالادعاوی کی تفصیلی ابطال کے لئے تو ایک مستقل  
تالیف کی ضرورت ہے جس کے لئے کسی آئندہ فرصت کا انتظار ہے  
لیکن میں تو سردست جب ان دعاوی کو ان پیشین گوئیوں پر منطبق  
کرنا چاہتا ہوں جو امام مہدیؑ اور عیسیؑ مسیح کے ظہور کے متعلق مستند  
احادیث فرقیین میں وارد ہوئی ہیں تو ان دونوں میں کوئی تعلق نظر  
نہیں آتا۔

ان پیشین گوئیوں سے صاف ظاہر ہے کہ

۱۔ حضرت مہدیؑ ایسے وقت میں کہ جب دنیا ظلم و جور  
سے مملو ہو گی ظاہر ہو کر دنیا کو عدل و انصاف سے مملو کر دیں گے۔

۲۔ وہ خدا کی طرف سے منصور و موند اور خاص جاہ  
وجلال اور عزت و اقتدار کے مالک بنا کر ظاہر کئے جائیں گے جن  
کے ہاتھوں دین حق کا دور دورہ اور باطل طاقتوں کو شکست ہوگی۔

۳۔ وہ خود ایک مخصوص عظمت و اہمیت اور امامت  
و پیشوائی کے درجہ کے مالک ہیں جس کی بنا پر رسولؐ کے احادیث  
میں کن پر طاقت و پر شکوه الفاظ سے کتنی زیادہ مرتبہ ان کے آنے کی  
پیشین گوئی کی گئی، اگر وہ صرف ایک مبشر کی حیثیت رکھتے ہوتے جو  
اپنے بعد والے ظہور کی پیشین گوئی کرے تو احادیث میں خدا ان  
کے ظہور کے متعلق اتنے اہتمام کی ضرورت نہ تھی بلکہ یہ تمام اہتمام  
اس ظہور کے متعلق صرف کیا جاتا جو مقصود اصلی تھا۔

۴۔ حضرت مسیح کا ظہور امام مہدیؑ کے ساتھ بحیثیت  
معاون و شریک کا رہوگا اور وہ امام مہدیؑ کے ساتھ بحیثیت معاون  
و شریک کا رہوگا اور وہ امام مہدیؑ کی بیعت کریں گے اور ان کے  
پیچے نماز پڑھیں گے جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کا ظہور ہیکل

میں امام عصر مہدی موعود قائم آل محمد جمعت منتظر **مرحوم دبن الحسن العسکری علیہ وعلی آبائہ افضل الصلوۃ والسلام** ہیں جن کی ولادت شب نیمه شعبان ۲۵۶ھ کو سامراہ میں ہوئی اور وہ بحکم الہی ان اسرار و حکم کی بنا پر جو علم مکنون باری میں مضرر ہیں اور جن کے متعلق اپنی عاجز و قاصر فکر کی رہنمائی کے مطابق ہم نے بھی روشنی ڈالی ہے لوگوں کی نظروں سے غائب رہ کر اپنے مقصد اصلی اور فریضہ منصبی کو ادا کر رہے ہیں اور اس وقت تک غائب رہیں گے جب تک مشیت باری اس دنیا کے قریبی زمانہ میں اختتم سے متعلق نہیں ہوئی ہے اور جب کہ ایسا ہو تو خداوند عالم ان کو ظاہر فرمائے گا جس کے ساتھ تمام پیشین گویاں پوری اور علامات حقیقی طور پر منطبق ہوں گے جس میں خواہ مخواہ کی ساخت پرداخت کو خل نہ ہوگا۔

ہمارے مستند تاریخی روایات اور احادیث حضرت کی ولادت و غیبت کے واقعات سے مملو اور تواتر قطعی کی حد سے متجاوز ہیں جو کم سے کم ہمارے لئے تو اس عقیدہ کا صحیح مستند ہو سکتے ہیں لیکن علمائے اہلسنت میں میں سے بھی کثیر التعداد افراد ان روایات کے نقل میں ہمارے ہم آواز ہیں اور انہوں نے حضرت کی ولادت و غیبت کے واقعات کو جزم دیکھنے کے ساتھ درج کیا ہے چنانچہ رسالہ کے منظور نظر مقدار سے آگے نہ بڑھنے کی غرض سے اس موقع پر صرف ان حضرات کے اسماء پر اکتفا کی جاتی ہے اور آئندہ موقع پر انشاء اللہ ان کے عبارات و تصریحات کی تفصیلی صورت پر درج کرنے کا ارادہ ہے۔

(۱) ابو سالم کمال الدین محمد بن طلحہ قرشی مصنف مطالب السنوی۔

(۲) حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف کنجی شافعی مصنف کفایۃ الطالب و کتاب البیان فی اخبار صاحب الزمان۔

بشری میں بحیثیت انسان کے ہوگا نہ بحیثیت خالق انسان کے۔ حضرت مسیح کے ظہور کو باپ کے جلال میں بتانا عقیدہ مثبتیت اور عیسیٰ کے ابن اللہ ہونے کے خیال کا مظہر ہے جو عقل و نقل اور اسلامی عقیدہ کے خلاف ہے۔

۵۔ حضرت مہدیؑ کو قوم عرب کی حکومت حاصل ہوگی لیکن افسوس ہے کہ حضرت علی محمد باب کی تحریک کو آج تک ملک عرب میں کوئی مقبولیت حاصل نہیں ہوئی۔

۶۔ حضرت مہدیؑ رسولؐ کے ہمنام ہوں گے، حضرت نقطہ اویٰ کا نام علی محمد تھا جس میں عربی و فارسی کے قاعدے سے رکن اعظم پہلا لفظ ہوتا ہے دوسرا نہیں۔

معلوم ہوا کہ ان احادیث کو جن میں امام مہدیؑ کے ظہور کی پیشین گوئی ہے اسی قسم کے پادر ہوادعاوی سے جو سوائے ظاہری ملحوظ کاری کے کسی مضبوط بنیاد پر قائم نہیں ہیں کوئی تعلق نہیں ہے۔ آفتاب امامت کا فروع اور بے بنیاد خیالات کی شکست حضرت مہدیؑ آخر الزماں کا وجود اور علمائے اسلام کا اجتماع

طلائے خالق کی نقل بنانے میں کتنی دستکاری صرف کر دی جائے لیکن اس کا واقعی امتیاز سلب نہیں ہو سکتا، بے شک لوگوں کی آنکھیں غلط فربی کے نگاہ میں بتلا ہوں گی، حقیقت گم نہیں ہو سکتی چاہے اس کی صورت کے کتنے ہی راستے بننا کر عقول و افہام کے لئے بھول بھلیاں طیار کر دی گئی ہو۔

شیعی فرقہ کہ جس کے مذہبی روایات میں امام مہدیؑ کا وجود کسی کلی عنوان اور مبہم صورت سے ثابت نہیں بلکہ وہ اتنے شخصی تعینات میں گھرا ہے جن کے باوجود کسی دوسرے کی شرکت ناممکن ہو جاتی ہے وہ اس قسم کی آوازوں پر اتنا کوچھی اپنے کارآمد اوقات کی تصنیع کے مراد فیضی کرنے پر مجبور ہے۔ شیعی فرقہ کے اعتقاد

..... امام زمانہ نمبر .....

- آخر الزمان۔
- (۱۸) نفضل بن روز بہان شیرازی مصنف ابطال الابلل۔
- (۱۹) شیخ سلیمان قندوزی حنفی بلخی مصنف ینائج المودة۔
- (۲۰) شیخ الاسلام شیخ احمد جامی۔
- (۲۱) صلاح الدین صفری۔
- (۲۲) شیخ عبدالرحمن بسطامی۔
- (۲۳) مولوی علی اکبر بن اسد اللہ مودی مصنف کتاب مکاشکات۔
- (۲۴) شیخ عبدالرحمن عارف مصنف مرأۃ الاسرار۔
- (۲۵) قاضی جواد ساپاٹی مصنف کتاب برائیں ساپاٹیہ
- (۲۶) شیخ سعد الدین جمودی خلیفہ ختم الدین الکبریٰ۔
- (۲۷) شیخ عارف متالہ عامر بن عامر بصری مصنف تصدیہ ذات الانوار۔
- (۲۸) شیخ ابوالمعالیٰ صدر الدین قونوی۔
- (۲۹) مولانا رئے روم مصنف مشنوی۔
- (۳۰) شیخ محمد عطاء مصنف مظہر الصفات۔
- (۳۱) سید علی ہدایتی مصنف کتاب المودۃ فی القربی۔
- (۳۲) موفق بن احمد خطیب خوارزمی مصنف مناقب۔
- (۳۳) عبداللہ بن محمد مطیری مدینی شافعی اشعری نقشبندی مصنف کتاب ریاض زاہرہ۔
- (۳۴) ابوالمعالیٰ محمد سراج الدین رفاعی مخرودی مصنف صحاب الخمار۔
- جب اتنے کثیر التعداد علمائے اہلسنت بھی ہمارے ہم آواز ہیں اور مستند احادیث کے مندرجہ خصوصیات (اسنمه اسنمی) (من عترتی) (من ولد الحسین) وغیرہ بھی حضرت پرپورے پورے منطبق ہیں
- (۳۵) نور الدین علی بن صباح مالکی مصنف فصول مہمه۔
- (۳۶) شمس الدین ابوالمظفر یوسف بن قزلی بن عبد اللہ البغدادی الحنفی المعروف بسیط ابن الجوزی مصنف تذکرة خواص الامة۔
- (۳۷) شیخ اکبر محی الدین بن عربی طائی اندسی مصنف فتوحات۔
- (۳۸) شیخ عبدالوهاب شعرانی مصنف کتاب ”ایواقیب والجواہرنی عقائد الکابر“۔
- (۳۹) عارف کامل شیخ حسن عراقی۔
- (۴۰) شیخ علی خواص براسی۔
- (۴۱) نور الدین عبدالرحمن جامی حنفی مصنف شواهد النبوة۔
- (۴۲) حافظ محمد بن محمد بن محمود المعروف بخواجہ پارسا بخاری مصنف کتاب فضل الخطاب۔
- (۴۳) حافظ ابوالفتح محمد بن ابی الفوارس مصنف کتاب اربعین۔
- (۴۴) شاہ عبدالحق محدث دہلوی مصنف رسالہ مناقب الائمه۔
- (۴۵) سید جمال الدین عطاء اللہ شیرازی مصنف روضۃ الاحباب۔
- (۴۶) حافظ ابومحمد احمد بن ابراہیم بن ہاشم طوسی بلادری صاحب مسلسلات۔
- (۴۷) ابومحمد عبدالله بن احمد بن محمد بن خثاب مصنف کتاب تواریخ موالید الائمه ووفیاتہم۔
- (۴۸) قاضی شہاب الدین ملک العلماء دولت آبادی مصنف ہدایۃ السعداء۔
- (۴۹) شیخ علی متقی مصنف کتاب البرہان فی علامات مہدی امام زمانہ تمبیر

مذہب کی دیگر باتوں کو مانا۔ اس لئے کہ وجود حضرت جنتؓ کی بحث میں ہمارا کوئی فریق، کوئی لامذہب دہری یا نیچری نہیں ہوگا۔ وہ تو خدا ہی کے وجود کو نہیں مانتا۔ پھر رسالت اور امامت کی بحث کی اس سے کیا تو قع ہے۔ وجود حضرت جنتؓ میں ہمارا فریق وہی ہے جو خدا اور رسولؐ کو مانتا ہے۔ اس لئے ہمارا یہ کہنا اس سے درست ہے کہ تم نے خدا کو مانا اور آنکھ سے نہیں دیکھا۔ جزا اوس زایدی روڑ آختر کو مانا اور خود آنکھ سے نہیں دیکھا۔ پھر امام آخر کو مانا بغیر آنکھ سے دیکھے ہوئے تمہارے ذوق تحقیق پر بار کیوں ہوتا ہے؟

حقیقتاً مذہب کی توبیاد ہی حس و مشاہدہ سے بالاتر امور پر قائم ہوتی ہے۔ اگر تم مشاہدے کے آگے کچھ نہیں مانتا چاہتے تو سرے سے مذہب ہی کا انکار کر دو۔ مذہب کو ماننے کے بعد پھر حضرت جنتؓ کے وجود میں یہ عذر پیش کرنا اصولی حیثیت سے کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔

دوسرा سوال کہ اتنے عرصہ تک کسی انسان کا زندہ رہنا مشاہدات کے خلاف ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ تمام وہ عجیب ایجادیں جو اس وقت نظر آ رہی ہیں سب پچاس سال تک برس پہلے مشاہدات کے خلاف تھیں مگر آج ان کے موقع نے بتلا دیا کہ انسانی مشاہدہ کے ہزاروں لاکھوں برس تک بھی کسی شے کے احساس سے قاصر ہنے کے باوجود وہ شے محل نہیں سمجھی جا سکتی۔ جہاں تک ہم نے تحقیق کیا ہے مقدار عمر کے متعلق اب تک کوئی معیار مقرر نہیں ہوا ہے۔

ڈاکٹروں سے پوچھئے تو معلوم ہو گا کہ مشاہدات سے معلوم ہوا ہے کہ باعتبار اوسط تمام دنیا میں سب سے زیادہ عمر ہر مذہب کے روحانی پیشواؤں کی ہوتی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ ضرور نکلتا ہے کہ روحانی مشاہدہ کی زیادتی طول عمر کا باعث ہے۔ حالانکہ یہ بالکل ناقص روحانیتیں ہیں جن میں مادہ کا غصر بہت غالب ہے۔ پھر جب اس ناقص روحانیت کا کرشمہ یہ نمودار ہوتا ہے تو اگر روحانیت

(۱۵)

اور عقلی نقلي ادلہ کا اقتضا ہے کہ دنیا کسی وقت امام سے خالی نہیں رہ سکتی اور امام حسن عسکری علیہ السلام کے بعد کسی امام کا پتہ سوائے حضرت کے نہیں چلتا اور غیبت کے وجود و اسباب بھی عقلی روشنی میں مکمل طور پر ثابت ہو چکے ہیں کہ وہ بالکل اصول حکمت و صلاح کے مطابق ہے تو یقیناً حضرت کے وجود و غیبت و امامت میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا، خدا عام مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ آنکھ کھول کر اس مسئلہ کے پہلوؤں پر نظر ڈالیں اور اپنے امام زمانہ کی معرفت کو حاصل کر کے متفقہ حدیث مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهِ کی زد سے اپنے تیس علیحدہ کریں۔

والسلام  
علی نقی انقوی عفی عنہ  
شعبان ۱۴۳۴ھ  
(ما خواز از ماہنامہ شعاع عمل تبریز ۲۰۰۷ءء تا جون ۲۰۰۷ءء)

## وجود حجتؓ کے متعلق کچھ شبہات اور ان کے جوابات

آیة اللہ العظیمی سیدالعلماء مولانا سید علی نقی طاپ براہ حضرت جنتؓ کے وجود کے متعلق موجودہ زمانہ میں جو بحثیں پیدا کی جاتی ہیں وہ سب ہر پھر کرتین پہلوؤں پر آ جاتی ہیں۔  
۱۔ ایک ایسی ہستی کا جس کے مشاہدہ سے ہم قاصر ہیں اقرار کس طرح کریں؟

۲۔ اتنے عرصہ تک کسی انسان کا زندہ رہنا کیسے ممکن ہے؟  
۳۔ پردہ غیبت میں رہ کر آپ کی موجودگی کا فائدہ کیا ہے؟  
ان امور کے متعلق، میں متفرق طور سے اپنی متعدد کتابوں میں روشنی ڈال چکا ہوں۔ یہاں بالاختصار ہر امر کے بارے میں عرض ہے

ہم مشاہدہ سے قاصر ہیں تو ما نیں کس طرح؟ جس طرح

امام زمانہ نمبر

اور غیر مذهب مسلمانوں میں جو وجود حضرت جنت کے بارے میں بحث کرتے ہیں ان کے مقابلہ میں بہت پسند آیا مجھے ایک ایرانی کا قول کہ جب ان سے کسی نے اس پر گفتگو چاہی تو انہوں نے کہا۔

”یازده تاریق بول بکنید۔ دوازدھم را ز شانی خواہم“

مطلوب یہ ہے کہ تمہیں دراصل دونوں طرح کے نظام کو جانچنا چاہیے۔ ایک نظام خلافت جس کے الہامت قائل ہیں اور دوسرے نظام امامت، جس کے شیعہ قائل ہیں اگر تم اس نظام کو صحیح سمجھتے ہو تو گیارہ اماموں کی امامت تسلیم کرو پھر بارہوں کے متعلق بحث کرنا کہ وہ پیہا ہو چکے یا نہیں اور کیسے زندہ ہیں اور کس طرح غالب ہیں اور اگر تم اس نظام ہی کے قائل نہ ہوئے اور سرے سے ہی دوسرے نظام کے قائل ہو گئے تو حضرت جنت کے وجود پر اعتقاد کی نوبت نہ آئے گی، اس لئے یہ بحث بیکار ہوگی۔“

(ماخوذ از ماہنامہ الاعظ، لکھنؤ یقudedہ ۲۲ میاہ نومبر ۱۹۳۴ء)



(باقیہ صفحہ نمبر ..... ۶۳ کا)

اور یہیں پر یہ بھی سمجھ لجئے کہ خدا اگر کسی کو پردة غیب میں چھپانا چاہتا ہے تو اسے معاذ اللہ کوئی بہت پاپ بیلئے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہماری نظر وہ سے کسی کو چھپا دینے کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ اس کے جسم سے نکلنے والی روشنی کی لہروں کے پیانے ذرا بدل دیئے جائیں۔ اتنی سی تبدیلی اسے ہماری نظر وہ سے چھپا دینے کے لئے کافی ہوگی۔

غیبت کے اس طرح کے نمونے سائنس کے مسلمات میں سے ہیں۔ اس لئے کسی ذات کا پردة غیبت میں ہونا کسی بھی صورت علم و سائنس کے خلاف نہیں کہا جاسکتا۔



کمال کے درجہ پر ہو اور مادی جذبات بالکل برائے نام ہوں تو اس صورت میں عمر کی مقدار کا زائد ہونا خلاف عقل نہیں ہے، بلکہ مذکورہ تجربہ اور مشاہدہ کے بالکل مطابق ہے۔

حکیموں یعنی اطباء یونانی سے پوچھئے تو وہ کہیں گے کہ اعتدال مزاج جتنا زیادہ ہوگا اتنا عمر میں طول پیدا ہو سکے گا اور اس کے لئے ضرورت اعتدال غذا، اعتدال آب و ہوا اور اعتدال ریاضت کی ہے۔ اور جب یہ بتیں موجود ہوں تو صحت کا قائم رہنا کوئی عجب چیز نہیں ہے۔ اس معیار پر بھی مخصوصین کی عمر میں غیر معمولی طول ہونا کوئی امر خلاف عقل نہیں ہے۔ کیونکہ ان سے بڑھ کر شرائط اعتدال کا محافظ کوئی نہیں ہو سکتا۔

دنیا کا مشاہدہ چاہیے کچھ ہو۔ ہمارا تو مشاہدہ یہ ہے کہ ہمارے مخصوصین میں سے کوئی بھی اپنی موت سے دنیا سے نہیں گیا بلکہ ہر ایک کا یاتلوار سے کام تمام کیا گیا یا زہر دیا گیا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر ایک میں مقتضی بقاء موجود تھا۔ مگر مانع اس مقتضی کی تاثیر کو روکتا تھا۔ بارہوں امام کو خدا نے جا ب غیبت میں رکھ کر مانع کے وجود کو روک دیا۔ اس لئے مقتضی اپنی تاثیر میں کامیاب ہو گیا۔

تیسرا سوال یہ کہ پرده غیبت میں ان کے وجود کا فائدہ کیا ہے؟ اس کو بڑی تفصیل سے میں نے رسالہ ”وجود جنت“ میں لکھا ہے کہ ان کے پہلے گیارہ امام بھی سب صحیحیت امام ہمیشہ پردة غیب میں رہے مگر کام اپنا کرتے رہے۔ پھر اگر امام پردة غیبت میں ہیں تو یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ آپ اپنا کام نہیں کر رہے ہیں۔

کام کے لئے اور فائدہ پہنچانے کے لئے اس کی ضرورت نہیں کہ دنیا پہچان لے کیا ایک امام ہے جو صحیحیت امام اپنا فرض ادا کر رہا ہے۔ بلکہ جیسے باقیہ ائمہ نے کبھی مشیر کار کے لباس میں، کبھی مفتی کی صورت میں کبھی قاضی کی حیثیت سے کبھی بادشاہ بن کر اور کبھی ولی عہد ہو کر بلکہ کبھی قیدی کی صورت میں اور کبھی مظلوم کی شکل میں اپنا فرض پورا کیا اسی طرح امام عصر بھی پورا کر سکتے ہیں۔ حقیقت میں اس قسم کے سوالات سب نہ مانے کے بہانے ہیں

امام زمانہ نمبر

## حضرت جنت منشیر عجل اللہ فرجہ علیہ السلام

آیۃ اللہ العظیمی سیدالعلماء مولانا سید علی نقی نقوی طاب ثراه

کی کسی ایسی خبر غیبی کی تصدیق جو بھی وقوع میں نہیں آئی ان کے  
حاشیہ خیال میں کہاں جگہ پاسکتی ہے۔

”مہدی“ کے لفاظ کے معنی ”ہدایت پائے ہوئے“ کے ہیں اس  
لحاظ سے کہ اصل ہادی (راستہ بتانے والی) ذات خالق ہے جس  
کے لحاظ سے خود پیغمبر سے خطاب کر کے قرآن کریم میں یہ آیت آئی  
ہے (انك لاتهدى من أحببت ولكن الله يهدى من يشاء) تمہارے بس کی بات نہیں ہے کہ جس کو چاہو تم ہدایت کر دو  
 بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور اسی اعتبار سے سورہ الحمد  
 میں بارگاہ الہی میں دعا کی گئی ہے اہدنا الصراط المستقیم  
 ہم کو سیدھے راستے پر لگا دے۔ اس فقرہ کو خود پیغمبر اور ائمہ معصومین  
 بھی اپنی زبان پر جاری کرتے تھے اس لئے خداوند عالم کی ہدایت  
 کے لحاظ سے ان رہنمایاں دین کو مہدی کہنا صحیح تھا۔ جو صفت کے  
 لحاظ سے سب ہی بزرگوار تھے اور خطاب کے لحاظ سے ”حضرت  
 امام منتظر“ کے ساتھ مخصوص ہو گیا۔

۲۔ القائم: یہ لقب ان احادیث سے ماخوذ ہے جس میں جناب  
 پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”دنیا ختم نہیں ہو سکتی  
 جب تک میری اولاد میں سے ایک شخص قائم نہ کھڑا ہو جو دنیا کو عدل  
 و انصاف سے بھر دے۔“

۳۔ صاحب الزمان: اس اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ آپ ہمارے  
 زمانے کے رہنمائے حقیقی ہیں۔

۴۔ جنت خدا: ہر نبی اور ہر امام اپنے دور میں خالق کی جنت ہوتا

### نام و نسب

جو اپنے جد بزرگوار حضرت پیغمبر خدا کے بالکل ہم نام اور  
 صورت و شکل میں ہو بہوان کی تصویر ہیں۔ والدہ گرامی آپ کی  
 نرجس خاتون قیصروم کی بوتی اور شمعون وصی حضرت عیسیٰ کی اولاد  
 سے تھیں۔ امام حسن عسکریٰ کی ہدایت سے حضرت کی بزرگ مرتبت  
 ہمشیرہ حلیمه خاتون نے ان کو مسائل دینیہ و احکام شرعیہ کی تعلیم دی تھی

### القاب و خطابات

غالباً ائمہ معصومین میں حضرت علی ابن ابی طالبؑ کے بعد سب  
 سے زیادہ القاب ہمارے امام عصرؑ کے ہیں جن میں زیادہ مشہور  
 ذیل کے خطابات ہیں:

۱۔ المہدی: یہ ایسا خطاب ہے جو نام کا قائم مقام بن گیا ہے اور  
 پیشینگوں یا جو آپ کے وجود سے متعلق پیغمبر اکرمؐ اور دیگر ائمہ  
 معصومینؑ کی زبان پر آئی ہیں وہ زیادہ تر اس لفاظ کے ساتھ ہیں اور  
 اسی لئے آنے والے مہدی کا اقرار تقریباً ضروریات اسلام میں  
 داخل ہو گیا ہے جس میں اگر اختلاف ہو سکتا ہے تو اوصاف و حالات  
 کی تعین میں لیکن اصل مہدی کے ظہور کا عقیدہ مسلمانوں میں ہر  
 شخص کو رکھنا لازمی ہے۔

ان حضرات کا ذکر نہیں جو اپنے کو مسلمان صرف سوسائٹی کے اثر  
 یا سیاسی مصلحتوں سے کہتے ہیں مگر ان کے دل میں حاضر و ناظر  
 معدلت پسندرب الارباب کا عقیدہ ہی موجود نہیں تو اس کے رسولؐ

ہے کہ ابن عباس نے روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا:  
 انا السید النبیین وعلی سید الوصیین والوصیائی  
 بعدی اثنا عشر اولهم علی وآخر هم المهدی۔ میں  
 انبیاء کا سردار ہوں اور علی اوصیاء کے سردار ہیں۔ میرے اوصیاء (قائم  
 مقام) میرے بعد بارہ ہوں گے جن میں اول علی ہیں اور آخری  
 مهدی ہوں گے۔

### **حضرت سیدۃ النساء، فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا**

کافی کلینی میں جابر بن عبد اللہ انصاری کی روایت ہے کہ  
 حضرت فاطمہ زہرا کے پاس ایک لوح تھی جس میں تمام اوصیاء و ائمہ  
 کے نام درج تھے۔ جناب سیدہ نے اس لوح سے بارہ اماموں کے  
 ناموں کی خبر دی جن میں سے تین محمد تھے اور چار علی ان کی آخری  
 فرداً آپ کی اولاد میں سے وہ ذات ہے جو قائم ہوگی۔

**حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب**  
 جناب شیخ صدوق محمد بن علی بن بابویہ تی نے ”امال الدین“  
 میں امام رضا کی حدیث آپ کے آبائے طاہرین کے ذریعہ سے نقل  
 کی ہے کہ جناب امیر نے اپنے فرزند امام حسینؑ کو مخاطب کر کے  
 فرمایا ”تیری نسل میں سے نواں وہ ہے جو حق کے ساتھ قائم دین کا  
 ظاہر کرنے والا اور عدل و انصاف کا پھیلانے والا ہوگا۔“

### **امام حسن مجتبی**

امال الدین صدوق ”میرے بھائی حسینؑ کی نسل سے نواں جب  
 پیدا ہوگا تو خداوند عالم اس کی عمر کو غیبت کی حالت میں طولانی کرے گا  
 پھر جب وقت آئے گا تو اسے اپنی قدرت کاملہ سے ظاہر فرمائے گا۔

### **سید الشہداء، امام حسین**

نواں میری نسل سے وہ امام ہے جو حق کے ساتھ قائم ہو گا جس  
 کے ذریعہ سے اللہ زمین کو موت کے بعد زندگی عطا کرے گا اور جس  
 کے ذریعہ سے دین حق کو تمام مذاہب پر غلبہ حاصل ہو گا۔ اس کی  
 ایک طولانی غیبت ہو گی جس میں بہت سے گمراہ ہو جائیں گے اور

ہے جس کے ذریعہ سے بدایت کی ذمہ داری جو اللہ پر ہے وہ پوری  
 ہوتی ہے اور بندوں کے پاس اپنی کوتاہیوں کے جواز کی کوئی سند  
 نہیں رہتی۔ چونکہ ہمارے زمانہ میں رہنمائی خلق کی ذمہ داری  
 حضرت کے ذریعہ سے پوری ہوتی ہے اس لئے قیام قیامت تک  
 ”حجت خدا“ آپ ہیں۔

۵۔ منتظر: چونکہ امام مهدی کے ظہور کی بشارتیں برابر رہنمایاں  
 دین دیتے رہے ہیں یہاں تک کہ صرف مسلمانوں میں نہیں بلکہ  
 دوسرے مذاہب میں بھی چاہے نام کوئی دوسرا ہو مگر ایک آنے  
 والے کا آخر زمانہ میں انتظار ہے والادت کے قبل سے پیدائش کا  
 انتظار رہا اور اب غیبت کے بعد دنیا کو ظہور کا انتظار ہے۔ اس لئے  
 آپ خود حضرت، حکم الہی کے منتظر ہوتے ہوئے اور تمام خلق کے  
 لئے منتظر یعنی مرکز انتظار ہیں۔

### **پیشین گوئیاں**

آپ کے دنیا میں آنے سے پہلے پیشین گوئی متواتر طریقہ سے  
 پہنچ بر اسلام اور ائمہ معصومینؑ کی زبانوں پر آتی رہی تھی جن میں سے  
 ہر معصوم کی صرف ایک خبر اس موقع پر درج کی جاتی ہے۔

### **حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ**

حضرتؐ کی زبان مبارک سے احادیث اس کثرت سے اس  
 موضوع پر وارد ہوئے ہیں کہ صحاح و مسانید ان سے مملو ہیں اور  
 متعدد علمائے اہل سنت نے ان کو مستقل تصنیف میں جمع کیا ہے  
 جیسے حافظ بن یوسف کجھی شافعی نے ”البيان فی اخبار صاحب  
 الزمان“ میں، حافظ ابو نعیم اصفہانی نے ذکر ”نعت المهدی“ اس کے  
 علاوہ ابو داؤد سبحانی نے اپنے سنن میں جس کا صحاح ستہ میں شمار ہوتا  
 ہے کتاب ”المهدی“ کا مستقل عنوان قائم کیا ہے اسی طرح ترمذی  
 نے ”صحیح“ میں اور ابن ماجہ قزوینی نے اپنی کتاب ”سنن“ میں اور  
 حاکم نے ”مستدرک“ میں بھی ان احادیث کو وارد کیا ہے۔

صرف ایک حدیث یہاں درج کی جاتی ہے جسے محمد بن ابراہیم  
 حموی شافعی نے اپنی کتاب ”فرائد السبطین“ میں درج کیا ہے وہ یہ  
 ..... امام زمانہ نمبر

زمانہ میں ظہور قائم آل عبا ہوگا  
مدد سے جو خدا کے نام و برکت کی کھڑا ہوگا  
جهان میں امتیاز حق و باطل آکے کر دے گا  
وہ دے گا مومن و کافر کو ہر کردار کا بدلا  
یہ سنتے ہی امام رضاؑ نے گریہ فرمایا اور پھر سراٹھا کر کہا اے  
عبدلؓ یہ شعر تمہاری زبان پر روح القدس نے جاری کرائے ہیں  
تمہیں معلوم بھی ہے کہ یہ امام کون ہے اور کب کھڑا ہوگا عبدل  
نے کہا یہ تفصیلات تو مجھے معلوم نہیں مگر میں یہ ستارہ ہوں کہ آپ  
میں ایک امام ایسا ہوگا جو زمین کو فساد سے پاک اور عدل و  
النصاف سے مملوکر دے گا حضرت نے فرمایا اے عبدل میرے  
بعد امام میرا فرزند محمدؐ ہوگا اور اس کے بعد اس کا فرزند علی اور علی  
کے بعد اس کا فرزند حسن اور حسن کے بعد اس کا بیٹا قائم ہوگا جس  
کی غیبت کے دور میں اس کا انتظار ہے اور ظہور کے موقع پر دنیا  
اس کے سامنے سرتسلیم خم کرے گی۔“

#### امام محمد تقیؑ

قائمؓ ہم میں سے وہی مہدی ہوگا جو میری نسل میں تیسرا ہوگا۔

#### امام علی نقیؑ

میرا جانشین تو بعد میرے میرا فرزند حسنؓ ہے مگر اس کے  
جانشین کے دور میں تمہارا کیا عالم ہوگا سننے والوں نے پوچھا کہ  
کیوں؟ اس کا کیا مطلب؟ فرمایا اس لئے کہ تمہیں اسے دیکھنے کا  
موقع نہ ملے گا بعد اس کے نام تک لینے کی اجازت نہ ہوگی۔  
عرض کیا گیا پھر ان کا نام کس طرح لیا جائے گا فرمایا بس یوں کہنا  
کہ ”الحجۃ من آل محمدؓ“

#### امام حسن عسکریؑ

حضرت سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ کے آباء طاہرینؑ  
نے یہ فرمایا ہے کہ زمین جدت خدا سے قیامت تک کبھی خالی نہیں ہو  
سکتی؟ اور جو مر جائے اور اپنے امام زمانہ کی اسے معرفت حاصل نہ  
ہوئی ہو وہ جاہلیت کی موت دنیا سے گیا؟ آپ نے فرمایا کہ ”بیشک  
..... (۵۵).....“

کچھ ثابت قدم رہیں گے جنہیں ایذا نہیں برداشت کرنا پڑیں گی اور  
ان سے لوگ کہیں گے کہ اگر سچ ہو تو بتاؤ یہ وعدہ پورا کب ہوگا جو  
اس غیبت کے زمانہ میں اس اذیت اور انکار پر صبر کریں گے انہیں  
رسولؐ کے ہمراہ رکاب جہاد کرنے کا ثواب حاصل ہوگا

#### امام زین العابدینؑ

ہم میں سے قائم وہ ہوگا جس کی ولادت لوگوں سے پوشیدہ رہے  
گی یہاں تک کہ عام لوگ کہیں گے وہ پیدا ہی نہیں ہوا۔

#### امام محمد باقرؑ

کافی کلین ”حسینؑ“ کے بعد نو امام معین ہیں جن میں سے نوال  
امام قائم ہوگا۔“

#### امام جعفر صادقؑ

علی الشراح شیخ صدق میں روایت ہے فرمایا حضرت نے کہ ”  
میرے موسیؑ فرزند کی نسل سے پانچواں قائم آل محمد ہوگا۔“

#### امام موسیؑ کاظمؑ

امکال الدین صدق ”کسی نے امام موسیؑ کاظمؑ سے کہا کہ کیا  
آپ قائم بحق ہیں حضرت نے فرمایا حق کے ساتھ قائم و برقرار تو  
میں بھی ہوں مگر اصل میں قائم وہ ہوگا جو زمین کو دشمنان خدا سے  
پاک کر دے گا اور اسے عدل و انصاف سے مملوکر دے گا۔ وہ  
میری اولاد میں سے پانچواں شخص ہوگا اس کی ایک طولانی غیبت  
ہوگی جس میں بہت سے مرتد ہو جائیں گے اور کچھ لوگ ثابت  
قدم رہیں گے۔“

#### امام رضاؑ

عبدلؓ نے آپ کے سامنے جب اپنا مشہور قصیدہ پڑھا اور اس  
میں ان دو شعروں تک پہنچے

خروج الامام لا محالة قائمه

يقوم على اسم الله والبركات

يمين علينا كل حق و باطل

و يجزى على العباء والنقمات

امام زمانہ نمبر

تو دنیا بے چینی کے ساتھ اس امام کی طلبگار ہو گئی جو اپنی پیدائش کے قبل بھی ”منتظر“ تھا اور پیدائش کے بعد بھی غیبت کی بناء پر مصلحت الٰہی کے قاضہ تک منتظر رہنے والا تھا۔

### ولادت

وہ وقت جس کا معمولیں<sup>ؒ</sup> کو انتظار تھا، آخر کو آ ہی گیا اور پندرہ شعبان ۱۵۵ھ کی رات کو سامرے میں اس مبارک و مقدس بچے کی ولادت ہوئی۔ امام حسن عسکریؑ نے اس موقع پر کافی مقدار میں روٹیاں اور گوشت راہ خدا میں صدقہ کرایا اور عقیقہ میں کئی بکروں کی قربانی فرمائی۔

### نشوونما اور تربیت

ائمهہ اہلیتؑ میں یہ کوئی نئی بات نہیں کہ ان کو ظاہری حیثیت سے تعلیم و تربیت کا موقع حاصل نہ ہو سکا ہوا اور وہ بچپن ہی میں قدرت کی طرف سے انتظام خاص کے ساتھ کمالات کے جوہر سے آراستہ کر کے امامت کے درجہ پر فائز کر دیئے گئے ہوں۔ اس کی نظریں حضرت امام منتظرؑ کے پہلے بھی کئی سامنے آچکی تھیں جیسے آپ کے جد بزرگوار حضرت امام علیؑ جن کی عمر اپنے والد امام محمد تقیؑ کی وفات کے وقت چھ برس اور چند مہینے سے زیادہ تھی اور اس کے پہلے امام محمد تقیؑ جن کی عمر اپنے والد امام رضاؑ کے انتقال کے وقت آٹھ برس سے زیادہ تھی ظاہر ہے کہ یہ مدت عام افراد کے لحاظ سے بظاہر اسباب نشوونما اور تعلیم و تربیت کے لئے ناقابلی ہے مگر جب خالق کی مخصوص عطا کو ان حضرات کے بارے میں تسلیم کر لیا تو اب سات اور چھ اور پانچ برس کے فرق کا بھی کوئی سوال باقی نہیں رہ سکتا اگر سات برس کے سن میں امامت کا منصب حاصل ہو سکتا ہے اور چھ برس کے سن میں حاصل ہو سکتا ہے جس کی نظریں قبل کے اماموں کے یہاں دنیا کی آنکھوں کے سامنے آچکیں تو پانچ یا چار برس میں بھی یہ منصب اسی طرح حاصل ہو سکتا ہے اور اس میں کسی شک و شہہ کی گنجائش نہیں ہے۔

بارہویں امامؑ کو اپنے والد کی آغوش شفقت و تربیت سے بہت کم

یہ اسی طرح حق ہے جس طرح روز روشن حق ہوتا ہے، ”عرض کیا گیا کہ پھر حضور کے بعد جلت خدا اور امام کون ہو گا؟ فرمایا: ”میرا فرزند جو پیغمبر خدا کا ہم نام ہے میرے بعد امام و جلت ہو گا جو شخص بغیر اس کی معرفت حاصل کیے ہوئے دنیا سے اٹھا وہ جاہلیت کی موت مرا پیش کی گی غیبت کا دور اتنا طولانی ہو گا جس میں جاہل لوگ حیران اور سرگردان پھریں گے اور باطل پرست ہلاکت ابدی میں گرفتار ہوں گے اور وقت مقرر کر کے پیشین گویاں کرنے والے غلط گو ہوں گے۔“

### نتیجہ

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ پیغمبرؐ اسلام کے وقت سے لے کر برابر ہر دور میں اس ذات کی خبر دی جاتی رہی تھی جو ”مهدی دین“ ہو گا بلکہ عجلؑ کی روایت سے ظاہر ہے کہ یہ امر اتنا مشہور تھا کہ شعراً تک اسے نظم کرتے تھے اس کے ساتھ تواریخ پر نظر کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ دوست و دشمن سب ان حدیثوں سے واقف تھے یہاں تک کہ بسا اوقات ان سے غلط فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے تھے چنانچہ سلسلہ عبا رسیہ میں سے محمد نام جس کا تھا اس نے اپنا لقب مهدی اسی لئے اختیار کیا اور نسل امام حسنؑ سے عبداللہ الحض کے فرزند محمدؑ کے متعلق بھی مهدی ہونے کا عقیدہ قائم کیا گیا اور ”کیسانیہ“ نے محمد بن حفیہ کے متعلق یہ خیال ظاہر کیا مگر ائمہ اہل بیتؑ میں سے ایک معصوم ہستی کا اسی وقت پر وجود خود ان خیالات کو روکنے کے لئے کافی تھا اور یہ حضرات ان غلط دعویداروں کے دعاوی کے غلط بتانے کے ساتھ اصل ”مهدی“ کے اوصاف اور اس کی غیبت کا تذکرہ برابر کرتے رہے اس سے یہ حقیقت صاف ظاہر ہو گئی کہ اصل ”مهدی“ کی تشریف آوری کا انتظار متفقہ طور پر موجود تھا اس کے ساتھ پیغمبرگی وہ حدیثیں بھی متواتر صورت سے موجود تھیں کہ میرے اولاد میں بارہ جانشین میرے ہوں گے اور یہ تعداد خود ان غلط دعویوں کے دعوے کے بطلان کے لیے کافی تھی لیکن اب جبکہ امام حسن عسکریؑ تک گیارہ کی تعداد ائمہ کی پوری ہو گئی امام زمانہ نمبر

پیچھے ہمیئے اپنے باپ کی نماز جنازہ پڑھانے کا حق مجھے زیادہ ہے۔“  
جعفر بیساختہ پیچھے ہے اور صاحبزادہ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی  
پھر صاحبزادہ حرم سرا میں واپس ہو گیا غیر ممکن تھا کہ یہ خبر خلینہ وقت کو  
نہ پہنچتی چنانچہ پہنچی اور اب زیادہ شدت وقت کے ساتھ تلاش  
شروع ہو گئی کہ ان صاحبزادہ کو گرفتار کر کے قید کر دیا جائے یا ان کی  
زندگی کا خاتمہ کیا جائے۔

### غیبت

حضرت امام منتظرؑ کی امامت کا زمانہ اب تک دونغیتوں میں تقسیم  
رہا ہے ایک زمانہ ”غیبت صغیری“ اور ایک ”غیبت کبریٰ“ اس کی بھی  
خبر معصومینؑ کی زبان پر پہلے ہی آچکی تھی جیسے پیغمبر خدا کا ارشاد ”اس  
کے لئے ایک غیبت ہو گی جس میں بہت سی جماعتیں گمراہ پھرتی  
رہیں گی“ اور اس کی غیبت کے زمانہ میں اس کے اعتقاد پر برقرار  
رہنے والے ”گور در سرخ“ سے زیادہ نایاب ہوں گے حضرت علی  
ابن ابی طالبؑ کا ارشاد ہے قائم آل محمدؐ کے لئے ایک طولانی غیبت ہو  
گی۔ میری آنکھوں کے سامنے پھر رہا ہے وہ منظر کہ دوستان اہمیت  
اسکی غیبت کے زمانے میں سرگردان پھر رہے ہیں جس طرح جانور  
چراغاہ کی تلاش میں سرگردان پھرتے ہیں۔“

دوسری حدیث میں ”اس کاظھور ایک ایسی غیبت اور حیرانی کے  
بعد ہو گا جس میں اپنے دین پر صرف بالخلاص اصحاب لقین، ہی قائم  
رہ سکیں گے۔“ امام حسنؑ کا قول ”اللہ اس کی عمر کو اس کی غیبت کی  
حالت میں طولانی کرے گا“ امام حسینؑ کا ارشاد ”اس کی ایک غیبت  
ہو گی جس میں بہت سی جماعتیں گمراہ ہو جائیں گے۔“ امام محمد باقرؑ کا  
ارشاد ”اس کی غیبت اتنی طولانی ہو گی کہ بہت سے گمراہ ہو جائیں  
گے۔“ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ”مہدیؑ ساتویں امام کی اولاد میں  
سے پانچواں ہو گا اس کی ہستی تمہاری نظروں سے غائب رہے گی۔“  
دوسری حدیث میں ”صاحب الامر کے لئے ایک غیبت ہونے والی  
ہے اس وقت ہر شخص کو لازم ہے کہ تقویٰ اختیار کرے اور اپنے دین  
پر مضمونی سے قائم رہے۔“

عمر میں جدا ہونا پڑا یعنی شعبان ۱۵۵ھ میں آپ کی ولادت ہوئی  
اور ربع الاول ۱۶۰ھ میں آپ کے والد بزرگوار حضرت امام حسن  
عسکریؑ کی وفات ہو گئی اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی عمر اس وقت  
صرف ساڑھے چار برس کی تھی اور اسی کمسنی میں آپ کے سر پر  
خالق کی طرف سے امامت کا تاج رکھ دیا گیا۔

### حکومت وقت کاتجسس

بالکل اسی طرح جیسے فرعون مصر نے یہ پیشین گوئی سن لی تھی کہ  
بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والا ایک بچہ میرے ملک کی تباہی کا  
باعث ہو گا تو اس نے اس کی کوششیں صرف کر دیں کہ وہ بچہ کسی  
طرح پیدا ہی نہ ہونے پائے اور پیدا ہو تو زندہ نہ رہنے پائے اسی  
طرح متواتر احادیث کی بنی اپر عباسی سلطنت کے فرمازو کو یہ معلوم  
ہو چکا تھا کہ حسن عسکریؑ کے یہاں اس مولود کی پیدائش ہو گی جس  
کے ذریعہ باطل حکومتیں تباہ ہو جائیں گے تو اس کی طرف سے انتہائی  
شدت کے ساتھ انتظامات کیے گئے کہ ایک ایسے مولود کی پیدائش کا  
امکان باقی نہ رہے اسی لیے امام حسن عسکریؑ کو مسلسل قید و بند میں رکھا  
گیا مگر قدرت الہی کے سامنے کوئی بڑی سے بڑی مادی طاقت بھی  
کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جس طرح فرعون کی تمام کوششوں کے  
باوجود موئی پیدا ہوئے اسی طرح سلطنت عباسیہ کے تمام انتظامات  
کے باوجود ”امام منتظرؑ“ کی ولادت ہوئی مگر یہ قدرت کی طرف کا  
انتظام تھا کہ آپ کی پیدائش کو صیغہ راز میں رکھا گیا اور جسے قدرت  
اپناراز بنائے اس کے افشاء پر کون قادر ہو سکتا ہے پیشک ذرا دیر  
کے لئے خود اس کی مصلحت اس کی متقاضی ہوئی کہ راز پر سے پرده  
ہٹایا جائے جب امام حسن عسکریؑ کا جنازہ غسل و کفن کے بعد نماز  
جنازہ کے لئے رکھا ہوا تھا۔ شیعیان خاص کا جمع تھا اور نماز کے لئے  
صفیل بندھ چکی تھیں امام حسن عسکریؑ کے بھائی جعفر نماز جنازہ  
پڑھانے کے لئے آگے بڑھ چکے تھے اور تکبیر کہنا ہی چاہتے تھے کہ  
ایک دفعہ حرم سراءً امامت سے ایک کمسن بچہ برآمد ہوا اور بڑھتا ہوا  
صفوں کے آگے پہنچا اور جعفر کی عباء کو ہاتھ میں لے کر کہا ”چچا

اپنے زمانے کے سب سے زیادہ ممتاز اشخاص تھے اس لئے ان کو امام کی جانب سے اس خدمت کا اہل سمجھا جاتا تھا یہ حسب ذیل چار بزرگوار تھے:

۱۔ ابو عمر و عثمان سعید بن عمری اسدی: یہ پہلے امام علی نقیٰ کے بھی سفیر رہے تھے۔ پھر امام حسن عسکریٰ کے زمانے میں بھی اس خدمت پر مامور رہے اور پھر حضرت ”امام نظر“ کی جانب سے بھی سب سے پہلے اسی عہدہ پر یہی قائم ہوئے چند سال اس خدمت کو انجام دے کر بغداد میں انتقال کیا وہیں دفن ہوئے۔

۲۔ ان کے فرزند ابو جعفر محمد بن عثمان بن سعید عمری امام حسن عسکریٰ نے ان کے منصب سفارت پر برقرار ہونے کی خبر دی پھر ان کے والد نے اپنی وفات کے وقت بحکم امام ان کی نیابت کا اعلان کیا۔ جمادی الاول ۵۰ھ میں بغداد میں وفات پائی۔

۳۔ ابوالقاسم حسین بن روح بن ابی بحر نوبختی: علم و حکمت، کلام و نجوم میں خاص امتیاز رکھتے ہوئے مشہور خاندان نوبختی کی یادگار اور خود بڑے جلیل المرتبت پر ہیز گار عالم تھے۔

ابو جعفر محمد بن عثمان نے اپنی وفات کے بعد امام کے حکم سے ان کو اپنا قائم مقام بنایا پھر وہ برس عہدہ سفارت انجام دینے کے بعد شعبان ۳۲ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

۴۔ ابو الحسن علی بن محمد سمریٰ یہ آخری نائب تھے۔ حسین بن روح کے بعد بحکم امام ان کے قائم مقام ہوئے اور صرف نو برس اس فریضہ کو انجام دینے کے بعد ۱۵ ر شعبان ۲۹ھ میں بغداد میں انتقال کیا وقت آخر جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ کے بعد نائب کون ہو گا تو انہوں نے کہدیا کہ اب اللہ کی مشیت ایک دوسری صورت کا ارادہ رکھتی ہے جس کی آخری مدت اسی کو معلوم ہے۔

اب اس کے بعد کوئی نائب خاص باقی نہ رہا اسی ۲۹ھ کے اندوہنک سال میں کافی کے مصنف ثقہ الاسلام محمد بن یعقوب کلینیٰ اور شیخ صدوقؑ کے والد بزرگوار علی بن بابویؑ نے بھی انتقال فرمایا تھا اور ان حوادث کے ساتھ غیر معمولی طور پر یہ

امام موئی کاظم فرماتے ہیں ”اس کی صورت لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہو گی مگر اس کی یاد اہل ایماں کے دلوں سے غائب نہ ہو گی۔ وہ ہمارے سلسلہ کا بارہواں ہو گا“، امام رضاؑ ”اس کی غیبت کے زمانہ میں اس کا انتظار رہے گا۔“، امام محمد تقیؑ ”مہدی وہ ہے جس کی غیبت کے زمانے میں اس کا انتظار اور ظہور کے وقت پر اس کی اطاعت لازم ہو گی۔“، امام علی نقیؑ ”صاحب الامر وہ ہو گا جس کے متعلق بہت سے لوگ کہتے ہوں گے وہ ابھی پیدا ہی نہیں ہوا“، امام حسن عسکریؑ ”میرے فرزند کی غیبت ایسی ہو گی کہ سوا ان لوگوں کے جنہیں اللہ محفوظ رکھے سب شک و شبہ میں مبتلا ہو جائیں گے۔“، اسی کے ساتھ امام محمد باقرؑ نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ ”قائم آل محمد کے لئے دو غیبیتیں ہیں ایک بہت طولانی اور ایک اس کی بہ نسبت مختصر۔“، امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ ”ایک دوسری کی بہ نسبت بہت طولانی ہو گی“، ان ہی احادیث کے پہلے سے موجود ہونے کا نتیجہ تھا کہ امام حسن عسکریؑ کے بعد ان کے اصحاب اور مومنین مخلصین کسی شک و شبہ میں مبتلا نہیں ہوئے اور انہوں نے کسی حاضر الوقت مدعی امامت کو تسلیم کرنے کے بعد جائے اس ”امام غائب“ کے تصور کے سامنے سرتاسر دیتیں گے۔

### غیبت صغیری

پہلی غیبت کا دور ۶۰ھ سے ۲۹ھ تک انہتر سال قائم رہا۔ اس میں سفراء خاص موجود تھے یعنی ایسے حضرات جن کو مخصوص طور پر نام کی تعین کے ساتھ امام کی جانب سے نائب بتایا گیا تھا کہ شیعوں کے مسائل امام تک پہنچائیں ان کے جوابات حاصل کریں۔ اموال زکوٰۃ و مس کو جمع کر کے انہیں مصارف خاصہ میں صرف کریں اور جو قابل اعتماد اشخاص ہوں ان تک خود امام کی تحریرات کو بھی پہنچا دیں ورنہ خود حضرت سے دریافت کر کے ان کے مسائل کا جواب دیدیں۔ یہ حضرات علم و تقویٰ اور رازداری میں

امام زمانہ نمبر

منظور دیکھنے۔

میں آیا کہ آسمان پر ستارے اس کثرت سے ٹوٹ رہے ہیں کہ ایک محشر معلوم ہوتا ہے اس لئے اس سال کا نام رکھ دیا گیا ”عام تناثر النجوم“، یعنی تاروں کے انتشار کا بدل سال۔ اس کے بعد اندر ہیرا چھا گیا سخت اندر ہیرا اس لئے کہ کوئی ایسا شخص سامنے نہ رہا جو امامؐ کی خدمت میں پہونچنے کا وسیلہ ہو۔

### غیبت کبریٰ

۳۲۹ کے بعد سے جو زمانہ ہے اسے غیبت کبریٰ کہتے ہیں اس لئے کہ اب کوئی خاص نائب بھی باقی نہیں رہا۔ اس دور کے لئے خود حضرت امام عصرؐ نے یہ حدایت فرمادی تھی کہ ”اس صورت میں دیکھنا جو لوگ ہمارے احادیث پر مطلع ہوں اور ہمارے حلال و حرام یعنی مسائل سے واقف ہوں ان کی طرف رجوع کرنا۔ یہ ہماری جانب سے تمہارے اوپر جلت ہیں۔“ اس حدیث کی بناء پر علمائے شیعہ اور مجتہدین کو ”نائب امام“ کہا جاتا ہے مگر یہ نیابت باعتبار صفات عمومی حیثیت سے ہے خصوصی طور پر باعتبار نام زدگی نہیں ہے۔ یہی خاص فرق ہے ان میں اور نائبین میں جو غیبت صغیری کے زمانہ میں اس منصب پر فائز تھے اس زمانہ غیبت میں بھی یقیناً امام علیہ السلام ہدایت خلق اور حفاظت حق کا فریضہ انجام دیتے ہیں اور ہماری کسی نہ کسی صورت سے رہنمائی فرماتے ہیں خواہ وہ ہمارے سامنے نہ ہوں اور ہمیں محسوس و معلوم نہ ہو یہ پرده اس وقت تک رہے گا جب تک مصلحت الہی متقاضی ہو اور ایک وقت ایسا جلد آئے گا (خواہ وہ جلد ہمیں کتنی ہی دور پر معلوم ہوتا ہو) کہ یہ پرده ہٹے گا اور امام علیہ السلام ظاہر ہوں گے اور دنیا کو عدل و انصاف سے معور فرمائیں گے اسی طرح جیسے وہ اس کے پہلے ظلم و جور سے مملو ہو پچکی ہوگی۔

اللَّهُمَّ إِعِذْنِي فَرَجَةً وَسَهِّلْ مَحْرَاجَةً



## قطعات در مدح امام زمانہ علیہ السلام

سید مصطفیٰ حسین نقوی اسیف جائی، لکھنؤ

کیسی تاثیر ہے تصور میں  
صرف تنویر ہے تصور میں  
کعبہ دل میں نور کیوں نہ رہے  
اُن کی تصویر ہے تصویر میں



ہٹتے ہی غیبت کا پرده اب غم چھٹ جائیں گے  
سوئے کعبہ، صاحب ایمان جھٹ پٹ جائیں گے  
وہ زلیخا کے تھے یوسف، یوسف زہرا ہیں یہ  
انگلیاں لکھتی تھیں تب اور اب لگے کٹ جائیں گے



مومن ہو کہیں اور کوئی بھی، دل پھول سا کھلنے والا ہے  
نظر وہ کو جما لو کعبہ پر، در دیکھو وہ ہلنے والا ہے  
کعبہ سے امام اول بھی اللہ نے بخشنا دنیا کو  
کعبہ سے امام آخر بھی دنیا کو ملنے والا ہے



کعبہ میں عالم کا قبلہ آ گیا  
وارث مولود کعبہ آ گیا  
ہر طرح کے بٹ گرے پڑتے ہیں آج  
نام مہدیٰ سن کے لرزہ آ گیا



ہے وقت انتقام کربلا اشک آیا جاتا ہے  
عجب جو ہر امام عصرؐ کا دکھلایا جاتا ہے  
بڑے ہی جوش میں ہے تبغ اور سر اڑتے پھرتے ہیں  
خوشی میں صورت دریا علم لہرایا جاتا ہے



# غیب

قرآن، حدیث اور سائنسی انکشافات کی روشنی میں

حکیم امت، مفکر اسلام ڈاکٹر مولانا مسید لکب صادق صاحب قبلہ

تو انین فطرت ایک ”تو انین ساز“ علیم وقدیر کے وجود پر کس منطق کے اعتبار سے دلیل نہیں بن سکتے؟

آج کی دنیا جس تصاد کا شکار ہے وہ یہ ہے کہ ایک طرف مخف دکھائی نہ دے سکنے کے جرم میں کائنات کی حقیقت کبریٰ، خالق کائنات، کا انکار کر دیا جاتا ہے، مگر دوسری طرف ریڈی یائی لہروں، کشش ثقل کی لہروں بلیک ہولز (Black Holes) کبھی نہ دکھائی دے سکنے والے سورج سے لاکھوں گناہڑے ستاروں، ماوراء بُقشی شعاعوں اور ایسی ایسی کائنات کی بہت سی حقیقوں کا انکشاف اور ان پر ایمان دنیائے سائنس کا سرمایہ اختار قرار دیا جاتا ہے کیا عجیب فکری تصاد ہے یہ، آج کی دنیا جس کا شکار ہے کلمہ تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ۔

بہر حال ایسے لوگوں سے غائب امام کے وجود کو تسلیم کرنے کا مطالبہ خود اپنی ہی عقل کے غائب ہونے کا پتہ دے گا۔ مگر حیرت ان مسلمانوں پر ہے جو یُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ کے ذیل میں غائب خدا کو مانتے ہیں، روح کو مانتے ہیں، جنت و دوزخ کو مانتے ہیں، جنوں کو تسلیم کرتے ہیں، ملائکہ پر ایمان رکھتے ہیں، شیطان کو تسلیم کرتے ہیں، انیا وغیر انیاء غائب انسانوں کو مانتے ہیں، غائب جانوروں پر ایمان رکھتے ہیں، مگر جب غائب امام کے تسلیم کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو قہقہے لگاتے ہیں، ہستے ہیں، مذاق اڑاتے ہیں فَلَيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلَيَبْكُوا كَثِيرًا یہ ہنسنے کا مقام نہیں رونے کی جا ہے۔

آئیے قرآن کریم، سیرت رسول اور جدید سائنسی انکشافات کی

مادی کائنات کی نگاہوں سے جھپٹی ہوئی بے شمار چیزوں پر یقین رکھنے کے باوجود مذہبی دنیا میں غیبت سے انکار انسان کی عادت ہے یہی عادت کبھی اس سے ان دیکھے خالق کے وجود سے انکار کرتی ہے، کبھی آخرت اور اس کے تفصیلات و جزئیات سے اور کبھی خود اپنی روح کے وجود سے۔ اسی عادت کا ایک رخ یہ ہے کہ اکثر خدا کے مانے والے بھی غائب خدا کے حضور اس وقت تک سجدہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے جب تک اس غائب خدا کا کوئی مادی پیکر یا مظہر تراش نہ لیا جائے۔

آج کا انسان کائنات کے ایک ایک ذرہ کے آئینہ ذات کر دگار ہونے کے باوجود خالق کے وجود کا محض اس لئے انکار کر دیتا ہے کہ وہ خود جسم شکل میں ان کے سامنے کیوں نہیں آ جاتا۔ مگر ”جم غیبت“ پر خالق کے وجود سے انکار کر دینے والا انسان بھی مخلوق کی غیبت پر ایمان رکھنے کے لئے مجبور ہے۔ خالق کو نہ ماننے والا انسان تسلیم کرتا ہے کہ کائنات ایسی ذرلوں سے بنی ہے اور یہ کہ یہ تو انین فطرت ہیں جو ان ذرلوں کو مختلف شکلیں دیتے ہیں اور انہیں مختلف پیکروں میں ڈھالتے ہیں مگر نہ آج تک ایسی ذرلوں ہی کو ظاہری حواس سے محسوس کیا جاسکا ہے نہ فطرت ہی کو ”دیکھا“، جاسکتا ہے۔ فطرت ایک تجربی (Abstract) چیز ہے جو ظاہری حواس سے محسوس کئے جانے سے تعلق ہی نہیں رکھتی۔ صرف اس کے اثرات، اس کے مظاہر کو دیکھ کر اس کا پتہ چلا جاسکتا ہے۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ فطرت کے مظاہر اگر وجود فطرت پر دلیل ہیں، فطرت کے اثرات اگر تو انین فطرت کے وجود کو بتاتے ہیں تو خود

تعلق صرف انھیں چزوں سے نہیں ہے جن کا تعلق ماضی سے ہو، مستقبل میں بھی کچھ حقیقتیں ایسی آنے والی ہیں جن پر غیبت کے پردے ڈال دئے جائیں گے اور ”يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ“ کی تکمیل اسی وقت ہوگی جب اس غیبت کو بھی بے چون چرا اسلامیم کر لیا جائے۔ امام زمانؑ کی غیبت کا مذاق اڑانے والے شاید اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ جانشین نبیؐ سے قبل خود نبیؐ کو متعدد مرتبہ غیبت کے پردوں میں چھپایا گیا تھا۔ شب بھرت کا واقعہ تو سب ہی کے پیش نظر ہے کہ حضور مشرکین کے انبوہ کے درمیان سے گذرتے چلے گئے اور یہ مشرکین ایسے اندھے بنادیئے گئے کہ انھیں خبر ہی نہ ہوئی۔ حضورؐ جب ان مشرکین کے درمیان سے گذر رہے تھے تو سورہ یسین کی یہ آیت تلاوت فرمار ہے تھے: وَجَعَلْنَا مِنْ يَأْتِينَ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَا هُمْ فَهُمْ لَا يُبَصِّرُونَ۔ (یسین: ۹) ”ہم نے ان کے سامنے بھی دیوار بنا دی، ان کے پس پشت بھی دیوار بنا دی، اس طرح ان کو ڈھانک دیا کہ ان کی آنکھیں تو ہیں مگر دیکھنیں سکتے۔“ پندرہویں صدی ہجری کے تقریبات منانے والے مسلمان کیا بھرت کو یاد رکھیں گے اور غیبت کو بھول جائیں گے؟

حضورؐ کی اس غیبت کا حال تو ہر اس شخص کو معلوم ہے جس نے تاریخ اسلام کا ادنیٰ بھی مطالعہ کیا ہے مگر آنحضرتؐ کے لئے اس سے قبل، بعثت کے بالکل ابتدائی دور میں بھی غیبت ہو چکی تھی جس کی مختصر تفصیل یہ ہے:

ابولہب پیغمبرؐ کا چچا تھا مگر اس کی شادی قبیلہ بنو امیہ کے سردار حرب کی بیٹی ام جمیل سے ہوئی تھی۔ ام جمیل، ابوسفیان کی بہن اور معاویہ کی پھوپھی اور ریزید کی دادی تھی۔ ام جمیل نے آنحضرتؐ کی دشمنی ورش میں پائی تھی۔ ابولہب کی اس کے ساتھ شادی ہوئی تو ابولہب بھی حضورؐ کا دشمن ہو گیا۔ ان دونوں نے مل کر جتنا آنحضرتؐ کو ستایا، شاید کسی نے بھی نہ ستایا۔ ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل کی مذمت میں ”سورہ لہب“ (اس کا ایک نام سورہ مسد بھی ہے) نازل

(۲۱)

روشنی میں غیبت کے بارے میں چند حقیقوں پر سے پرده اٹھایا جائے۔

## قرآن کریم

غیبت امام کے بارے میں ہمارے عقیدے کا مذاق اڑانے والے ہمارے وہ بھائی جو کتاب خدا کو امت کی ہدایت کے لئے کافی سمجھتے ہیں کاش کتاب خدا ہی میں تدبر کر لیتے۔ پہلے ہی پارے میں ارشاد ہوتا ہے ہڈی لِمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَهُمَا رَزَقْنَا هُمْ يُنْفِقُونَ۔ (بقرہ/۲) قرآن ہدایت ہے مگر ان خدا ترسوں کے لئے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور ہماری دی ہوئی نعمتوں میں دوسروں کو بھی شریک بناتے ہیں۔ عربی گرامر کے لحاظ سے مضارع کے معنوں میں استمرار پایا جاتا ہے یہ Continuous Tense ہے۔ مضارع کسی کام کے ہونے کو نہیں، ہوتے رہنے، کو بتاتا ہے۔ مذکورہ بالا آیت میں ”يُؤْمِنُونَ“، ”يُقِيمُونَ“ اور ”يُنْفِقُونَ“ تینوں صیغے مضارع کے آئے ہیں۔ پہلے، آخری دو صیغوں: ”يُقِيمُونَ“ اور ”يُنْفِقُونَ“ کو سمجھ لیجئے تو پہلا صیغہ ”يُؤْمِنُونَ“ خود ہی سمجھ میں آجائے گا۔ ”يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ“ یعنی ایک مرتبہ نماز نہیں پڑھتے بلکہ جب نماز کا وقت آتا ہے نماز قائم کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ ”يُنْفِقُونَ“ یعنی یہ نہیں کہ ایک دو مرتبہ اتفاق کر دیا، ایک دو دفعہ خیرات کر دی اور بس! نہیں جب بھی کچھ ملا اس میں دوسروں کو بھی شریک کر لیا۔ دوسرے الفاظ میں انہوں نے نماز قائم کرنا اور اہلی میں خیرات کرنا اپنا اصول بنا لیا ہے۔ جب وقت آیا نماز کے لئے کھڑے ہو گئے، جب کچھ ملا دوسروں کو اس میں شریک کر لیا۔ اس سیاق و سباق میں ”يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ“ کو سمجھنے کی کوشش کریں یعنی صرف چند غیبی حقیقوں پر ایمان لے آنا کافی نہ ہوگا بلکہ غیب پر ایمان لانا زندگی کا اصول بنانا ہوگا۔ غیب پر ایمان لانے کی عادت ڈالنی ہوگی۔ یہ انداز بتا رہا ہے کہ نبوت ختم ہو گئی مگر غیبت ابھی بند نہیں کی گئی ہے۔ ایمان بالغیب کا امام زمانہ نمبر

لہروں پر قائم ہے۔ چنانچہ یہ ہر شے سے نکلنے والی اٹھنے والی لہریں ہی ہیں جن کے ذریعہ ہمیں مختلف آوازیں سنائی دیتی ہیں، مختلف چیزیں دکھائی دیتی ہیں۔ اور کسی شے کی خوشبو یا بدبو محسوس ہوتی ہے۔

ہر وہ شے جو ہمیں دکھائی دے رہی ہے اسی لئے کہ اس میں سے روشنی کی لہریں اٹھ رہی ہیں جو آنکھوں سے ٹکرنا کراس شے کو ہمیں دکھا رہی ہیں۔ آوازیں بھی دراصل ایک قسم کی لہریں ہیں جو ہمارے کانوں کے پردوں سے ٹکرنا کران پردوں میں آواز کا احساس پیدا کر رہی ہیں۔ خوشبو اور بدبو بھی مخصوص قسم کی لہروں ہی کے ذریعہ قوت شامہ کو اپنے وجود کا احساس دلاتی ہیں۔ مگر یہ سارا نظام ”قَدَّرَكَ تَقْدِيرًا“ کے تحت قانونوں ضابطوں اور پیانوں میں جگڑا ہوا ہے۔ کوئی آواز ہمیں اس وقت سنائی دیتی ہے جب آواز کی لہریں ہمارے کان کے پرداے سے ٹکرائیں۔ مگر ان لہروں کے پیانے ہیں۔ ہمارے کان کے پرداے آواز کی صرف انھیں لہروں کا احساس کر سکتے ہیں جن کی (Frequency) ایک سینڈ میں ۳۰ ہزار تک ہوا ایک سینڈ میں ۱۰ سے کم یا ایک سینڈ میں ۳۰ ہزار سے زائد اگر متوج ہو تو اس کا احساس ہمارے رجحان کو بہ صورت آواز ہو سکے گا۔

چچا گڈا ایک پرندہ ہے جو قوت بصارت سے بالکل محروم ہے اس کے سرے سے آنکھ ہوتی ہی نہیں۔ مگر آپ نے دیکھا ہوگا کہ یہ پرندہ تیزی سے ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر اڑتا ہے۔ مگر کیا مجال جو کسی چیز سے ٹکرا جائے۔ رات کی تاریکی ہو، باریک سے باریک سیاہ تار کسی کوٹھری میں باندھ دیں۔ آپ اس تار کو نہ دیکھ سکیں گے اور ٹکرا جائیں گے، دوسرے جانور اس میں الجھ جائیں گے مگر کیا مجال جو یہ انداھا پرندہ اس سے ٹکرا جائے اور اس میں الجھ جائے۔

علم حیوانات (Zoology) بتاتا ہے کہ یہ پرندہ اڑتا ہے تو اپنے منہ سے مسلسل آوازیں نکالتا رہتا ہے۔ یہ آوازیں سامنے آنے

ہوا تو امام جمیل چراغ پا ہو کر رسولؐ کی توہین کرنے کے لئے حضورؐ کی جستجو کرنے لگی۔

آنحضرتؐ مسجد الحرام میں حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ تشریف فرماتھے۔ موصوف آنحضرتؐ سے فرمایا ہے تھے کہ ”سر کار! جب سے سورہ اتراء ہے ام جمیل کا پارا چڑھا ہوا ہے۔ وہ کمکی لگی کوچوں میں حضورؐ کو ڈھونڈھتی پھر رہی ہے۔ مجھے اس بلائے بے درماں کی طرف سے حضورؐ کے لئے بڑا اندیشہ ہے۔“

ابھی یہ گفتگو کر رہے تھے کہ ام جمیل بجلی کی طرح کوندتی اور ناگن کی طرح چنکارتی، مسجد الحرام میں داخل ہوتے دکھائی دی۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ ”بڑا غضب ہو گیا، وہ آگئی، مجھے بڑا اندیشہ ہے، پتہ نہیں یہ بذریبان حضورؐ کے ساتھ کیا سلوک کرے۔“ حضورؐ نے کمال اطمینان کے ساتھ جواب دیا ”تم گھبراو نہیں۔ اسے یہاں آنے وجہ وہ یہاں آئے گی تو اسے تم دکھائی دو گے میں نہ دکھائی دوں گا۔“ انھوں نے تعجب سے پوچھا کہ ”حضورؐ! یہ کیسے ہو گا۔ ہم دونوں تو ساتھ ساتھ بیٹھے ہیں۔“ حضورؐ نے فرمایا کہ ”ہو گا وہی جو میں کہہ رہا ہوں۔“ ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ وہ تیر کی طرح سیدھی اسی جگہ آگئی اور حضرت ابو بکرؓ سے مخاطب ہو کر چیختی چلا تی رہی کہ ”محمدؐ جائیں تو بتاؤں، محمدؐ جائیں تو مزہ چکھاؤ۔“ مزے کی بات یہ ہے کہ حضورؐ ہیں بیٹھے رہے مگر اس بدنصیب کون دکھائی دیئے۔

عربی مصادر کے علاوہ اس واقعہ کی تفصیل مولانا مودودی کی تفہیم القرآن میں ”سورہ لمب“ کی تفسیر میں دیکھی جاسکتی ہے۔ غیبت کے اس مشاہدے کے بعد کسی ہادی برحق کے پردا غیبت میں چھپ جانے کا مذاق اڑانا، ”پیروان صدیق“ کو تو زیب نہیں دیتا۔ ”يُؤْمِنُونَ بِيَعْظِيمٍ وَيَكْفُرُونَ بِيَعْظِيمٍ“

### سائنسی انکشافات

کائنات کی حقیقوں کا سائنسی دلیلوں سے پتہ لگانے والوں نے یہ حیرت ناک انکشاف کیا ہے کہ کائنات کا سارا نظام مختلف النوع

• امام زمانہ نمبر

فرق سے پیدا ہوتا ہے۔ روشنی کی لہریں بڑی سے بڑی لہر /۸ اسیٹی میٹر ہے یہ سرخ رنگ دکھاتی ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی لہر /۲۲۶ اسیٹی میٹر ہے۔ اس سے ہمیں بخششی رنگ دکھائی دیتا ہے ان سے بڑی شعاعیں بھی ہیں اور چھوٹی بھی مگر ہماری آنکھوں کو محسوس نہیں ہوتیں۔ چنانچہ ماوراء بخششی شعاعیں ہیں مگر محسوس نہیں ہوتیں۔

پھر کیا یہ عقلًا ممکن نہیں ہے کہ خالق کائنات اپنے بعض مخصوص بندوں کی نظر ویں کی صلاحیت میں اضافہ کر دے اور ان کی قوت بصارت اس حد تک بڑھادے کہ ان کی بصارت ان لہروں کو بھی محسوس کرنے لگے عام انسان جن کو محسوس کرنے سے قادر ہیں۔ اور اگر یہ عین ممکن ہے کہ خالق کائنات اپنے بعض مخصوص بندوں کی صلاحیت بصارت اور صلاحیت ساعت کی حدود کو دونوں طرف ذرا ذرا بڑھادے تو پھر اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہو گا کہ یہ مخصوص بندے وہ دیکھیں گے جو ہمیں دکھائی نہ دے گا اور وہ سنیں گے جس کے سننے سے ہم عاجز ہوں گے۔

پھر اگر اس نے ایک طرف ملائکہ کے جسم سے اٹھنے والی لہروں کے قدر ابدل دیئے ہوں اور ان کی آوازوں کی لہروں کے ت湊وج میں ذرا تبدیلی کر دی ہو اور دوسری طرف انہی تبدیلیوں کی مناسبت سے اپنے بعض مخصوص بندوں کے نظام بصارت و ماعت میں تبدیلی کر دی ہو تو اس میں کون سی چیز علم و عقل کے خلاف ہو گی کہ وہ مخصوص بندے اس ملک کو دیکھیں مگر ہم نہ دیکھ سکیں وہ اس کی آواز کو سین، ہم نہ سن سکیں۔ اس اصول پر ان تمام چیزوں کا قیاس کیا جاسکتا ہے جو آنحضرت اور آپ کے اہلیت طیبین و طاہرین کے لئے منزل شہود و حضور میں تھیں اور ہمارے لئے منزل غیب میں۔

یعنی ایسے موجودات کا پایا جانا بالکل قریب عقل ہے جن کو ہم اپنے ظاہری حواس سے محسوس نہ کر پا رہے ہوں اور خدا کے بعض مخصوص بندے اپنے ظاہری حواس سے انھیں محسوس کر رہے ہیں۔

(بقیہ صفحہ نمبر ..... ۵۲ پر)

والی ہر چیز سے ٹکرائی کرو اپس ہوتی رہتی ہیں اور اسی صدائے بازگشت سے اس پرندہ کو کو حیرت ناک طریقہ پر سد را ہونے والی ہر چیز کا پورا پورا احساس ہو جاتا ہے اور یہ اس سے صاف فتح نکلتا ہے۔ (ظاہر) اندھے چگاڑ کے چباڑ کا یہی طریقہ ہے جس کی نقل میں آج سائنس نے راذار کا نظام ایجاد کیا ہے جس کی بدولت طویل فاصلوں، سمندر کی تہوں اور آسمان کی بلندیوں میں نظر ویں سے دور چیزوں کا پتہ چلا لیا جاتا ہے۔ مخصوص بر قی لہروں کو فضا میں یا سمندر کی تہوں کی طرف پھیکا جاتا ہے۔ یہ مخصوص لہریں جب کسی چیز سے ٹکراتی ہیں تو اپنے مرکز کی طرف واپس ہوتی ہیں اور پھر اسکرین پر ان لہروں کے ویلے سے وہ چیز دکھائی دیتے لگتی ہے جس سے ٹکرائک یہ پڑتی ہیں۔ بہر حال چگاڑ آوازیں نکالتا بھی رہتا ہے اور اس کی صدائے بازگشت سنتا بھی رہتا ہے۔ مگر ہم کو نہ اس کے منہ سے نکلنے والی آواز سنائی دیتی ہے نہ اس آواز کی صدائے بازگشت۔ یہ اس لئے کہ اس کی آواز سے فضا میں جو لہریں اٹھتی ہیں ان کی Frequency اس دائرے سے باہر ہے جن کا احساس ہمارے کان کے پر دے کر سکتے ہیں۔ یعنی قدرت نے ہمیں قوت سامعہ دی ہے مگر اس قوت کو ناقص رکھا ہے۔ ہم آواز کو نہیں سن سکتے، بس محدود آوازوں ہی کو سن سکتے ہیں مگر بہر حال وہ قادر تو ان اس بات پر قدرت رکھتا ہے۔ جیسا کہ آپ نے اسی پرندہ کی مثال میں ملاحظہ فرمایا ہے کہ نسبتاً بہتر صلاحیت رکھنے والے کان پیدا کر دے۔ اس کے لئے یہ بالکل ممکن ہے کہ وہ اپنے بعض مخصوص بندوں کو ایسے کان دے دے جو ان آوازوں کو بھی سننے پر قدرت رکھتے ہوں جنھیں عام انسان نہ سن سکتے ہوں۔ ہمیں فرشتہ کی آواز نہ سنائی دی تو ہم نے وحی کا انکار کر دیا۔ مگر جو کان ایک معمولی پرندہ کی آواز نہ سن سکیں وہ اگر فرشتہ کی آواز نہیں تو حیرت کی کیا بات ہے۔

سامع کے سننے کے بعد آئیے اب بصارت کو دیکھیں ہم کسی شے کو روشنی ہی میں دیکھ سکتے ہیں۔ سورج کی روشنی مختلف رنگوں کی شعاعوں سے مرکب ہے۔ رنگ کا فرق موجودوں کے قد و قامت کے

# امام زمانہ

عبداللہ فرجیہ الشریف

پروفیسر علامہ سید علی محمد نقوی

(ڈین آف تھیالوجی ڈپارٹمنٹ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

مترجمہ ادیبہ بنت زہرانقوی ندیہ الہندی، لکھنؤ

وجہ سے ان مقدس ہستیوں میں سے کوئی ہستی عام انسانوں کے برخلاف زمان و مکان کی قید سے آزاد ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اگر ہم خداوند تعالیٰ کی ذات، اس کی قدرت اور روحانیت پر اعتقاد رکھیں تو ہمارے لئے اس حقیقت کو سمجھنا زیادہ مشکل نہیں کہ کوئی انسان کامل صدیوں تک موت سے محفوظ رہ سکتا ہے، کیونکہ خداوند قدوس جمومت وزیست کے قانون کا بانی ہے، بلا شک کسی کی حیات کو معمول سے زیادہ (اپنی مشیت کے مطابق) طولانی کر دینے پر بھی قادر ہے۔ کسی مسلمان کے لئے باخصوص اس امر میں کسی شک یا تردید کی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ قرآن کی رو سے ہر مسلمان کا یہ اعتقاد ہے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت خضر آج بھی زندہ ہیں اور حضرت نوحؓ نے سینکڑوں سال کی عمر پائی۔

غیبت کے دور میں امام کون سا کردار ادا کر رہے ہیں؟ ممکن ہے سوال پیدا ہو کہ امام دور غیبت میں کون سا کردار ادا کر رہے ہیں یا کیا ان کی امامت بے کار اور لا حاصل ہے؟ یہ شہمہ امامت کی حقیقت اور اس کے فرائض سے ناوافیت کی پیداوار ہے۔ جیسا کہ بار بار بتایا گیا ہے کہ امام صرف سیاسی، اجتماعی اور فکری رہبری کے فرائض انجام نہیں دیتا بلکہ اہم معنوی، باطنی اور روحانی فرائض بھی انجام دیتا ہے۔ امام دنیا والوں کے لئے فیضان الہی کا ایک وسیلہ ہوتا ہے۔ جو لوگ انسانی اور معنوی ارتقاء کی راہوں پر گامزن ہوتے ہیں امام ان روحوں کی رہبری کرتا ہے۔ امام کے فرائض محض اجتماعی اور مادی ہی نہیں بلکہ باطنی اور روحانی بھی ہوتے

امام زمانہ اور عقیدہ مہدویت

۲۲۰ ہجہ مطابق ۳۷۸ یہ میں امام حسن عسکریؑ کی شہادت کے بعد مشیت خداوندی نے بارہویں امام حضرت مہدیؑ کو پرہ غیبت میں روپوش کر دیا تاکہ مشعل بردار نور، ظلمت کی بے پناہ طاقتوں کی پورش سے محفوظ رہے۔

غیبت امام کے زمان کو دو مرحلوں میں تقسیم کیا جاتا ہے: غیبت صغیری جس کی مدت ۲۲۰ ہجہ مطابق ۳۷۸ یہ سے ۲۲۹ ہجہ مطابق ۴۹۲ یہ تک ہے اور غیبت کبری جو ۲۲۹ ہجہ مطابق ۵۹۲ یہ سے شروع ہوتی ہے۔ غیبت صغیری کے دوران امام اپنے نائبوں (نواب اربعہ) کے ذریعہ اپنے پیروکاروں سے رابطہ رکھتے تھے مگر اس کے بعد سے یہ ظاہری رابطہ منقطع ہو گیا اور امام مکمل طور پر پرہ غیبت میں چلے گئے، ایک مناسب مدت تک کے لئے جسے مشیت خداوندی منتخب کرے گی، اس وقت وہ ظہور فرمائیں گے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ امام مہدیؑ کے ظہور کے ساتھ ہی دنیا میں حکومت عدل و نظام الہی قائم ہو جائے گا اور اسلام کی حقیقی تعلیمات مکمل طور سے راجح ہو جائیں گی۔

ممکن ہے یہ سوال پیدا ہو کہ کیا کسی کی اتنی طویل عمر بھی ہو سکتی ہے؟ جواب یہ ہے کہ ائمہ ایسے انسان ہیں جو خداوند عالم کے خصوصی فیض و عنایت کے حامل ہیں۔ وہ انسان بھی ہیں اور خصوصی قوت و اختیارات کے مالک بھی ہیں اور روحانی بلندی کے لحاظ سے معنوی کمال کی چوٹی پر فائز ہیں، اگر خدا نے بزرگ کی خاص عنایت کی

رضا کی مشہور حدیث میں آیا ہے کہ: ”الامام کالشمس الطالعة بالمجللة بنورها العالم وهو بالافق حيث لا يناله الابصار ولا الایدی“، یعنی ”امام خورشید رخشاں کی طرح ہے جو تمام جہاں کو نور کرتا ہے اور وہ ان آفاق پر جلوہ گر ہوتا ہے جہاں نہ نظر سے پاسکتی ہے، نہ حواس خمسہ سے چھوستے ہیں۔

#### فلسفہ غیبت

فلسفہ مہدویت کیا ہے؟ فلسفہ مہدویت کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ہم اسلامی نظر نظر سے فلسفہ تاریخ اور جہاں بینی کے مسائل سے آشنا ہوں۔ تاریخ کی ترقی پذیری اور دنیا میں انسانی زندگی کی آزمائشی کیفیت اور انسان کے انتخاب اور آزاد ارادہ کے مالک ہونے کے متعلق اسلامی نظر نظر کی روشنی میں ہم انبیاء کی بعثت، حضرت محمد مصطفیٰ کی بعثت اور ختم نبوت کا فلسفہ اور بارہ اماموں کے مقرر ہونے کی حکمت اور حضرت مہدیٰ کی غیبت اور دوبارہ ظہور کے فلسفہ کو سمجھ سکتے ہیں۔ اسلامی نظر نظر سے خدا نے انسان کو ایسے موجود کے طور پر بنایا ہے جو اشرف الخلقات ہے اور ”ارادہ“، ”تعقل“، ”ایمان“ اور ”اشراق“، یعنی الہام کی خصوصیتوں کا مالک ہے۔ خداوند تعالیٰ نے انسان کو ”ارادہ“ کی آزادی اور انتخاب کی تو انانی سے نواز اہے، جو ایک طرف تو خدا کی عظیم عنایت ہیں مگر دوسری طرف ایسی بڑی ذمہ داری دی جسے قبول کرنے سے پہاڑوں، زمین اور آسمان نے انکار کر دیا تھا۔ اگر ارادہ کی آزادی اور انتخاب کی تو انانی نہ ہو انسان جانور اور چوپاں سے بھی نیچے گر جائے۔

گرانتخاب اس وقت کا آمد ہوتا ہے جب راہ راست واضح ہوتی ہے۔ خداوند عالم کی عنایت اس کے وجود کا لازم ہے۔ اس نے ”نبوت“ کا سلسلہ اسی مقصد کے حصول کے لئے یہ انسان کی سعادت اور نجات کے ذرائع فراہم کرنے کے لئے ہی قائم کیا۔ انسان کی روحانی اور فکری نشوونما کے لئے یکے بعد دیگرے پیغمبر مبعوث ہوئے اور مختلف رخوں سے حقیقت کی رونمائی کی، یہاں

ہیں۔ امام صرف جسم ہی سے نہیں بلکہ روح سے بھی رابطہ رکھتا ہے اور مومنوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ امام کے اس ماورائی اور باطنی پہلو کو اگر مر نظر رکھا جائے تو اس کے ذریعہ ہم غیبت کے زمانے میں امام کے کردار کو سمجھ سکتے ہیں۔

قرآن مجید میں بھی باطنی رہبری اور ہدایت کی طرف اشارہ موجود ہے اور الیاس و خضر جیسے انبیاء کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو باطنی طور پر لوگوں کو نیکی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ امام آفاق باطن میں بھی موجود ہوتا ہے۔

جیسا کہ اس سے قبل بھی کہا جا چکا ہے کہ امام دنیا والوں کے لئے عنایت و فیضانِ ربانی کا وسیلہ ہے۔ خدا نے انسان کو اپنے فنِ تخلیق کے شاہکار کی حیثیت سے پیدا کیا ہے جس میں بعض ملکوتی صفات بھی موجود ہوتے ہیں۔ ”خلق الله آدم على صورته“ لیکن خداوند عالم صرف کامل انسانوں جو پیغمبر اور ائمہ ہوتے ہیں، ان میں اپنی عظمت تخلیق کے ہر رخ، ہر پہلو اور ہر خصوصیت کو ظاہر کرتا ہے۔ اس طرح ائمہ خالق کی خلاقيت کی عظمت کا مجسمہ ہوتے ہیں۔ جس طرح ایک مصور تمام نقش اپنا شاہکار بنانے کے لئے کھینچتا ہے، اسی طرح خالق کائنات نے بھی زمین و آسمان ان ہی مقدس ہستیوں کے لئے خلق کئے ہیں، جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ: ”لولاك لما خلقت الافلاك“ یعنی ”اے محمدؐ اگر تم نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔“ ایسی صورت میں تمام ائمہ بھی اسی ”حقیقتِ محمدی“ سے ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ: ”اولنا محمد وا سلطنا محمد و آخرنا محمد۔“ اس رو سے سارے ائمہ حدیث قدسی کے اس جملہ کے مصدق ہیں۔

اس طرح امام کا وجود ہر دور اور ہر زمانہ میں ہستی کی بقا کا سبب اور عنایت و فیض خداوندی کا ذریعہ ہیں۔

امام پر دہ غیبت میں بھی وہ خورشید ہیں کہ جس کے گرد میں، چاند اور ستارے گردش کرتے ہیں، دانستہ یانا و دانستہ تمام موجودات امام کی ذات سے نور ہدایت حاصل کرتے ہیں، اسی وجہ سے امام

مثالی نظام قائم ہو۔ انسان دور غیبت میں ایک امتحانی اور آزمائشی مرحلہ سے دوچار ہے، اس کے بعد خدائی معلم دوبارہ ظاہر ہوگا اور صحیح کوغلط سے اور حق کو باطل سے الگ کر دے گا۔

ہم اس ہدایت کے پورے خدائی انتظام کو ایک اسکول سے تشییدے سکتے ہیں، گویا پہلے مختلف درجوں کی سلسلہ وار تعلیم کامل کرائی گئی (بعثت انبیاء) اور تحریر رہنمائی پیشیجی گئی (وحی) آخری (Final) درجہ کی نظریاتی تعلیم دی گئی (پیغمبر اسلام کی بعثت) پھر گیارہ اماموں نے اس تعلیم کو عملی طور پر برقرار کر دھایا۔ (امامت کا دور)۔ اس کے بعد معلم کو غیبت کے پردے میں چھپا لیا گیا اور طالب علموں کو چھوڑ دیا گیا کہ (عقل و خرد اور استعداد کے مل بوتے پر) امتحان دیں (غیبت کا زمانہ)۔ اس کے بعد معلم دوبارہ ظاہر ہوں گے اور صحیح جوابات عملی طور پر چیک کر کے نمبر دیں گے (ظہور)۔ اس مثال کے ذریعہ ہم غیبت کے فلسفہ کو کچھ سمجھ سکتے ہیں۔



## مدحت سلطان عصر

بنت زہراء نقوی ندیٰ الہندی، لکھنؤ

دیدہ و دل کی ہے خواہش کہ زیارت ہو جائے  
زندگی موت بنے چاہے قیامت ہو جائے  
اس لئے بیجا ہے دریا سے عریضہ ان کو  
تاکہ بہتے ہوئے آنسو کی وضاحت ہو جائے

درج امام زمان

ظلم کی بستی مثانے آئیں گے  
شیع حق پھر سے جلانے آئیں گے  
وہ بہارِ عدل بن کر ایک دن  
سب کو سب کا حق دلانے آئیں گے



تک کہ حضرت محمدؐ کی بعثت اور نزول قرآن کے ساتھ ہی بندوں تک ”حقیقت“ اور ”پیغام“، مکمل طور پر پہنچ گئے، دین کی تکمیل ہو گئی، اس کے حدود اور اصلی خطوط متعین ہو گئے۔ چونکہ ”پیغام“ پہنچانے کا کام کامل ہو چکا تھا لہذا حضرت محمدؐ کے ساتھ ہی بعثت انبیاء کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اور حضرت خاتم الانبیاء کی رسالت ہر زمانے کے لئے لازمی طور پر قابل اتباع ہو گئی اور اس کے بعد سے قیامت تک تمام انسانوں کی ذمہ داری ہے کہ پیغمبر اسلام کی پیروی کریں۔

اس کے بعد شرح تفسیر اور اجراؤ فناذ کا مرحلہ سامنے آتا ہے۔ قرآن میں ”پیغام“ کیجا پہنچ گیا مگر عام انسانوں کے لئے کلام الہی کے رموز کا عرفان ممکن نہ تھا لہذا ضرورت تھی ایسے خدائی افراد اور کامل انسانوں کی جو ایک طرف تو حدیثوں کے ذریعہ پیغام قرآنی کے تمام گوشوں اور باریکیوں کی تفسیر و تشریح اور سیرت پیغمبرؐ تفصیل پیش کریں دوسرا طرف عملی طور پر درس دیں کہ مختلف حالات میں انسان کس طرح کی وضع رکھے۔ دوسرے معنوں میں قرآن کے ساتھ ساتھ ایسے انسانوں کی ضرورت تھی جو انسانیت کے لئے ”اسوہ جاوید“ اور ”عملی نمونہ“ ہوں۔ اسی وجہ سے خدا نے ”امامت“ کا سلسلہ قائم کیا۔

لیکن انسانوں کی تربیت (نبوت عامہ) اور خدائی ”پیغام“ پورے طور پر پہنچ جانے کے بعد (نبوت خاصہ) جب معلمان الہیہ اور رہبروں نے اس کی تشریح کر دی (منصب امامت) تو مشیت خداوندی کا رُخ اس طرف ہوا کہ ایک امام کو پردة غیبت میں روپوشن کر دے تاکہ پیغمبروں اور سابقہ اماموں کی تعلیمات کی روشنی میں اور اپنی عقل کی مدد اور فکری توانائی کے ذریعہ اپنے اجتہاد کو صحیح طور پر پورا کریں۔ غیبت کے بعد کا دور ”اجتہاد“ کا دور ہے۔ انسانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے علم اور اپنی عقل کا صحیح استعمال کریں تاکہ وہی اور سیرت پیغمبر و ائمہ کی ہدایت سے اپنے مسائل کے حل کے سلسلہ میں فائدہ حاصل کریں۔ بالآخر مشیت الہی دوبارہ امام کو پردة غیبت سے ظاہر کرے گی تاکہ دنیا میں آئندیں معاشرہ اور

# زمانہ اور زندگی

امام زمانہ کی طول عمر، غیب اور باوصفت غیب ہدایت و رہنمائی کا ایک فلسفیانہ لیکن عام فہم تجزیہ

حجۃ الاسلام و مسلمین علامہ عقیل الغروی صاحب قبلہ، دہلی

نہیں لگے گا کہ انسان وقت کے ہاتھوں مجبور ہے یا مختار اور یہ وقت جادو کا تماشہ ہے یا خبر ہے یا خدا؟ حالانکہ زندگی تیز ہو تو زمانہ اور وقت بھی حرارت میں بدل کر گم ہو جاتا ہے۔ زندگی سست پڑ جائے تو زمانہ اور وقت بھی سرداور ناقابل گزران طوال میں بدل جاتا ہے۔ وقت کی اپنی تاثیر اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے کہ وہ زندگی کا آئینہ بردار پیانا ہے! نہ جادو کا تماشہ ہے نہ خبر ہے، نہ خدا۔ یہ تو آدمی ہے اور زندگی کہ دھاردار ہو جائے تو وقت کو بھی خبر بنا دے اور الہیت کے شعور سے بے ہمہ ہو جائے تو وقت ہی کو خدا سمجھ بیٹھے۔ یاد رہے کہ زمانے کو سمجھنا نفسیاتی مرض ہونے کی نشانی ہے اور خدا سمجھنا جہالت کی تاریکیوں میں صنم پرستی کے مضافات میں کوئی مقام۔

زمانہ ایک روشن سائنسی حقیقت ہے بالکل واقعی اور مفہوم! جو خود زندگی کو بھی عقل انسانی کے لئے واقعی اور مفہوم بنتا ہے لیکن وہ خود بھی زندگی ہی کا ایک جز یا ایک ”باریک حصہ پہلو“ ہے زندگی کا سبب یا زندگی کی علت نہیں ہے۔

اسے یوں سمجھنا چاہئے کہ جو کچھ فلسفیانہ مفہوم میں ”وجود خارجی“ کے ضمن میں لاسکتے ہیں وہ حقیقت میں حرکت ہی ہے۔ یعنی یہ کہنا صحیح ہو کہ ”ہو کہ“ ”کامل سکون“ وجود نہیں رکھتا۔ لیکن یہ قطعی طور پر کہا جاسکتا ہے اور کہنا چاہئے کہ ”کامل حرکت“ وجود رکھتی ہے۔ اور ”سکون“ بس نظام حرکت کا ایک توازن ہے۔ یہ زندگی اور کائنات سراسر حرکت ہی ہے یا حرکت کے اثرات کا خارجی یا حقیقی وجود۔

لوگ زندگی کی معرفی زمانے کی نسبت سے اس طرح کرتے ہیں جیسے زمانہ علت ہو اور زندگی اس کی معلوم۔ حالانکہ زمانہ، زندگی اور کائنات کا ایک باریک حصہ پہلو ہے۔ اس کی حقیقت اور وسعت زندگی کی حقیقت اور وسعت سے عبارت ہے نہ کہ بالعکس۔

زمانے کی بھی کچھ حقیقت ہے کہ وہ زندگی کا آئینہ ہے اور حیات اور کائنات کا ایک پیانا اعتبار۔ جس طرح کیت اور کیفیت کے اور مختلف قیاسی پیانا ہیں یہ حرکت زندگی اور تخلیق و تاریخ کا ایک اضافی یا اعتباری موضوعی پیانا ہے۔ اضافی، اعتباری یا نیم موضوعی بھی اس لئے کہ حرکت کا اثر اور مادے کا ایک خاصہ ہونے کے باوصفت بجائے خود غیر مادی ہے اور اسی لئے ایک روشن اور واقعی سائنسی حقیقت ہونے کے باوجود ایک فلسفی معہد بنا ہوا ہے لیکن جب کہ پیاںش کے قیاسی اصولوں پر مختلف آلات پیاںش کی فہرست میں ”وقت“ کی پیاںش کا آل بھی موجود ہے تو زمانے کی موضوعیت کو قطعی بہم نہ سمجھنا چاہئے بلکہ یہ زندگی ہی کی طرح موضوعی بھی ہے اور معروضی بھی۔ اور بھی اس کی اضافیت ہے۔

گھڑی مت دیکھو، پھیپھڑے یا بیض کی حرکت ہی کو گئنے کی کوشش کرو تو بھی ”عمر“ کا ایک تصور اور ایک پیانا بن جائے گا۔ ”کسی شخص نے کے نئسن زندگی بسر کی؟“، لیکن دن مہینہ برس گنتے رہو، زندگی کے اعمال اور نتائج کا کچھ خیال نہ کرو تو زمانے اور وقت کی معنویت کچھ بھی سمجھ میں نہ آئے گی اور شاید ایسا لگے گا کہ جیسے کوئی وقت کچھ پیدا کر دیتا ہے کوئی وقت کچھ ضائع کر جاتا ہے۔ کچھ پتہ

انسان کی زندگی کے زمانے کو ہم وزن اور ”ایک“ نہیں کر سکتے! ہم جو کر سکتے ہیں تو یہ کہ کسی ایک انسان کی زندگی کے زمانے کے حوالے سے دوسرے انسان کی زندگی کا کچھ شخص یا امتیاز قائم کر لیں! اس طرح یہ بھی ممکن ہے کہ دو انسانوں کی زندگیاں زمانے کے دو بالکل متوازی ادوار بناتی ہوئی نظر آئیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں ادوار بظاہر بالکل متحد بھی نظر آئیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک انسان کی زندگی دوسرے انسان کے دور زندگی سے متجاوہ ہو کر کئی اور انسانوں کے ادوار زندگی کے حوالے سے بھی اپنا شخص اور امتیاز بناسکے۔ لیکن ان امکانات اور ان کے مختلف گوشوں پر نظر ڈالنے کے پہلے ایک مثال کے ذریعہ عمروں اور ادوار کے ربط کو ذرا اور وضاحت سے سمجھ لینا مناسب ہو گا۔

جس وقت کوئی لکھ رہا ہو اور کوئی اور، مثلاً سورہا ہوتے دونوں ایک ہی وقت میں نہیں ہوتے۔ جو لکھ رہا ہوتا ہے اس کا لکھنے کا وقت ہوتا ہے اور جو سورہا ہے اس کا سونے کا۔ اس ایک ہی مثال سے کئی حقیقتیں سمجھی جاسکتی ہیں۔ پہلی حقیقت تو یہی کہ لکھنے یا سونے کے مظاہر زندگی وقت نے نہیں خلق کئے۔ ورنہ دونوں انسان بظاہر ایک وقت میں ایک ہی مظاہر زندگی پیش کرتے لیکن ایک نے لکھنے کا عمل اختیار کیا تو اس کے وقت نے لکھنے کے حوالے سے نشان پایا۔ اور ایک نے سونے کا عمل انجام دیا تو اس کے وقت نے سونے کے حوالے سے نام پایا۔ جب کہ ”مشین وقت“ کے حوالے سے دونوں نے ایک ہی ساعت میں یہ زندگی برس کی لیکن دونوں نے ایک دوسرے سے بالکل مختلف وقت کے حوالے قائم کئے یہ ہے وقت کی ”کافی اضافیت“۔

اب اسی ”مشین وقت“ کے ساتھ ایک فرد ایک ساعت تک لکھنے کا عمل کرتا ہا اور دوسرا سوتا رہا۔ لیکن لکھنے والے نے بظاہر اس ایک ساعت میں جو لکھا وہ شاید کوئی ایک برس میں لکھتا، یا خود وہ محسوس کرتا ہے کہ اس نے جیسے ایک برس کا کام کر ڈالا۔

اور دوسرا جو سوتا رہا، اس کے لئے ایک ساعت محض ایک لمحہ یا

اور زمانہ، گویا اس کا ایک قسم کا احساس اور اندازہ ہے۔ ایک ایسا احساس اور اندازہ جو بجائے خود حرکت ہی کا اپنے ہی وجود کو دیا ہوا ایک خاصہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ ”جو کچھ“ ہے وہ ”حرکت“ ہے۔ زندگی حرکت کا اثر ہے اور زمانہ حرکت کا احساس۔ اور آپسی تعامل کی نسبت میں، شاید اس پر کوئی دلیل پیش کرنے کی ضرورت نہیں کہ احساس، اثر کا تالیع ہی ہو سکتا ہے۔ (زمانے اور زندگی کے درمیان علت و معلول یا سبب اور اثر کی کوئی نسبت وجود نہیں رکھتی۔ بلکہ ان میں احساس اور اثر کی نسبت قائم ہے بلکہ ایک اعتبار سے یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ احساس اثر کا معلول ہے کہ جب کوئی اثر مرتب ہی نہیں ہو گا تو احساس کس کا ہو گا؟)

یہاں سے عرصہ تاریخ اور کائنات میں انسان کے اختیار کی وسعت بھی سامنے آتی ہے اور یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ زندگی کو زمانے سے ناپنا تو درست ہے لیکن زمانے کے شمار کی زیادتی سے زندگی کے خاتمے یا ضعف کا حکم نہیں جاری کیا جاسکتا بلکہ زمانے کے شمار کی زیادتی کے ساتھ زندگی کی قوت اور عظمت کا حکم اور اعتبار حاصل ہوتا ہے! اور اس سے زیادہ ایک حیرت امید، حیرت علم، حیرتِ بقین اور بس!

### ادوار اور اعماد

اوپر کی بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ زمانہ، تاریخی ماہیت کے آلة پیمائش کے طور پر ادوار اور اعمار کے اندازے، امتیازات اور اختلافات کا نقش نگار ضرور ہے لیکن خود کوئی دو نہیں لاتا تھا کوئی زندگی جنم دیتا ہے، بلکہ زمانہ، زندگی کے ساتھ شروع ہوتا ہے اور جو زمانہ جس زندگی کے ساتھ شروع ہوتا ہے اسی زندگی کے ساتھ قائم ہوتا ہے اور اسی زندگی کے سفر کے خاتمے کے ساتھ اپنے ”دور“، ”نئم“ کرتا ہے۔ زندگی کے تنوع کے ساتھ زمانے کے ادوار کے تنوع کا راز یہی ہے۔

ہم کسی انسان کی زندگی کے زمانے کے ساتھ کسی دوسرے ایام زمانہ نمبر

جابر: اب میرا تصور اس سے آگئے نہیں جا رہا ہے۔

امام: اے جابر! تم ڈیڑھ لاکھ سے کہیں زیادہ بڑے اعداد کا حوالہ دے سکتے ہو۔ اپنی قوتِ فکر سے ازل وابد کے درمیانی فاصلے کا اندازہ کرو۔ لیکن میں تصدیق کرتا ہوں کہ جس وقت ازیٰ اور ابدی کا ذکر ہوتا ہے تو انسان کی فکر اس کا ادراک نہیں کر سکتی کہ ازل کس وقت سے شروع ہوا اور ابد کب تک باقی رہے گا مبداء ازل اور منتہیٰ کے ابد کی درمیانی مدت معلوم کرنے کے لئے اس کا حساب لگانا بشرطی فکر و حساب کی قوت سے خارج ہے۔ میں تم سے اتنا ہی کہتا ہوں کہ اگر میں اور تم مزید ایک سو سال تک زندہ رہیں اور اس ساری مدت کے اندر تم برسوں کی تعداد چند در چند بڑھاتے جاؤ اور ہر لمحہ اس شمار کو دو گناہ کرتے چلے جاؤ پھر بھی سو سال کے بعد جو عدد حاصل ہو گا وہ اس مدت سے بہت ہی چھوٹا ہو گا جو آغازِ ازل اور انتہیٰ کے درمیان موجود ہے۔

جابر: آیا اس تمام مدت میں جب کہ خدا سارے کام انجام دے چکا ہے اس کو اب اور کوئی کام نہیں ہے اور اس نے اپنے کو پیکار بنالیا ہے۔

امام: میں نے تم سے یہ بات کہی کہ ازل اور ابد کے درمیانی فاصلے کا اپنی قوتِ فکر سے اندازہ کرو اور اس کی مدت معین کرو، تو اس سے میرا مقصود کچھ اور ہے۔

جابر: آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

امام: میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مبداء ازل اور منتہیٰ ابد کے درمیان جو طولانی مدت ہے اور سو سال تک حساب کرنے اور اعداد کو چند در چند کرنے کے بعد بھی میں اور تم جس کی تعین نہیں کر سکتے وہ خدا کے لئے صرف ایک لمحہ ہے۔“

### شہود و غیب و حضور

ادوار اور اعمار کے اعتبارات ہی کا ایک معہ غیب و شہود ہے۔ پردهِ غیب، نقشِ محدودیت ہے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حسن و کمال ہے۔ محدود و زندگی، وسیع تر و رزندگی کا اندازہ نہیں لگ سکتا۔ یا یہ

لمحہ تھی، وہ اپنی نیند سے ابھی مطمئن بھی نہ ہو سکا تھا (ابھی اس کی نیند بھری بھی نہ تھی) کہ دوسرے نے اسے جگا دیا اور کہا کہ میں نے سال بھر کا کام کر ڈالا۔

سو نے والا، بیدارہ کر کام کرنے والے کامداق اڑا سکتا ہے اور یہ اس کی تکنیک بکر سکتا ہے لیکن واقعہ اپنی جگہ پر ہی ہے کہ ایک نے محض ایک لمحہ نیند میں بس رکیا اور ایک نے سال بھر کا کام کیا ہے۔ جب کہ ان دونوں کے مقابلے میں ”مشینی وقت“ کی ایک ہی ساعت گذری ہے یہ ہے زمانے کی حیرت انگیز کمی اضافیت۔

ایسی طرح ہر زندگی، ہر حرکت، ہر مونج حیات کی کمیت اور کیفیت ممیز بھی ہے اور مددِ عمر بھی یہی حقیقت ہے اضافیت کی، اور یہی اضافیت، حقیقت ہے زندگی کے تنوع کے ساتھ زمانے کے ادوار کے تنوع کی۔

اس مثال سے حاصل ہونے والے نتیجہ کی تصدیق کے لئے یہاں جابر بن حیان کے مکالمات سے ایک اقتباس پیش کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

جابر، امام جعفر صادقؑ سے الہیات کے بعض دقيق مسائل پر سوالات کرتے کرتے ایک ایسے مقام پر بیٹھ گئے ہیں جہاں امام کو متنبہ کرنا پڑتا ہے:

”اے جابر! کیا تم اس کا تصور کر سکتے ہو کہ خدا کے ازل وابدی ہونے کی مدت کس قدر ہے؟“

جابر: کیا دس ہزار سال سے زیادہ ہے؟

امام: ہاں، اے جابر!

جابر: کیا پچاس ہزار سال سے زیادہ ہے؟

امام: ہاں، اے جابر!

جابر: کیا ایک لاکھ سال سے زیادہ ہے؟

امام: ہاں، اے جابر!

جابر: کیا ڈیڑھ لاکھ سال سے بھی زیادہ ہے؟

امام: ہاں، اس سے بھی زیادہ ہے۔

دورِ زندگی بنانے والے کے مقابلہ میں خوابیدہ کیفیتوں ہی سے دوچار ہوتا ہے۔

دوسری یہ بات کہ جو نسبتاً محدود دورِ زندگی بناتا ہے وہ وسیعِ ترقیات کا صحیح اندازہ اور واضح تصور نہیں کر سکتا۔ سوائے اس کے کہ وہ چھٹپٹا سا درک کر سکے۔ (دوزندگیوں کے درمیان جو کچھ زندگی یا حقائق اور واقع مخصوص یا ممیز ہو سکے)۔ جو شہود کی کیفیت ہے، یا نقشِ محدودیت کی تنافسی۔ لیکن جو نسبتاً وسیعِ تر دورِ زندگی بنتا ہے وہ محدود دورِ زندگی کا اندازہ اور تصور کر سکتا ہے۔ جو حضور کی خاصیت ہے یا حسنِ کمال پر مستلزم اُصفت لا ہوتی،“

یوں محدود اور نامحدود میں بس یہ ربط و نسبت یقین کی حد تک تسلیم کر لینے کی چیز ہے، کہ محدود ہمیشہ خوابیدہ، بے خبر اور خسارے میں ہے اور نامحدود بیدار، عالم آگاہ اور فائدے میں۔ محدود، نامحدود کو درک نہیں کر سکتا اور نامحدود، محدود کو درک کر سکتا ہے اور یہی درک و آگاہی شہود و حضور کے امکانات ہیں۔

یہیں سے جملہ مخلوقات کی نارسانی اور رب العالمین کے فیضان کی بے کرانی کے رمز کا ایک باب کھلتا ہے۔

اور اس عقیدے کی اساس سامنے آتی ہے کہ جو اللہ کا مقرر کردہ ”امام زمانہ“ ہو، جسے ربِ کریم وسیعِ تر دورِ زندگی بنانے کی توفیق اور استعدادِ محنت فرمائے کر بدایت و امامت پر مأمور کرے وہ ہزار پرده ہائے غیب کے باوجود خلق کی بھلائی اور رہنمائی کر سکتا ہے۔ اور ہماری محدود زندگیوں کا مشاہدہ بھی رکھتا ہے۔ البتہ ہم اسے اپنے ”نقشِ محدودیت“ کے سبب درک نہیں کر سکتے۔ الا یہ کہ بیدار ہو جائیں، قوتِ علم پیدا کریں اور اپنے لمحاتِ زیست میں بے پناہ وقت کی اتحاد پہنچائی کو سکیں۔



چوکھٹ پہ بن گئے مری نظروں کے دونشاں  
اتنا کیا ہے میں نے ترا انتظار آج  
مولوی سید اصغر حسین زیدی اصغر ناظر وی



کہ وسیعِ ترقیاتِ زندگی، محدود زندگی کے دائرہِ چشم میں نہیں سما سکتا۔ ہم اور پردوی ہوئی مثال میں اس معنے کی گرد بھی تلاش کر سکتے ہیں۔

واضح بات ہے کہ جو سوتارہا اس نے محدود دورِ زندگی بنایا اور جو لکھتا رہا اور بظاہر اسی ایک ساعت کے برابر حصے میں ایک برس کا کام کرتا رہا اس نے وسیعِ تر دورِ زندگی بنایا۔ اور یہ بھی واضح تربات ہے کہ جو سوتارہا وہ بیدار رہ کر اپنے مطیع نظر میں سال بھر کا کام کرنے والے کا صحیح اندازہ اور واضح تصور نہیں کر سکتا۔ جب کہ دونوں کے درمیان کوئی کثیفِ ماڈی جا بوجو نہیں رکھتا۔ نہ مکانی بعد اور نہ ہی بظاہر زمانی بعد۔ لیکن نہیں! کمیت اور کیفیت کے کئی ابعاد حاصل ہیں جو پردا غیب بن گئے ہیں!

یہاں گذشتہ بحث سے ایک فقرہ دہرا دیا جائے تو شاید ہمیں ہوئی بات واضح تر ہو سکے کہ ”ہم کسی انسان کی زندگی کے زمانے کے ساتھ کسی دوسرے انسان کی زندگی کے زمانے کو ہم وزن اور ایک“ نہیں کر سکتے۔ ہم جو کچھ کر سکتے ہیں تو یہ کہ کسی انسان کی زندگی کے زمانے کے حوالے سے دوسرے انسان کی زندگی کا کچھ تشخص یا امتیاز قائم کر سکیں۔

اس نقطہ نظر سے دو انسانوں یا دوزندگیوں کے درمیان جو کچھ (زندگی یا حقائق اور واقع) مخصوص یا ممیز ہو سکے اور ہو جائے بس وہی مشہود ہے۔ اور وہ تمام (زندگی یا حقائق اور واقع) جو دو زندگیوں کے درمیان مخصوص اور ممیز نہ ہو سکے اور نہ ہو پائے وہ سب غیب۔

مثال کے تعلق سے یہیں پر دو باتیں اور سمجھ لینے کی ہیں، ایک یہ کہ اس مثال میں ایک فرد کو سوتا ہوا فرض کیا گیا ہے اور دوسرے کو بیدار۔ یہ ضروری نہیں، دو افراد کے درمیان کیفیت اور کمیت کی کسی بھی نوعیت کا اختلاف ہو سکتا ہے جو آزادانہ اور ممیز اور ایرادات بناسکتا ہے۔ اور نتیجتاً ایک کو دوسرے کی طرف سے غافل بناسکتا ہے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ نسبتاً جو محدود دورِ زندگی بناتا ہے وہ وسیعِ تر امام زمانہ نمبر

# چودھویں کا چاند

دردح امام منتظر علیہ السلام - مولود نیمه شعبان

سید ال وا عظیم علامہ مولانا سید وجاہت حسین نقوی ناظم اجتہادی طاب ثراه

کیا لنگر جہاز دل نے بحرے کے طوفاں میں  
وہ لیں انگڑائیاں بیلوں نے آغوش گلستان میں  
بہار آئی نزاں میں چھڑ گئیں دست و گریباں میں  
ہے لطف بادہ پیائی خیائے ماہ تاباں میں  
ہے بھاپ اٹھتا ہوا ساغر کف موئ عمراں میں  
نجف میں سامرے میں کربلا میں اور خراسان میں  
اثر ہے کس قیامت کا نگاہ گرم رندال میں  
لکھے گا آج کی بھی مے کشی کیا فرد عصیاں میں  
نگاہیں لوٹی پھرتی ہیں سبزہ پر گلستان میں  
رنگا ہے گل نے جامہ سرخی اعلیٰ بدختاں میں  
عجب کیا ہے جو پھوٹیں کونپیں خار مغلیاں میں  
لہو دیدے اگر چجھ جائے کائنات شاخ مرجاں میں  
اگر اک موئ گیسو گر گیا صحن گلستان میں  
ہوانے پھونک دی ہے روح گویا جسم بے جا میں  
پڑے ہیں رخ پ گیسو جارہے ہیں سنبستاں میں  
جو کمن ہیں وہ جگنو باندھتے پھرتے ہیں داماں میں  
کوئی کہتا ہے ہم لے جائیں گے گور غریباں میں  
خبر بھی ہے؟ اندھیرا ہو گیا صحن گلستان میں  
وہاں تصویر عبرت بھی کھنچے گی چشم حیراں میں  
ہوا دیتا ہے دامن سے کوئی شمع فروزان میں  
کوئی دل ڈھونڈتا پھرتا ہے اجزاء پریشاں میں

بہار آئی بڑیں طغیانیاں خون رگ جاں میں  
بشوق بادہ شبم وہ غنچوں نے جماہی لی  
چلی ٹھنڈی ہوا زنجیر دیوانوں نے کھڑکائی  
شب مہتاب ہے ساقی نہ ترسا بادہ خواروں کو  
کلف سمجھے کوئی مہتاب میں ہم تو یہ کہتے ہیں  
وہ مہ کش ہوں کہ ہے ہر سرز میں پر میکدہ میرا  
حرارت سے بنی میانے مے انگور کے دانے  
ذرا اے کاتب اعمال بد دیکھ ان گھٹاؤں کو  
سمائے جاتے ہیں آنکھوں میں ہلکے رنگ پھولوں کے  
گلستان میں زمرد گوں قبا پہنی ہے سبزہ نے  
رہا گر قوت نشو و نما میں زور ایسا ہی  
رگ گل میں جو ہے سیلان خون اس کا تعجب کیا  
بہ فیض نامیہ اک سنبستاں لہلہا اٹھا  
خزاں خورده درختوں سے تراوٹ پھوٹ نکلی ہے  
حسین گلگشت کو ہبھولیوں کے ساتھ نکلی ہے  
جو ہمسن ہیں وہ ڈالے گردنوں میں ہاتھ پھرتے ہیں  
کوئی گل چن کے کہتا ہے کہ ہم گجرے بنا نکیں گے  
چلو ناظم ذرا ہم بھی وہاں کا لطف دیکھیں گے  
حسینوں کے بھی ڈیرے اٹھ گئے گلشن میں اب کیا ہے  
چنے لیتا ہے کوئی پھول تربت کے بھی شوخی سے  
کوئی پہچانتا پھرتا ہے ذرے خاک عاشق کے

بس اب اٹھ تیری صورت پھر رہی ہے چشم گریاں میں  
 ابھی تک یہ اثر باقی ہے تیری آہ سوزاں میں  
 ندامت سے سراپنا اب تو ڈالے ہوں گریاں میں  
 تو شانہ بھی نہیں کرتے ہیں ہم زلف پریشاں میں  
 کہ دونوں وقت ملتے آئے کیوں گور غریباں میں  
 چراغاں ہو رہا ہے خیمه گردون گرداؤں میں  
 سویدا بن گئی ہے جو کہ قلب ماہ شعباں میں  
 وہ شب کا جل لگا آئے جو چشم ماہ کنعاں میں  
 سمٹ کر خال بنتی ہے کبھی رخسار جاناں میں  
 ولادت آج ہی کی شب ہے اس کی بزم امکاں میں  
 چمک ماہ امامت کی شب زلف پریشاں میں  
 نہ ہوگی قوت جنبش بھی تیرے جسم بے جاں میں  
 یہ حالت ہو گئی ہے انتظار دید جاناں میں  
 کہ اب پھنسنے لگے پانی کے قطرے تک رگ جاں میں  
 کہ کتنی دیر اب باقی ہے صح شام ہجراءں میں  
 تو موجیں مارتا ہے بحر ابیض چشم گریاں میں  
 نہ مانوں گانہ مانوں گا میں جب تک جان ہے جاں میں  
 بڑے آئے نہ جانے دینے والے کوئے جاناں میں  
 میں ہوں محمور عشق حضرت مہدیؑ دوراں میں  
 تمہارا آپ دل الجھا ہے اس کی زلف پیچاں میں  
 محبت اس کی شامل ہو گئی اجزاء ایماں میں  
 جوانی کی ادائیں مل گئیں مذہب کے ارکاں میں  
 جو کہہ ڈالا ہے لوگوں سے وہ ہے آیات قرآن میں  
 عریضہ میں نے اک ڈالا تھا جو چاہ زندگی میں  
 نہیں ہرگز یہ بات آنے کے قابل عقل انساں میں  
 شب میلاد کا فوٹو لیا ہے ماہ تاباں میں

کوئی حسرت سے رو کر قبر عاشق پر یہ کہتا ہے  
 ہواۓ روزن تربت سے شع کشتہ جل اٹھی  
 خفا مجھے سے نہ ہو کچھ ہوا بچپن کی وہ ضد تھی  
 تڑپنا تیرا شام ہجر میں جب یاد آتا ہے  
 تجھے کچھ وہم بھی آتا نہیں اتنا تو کہہ منہ سے  
 بہت سویا ذرا اب اٹھ کے دیکھ اس رات کا منظر  
 شب آدینہ کہتے ہیں جسے وہ آج کی شب ہے  
 وہ شب زلف زلینا کی سیاہی جس سے شرمائے  
 کبھی بڑھ کر نظیر کاکل محبوب بنتی ہے  
 جلاۓ گا دم رفار جو مردوں کو ٹھوکر سے  
 ابھی ہلکا سا پردا ہے اگر تو چل تو دکھلا دوں  
 مگر ہاں نزع نے تجھ کو تو بے حس کر دیا ہو گا  
 ابھرتی ہی نہیں تادیر اب ڈوبی ہوئی نبضیں  
 ہوئے ہیں چارہ گر بے دست و پا کچھ بن نہیں پڑتا  
 اگر کچھ ہوش آتا ہے تو یہ گھبرا کے کہتا ہے  
 غم فرقت میں رونے سے کوئی گر منع کرتا ہے  
 نصیحت کوئی کرتا ہے تو برہم ہو کے کہتا ہے  
 اجی ہاں ٹھوکریں کھایا کریں گے ہم تمہارا کیا  
 مجھے کیا ہوش میں لاوے گے تم خود ہوش میں آؤ  
 ادا حق رقبابت وعظ کے پردا میں کرتے ہو  
 چلو اے واعظو! دل نذر دو دربار جاناں میں  
 دل آیا شاہد اسلام کے بچپن کی صورت پر  
 وہ ہے محفوظ لوح دل پر جو سر امامت ہے  
 وہ ابھرا مصحف عارض پر خط بن کر جواب اس کا  
 شب پیدائش نور خدا اور چاند میں دھبہ  
 بطور یادگار مہدیؑ دیں صح فطرت نے

قصیدہ

# در مرح امام محمد مهدی علیہ الصلوٰۃ والسلام

ادیب اکبر انیس العصر سید ابن الحسین مهدی نظمی آجتہادی

دیر پھر کیا ہے قیامت میں قیامت ہو جائے  
جب انصاف بنے ظلم عدالت ہو جائے  
دشمن جان بشر جب فن و حکمت ہو جائے  
عقل جب موجد سامان ہلاکت ہو جائے  
امن جب خوفِ جدال و غمِ غارت ہو جائے  
جب دھواں جوہری طاقت کا قیامت ہو جائے  
ماہ و سیار کو جب خوفِ ہزیمت ہو جائے  
جب مسلطِ دل واعصاب پہ دہشت ہو جائے  
جب بشر کے لئے سامانِ عداوت ہو جائے  
جب کہ بنیادِ ستمگاری و نفرت ہو جائے  
مکر جب فطرتِ اربابِ سیاست ہو جائے  
ایک جب مارِ درِ خانہ دولت ہو جائے  
عادتِ تاجر و دستورِ تجارت ہو جائے  
کوئی محتاج کوئی صاحبِ ثروت ہو جائے  
جب کہ معیارِ فضیلت کا امارت ہو جائے  
ہائے جب فن بھی گرفتارِ سیاست ہو جائے  
ہائے وہ دین جو محرومِ شریعت ہو جائے  
ہائے وہ دور کہ عنقا غمِ الفت ہو جائے  
قلبِ ایقانِ الہی میں جراحت ہو جائے  
آدمی کو غم و آزار سے رغبت ہو جائے

ارقا علم کا جب وجہ ہلاکت ہو جائے  
ہائے یہ دورِ سیہ بختی دنیا ، جس میں  
جب خرد ڈھالے مشینوں میں فنا کے ہتھیار  
دامنِ ارض ہو جب تازہ لہو سے رنگیں  
امن جب کہنے لگیں جنگ کی تیاری کو  
جب ہوں تر قیدِ ذرات سے شعلے پیدا  
چاک جب ہونے لگے دامنِ ارض و آفاق  
جب دھماکوں سے لرزنے لگے ذہن انسان  
رنگ کی نسل کی ملت کی وطن کی تفرقی  
جدبہ کمر و احساسِ بلند و برتر  
صدق کو لوگ حماقت سے کریں جب تعبیر  
ایک جب چھین لے لاکھوں کی مشقت کا شمر  
جب کہ صارف کا لہو چوستا بازاروں میں  
ہائے یہ دورِ معیشت یہ نظامِ تقسیم  
زہد و تقویٰ کی بزرگی کے معانی کیا ہیں  
ہائے جب علم بھی ہو جائے اسیرِ قانون  
ہائے وہ زہد و عبادت کہ ریا ہو جس میں  
ہائے وہ دور ہما بیٹھے ہوس کے سر پر  
ہائے وہ دور کہ تنکیک کا کانغا چُبھ کر  
ہائے وہ دور کہ آرام کی کثرت کے لئے

ہائے جب مائلِ فریادِ طبیعت ہو جائے  
 چاک جب دامنِ احساںِ حمیت ہو جائے  
 روشنی جب کہ پس پرداہِ ظلمت ہو جائے  
 کس سے کہئے کہ قیامت میں قیامت ہو جائے  
 کس سے کہئے کہ ضعیفوں کی کفالت ہو جائے  
 کس سے کہئے بنی آدم کی حفاظت ہو جائے  
 کس سے کہئے کہ منور شہبَذْ ظلمت ہو جائے  
 کس سے کہئے کہ عیالِ مہرِ ہدایت ہو جائے  
 آدمی پیرو تہذیبِ محبت ہو جائے  
 کس سے کہئے کہ زمینِ گلشنِ جنت ہو جائے  
 کس سے کہئے کہ سنانِ کلکِ عدالت ہو جائے  
 کس سے کہئے رخ زیبا کی زیارت ہو جائے  
 ورنہ دنیا نہ کہیں نذرِ ہلاکت ہو جائے  
 اور ہونا ہے قیامت تو قیامت ہو جائے  
 جنگ بازوں سے زمانے کی حفاظت ہو جائے  
 آئیے آئیے اک اور بغاوت ہو جائے  
 اہلِ دنیا کے لئے وجہِ ہلاکت ہو جائے  
 آ کہ راجح وہی دستورِ ثقافت ہو جائے  
 آپ آئیں تو سہی چاہے قیامت ہو جائے  
 یہ بھی ہوتا ہے کہ بن دیکھے محبت ہو جائے  
 ہائے وہ دل جو ہلاک غمِ فرقہ ہو جائے  
 شامِ فرقہ نہ کہیں صحیح قیامت ہو جائے  
 اب تو نظمی کی طرف چشمِ عنایت ہو جائے

ہائے جب دیدۂ فطرت میں نہماں ہوں آنسو  
 جب ہو نیلام ہوں کاروں میں جنسِ عصمت  
 جادۂ حق کو کوئی ڈھونڈھے تو کیونکر ڈھونڈھے  
 کس سے کہئے کہ ہے اب عرصۂ محشرِ دنیا  
 کس سے کہئے کہ غریبوں کا ہے جینا مشکل  
 کس سے کہئے کہ نہیں امن و اماں کی صورت  
 کس سے کہئے کہ ہدایت کی جلادے قندیل  
 کس سے کہئے کہ نئی صبح کا سورج نکلے  
 کس سے کہئے کہ وہ دن لاکہ جہاں میں جس دن  
 کس سے کہئے کہ بھرے پھول میں صہبائے وفا  
 کس سے کہئے کہ ہوتوار میں انصاف کا دم  
 کس سے کہئے کہ تڑپتی ہے نگاہِ مشتاق  
 کس سے کہئے کہ اٹھا دو یہ جا ب غیبت  
 پرداہِ غیبت کا اٹھا دتبے زیارت ہو جائے  
 مرگِ انبوہ کا دنیا میں کوئی جشن نہ ہو  
 اس مساواتِ شکنِ ظلم و تشدد کے خلاف  
 آ بھی جا چشمۂ تدبیر کہ تشہ کامی  
 جسِ ثقافت کو پیغمبرؐ نے کیا تھا تعمیر  
 فکر امروز و غمِ دوش سے فرست ہو جائے  
 عشقِ محتاج نہیں دیدِ رخ جانان کا  
 ہائے وہ لب جو ہو مشتاق بیانِ الفت  
 آ بھی جا دیدۂ بیدارِ تمنا کے لئے  
 اپنے مدار کی جانب سے تغافل کب تک

# قصیدہ درمداد امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف

سید الشعرا مولانا سید محمد حسن سالک مرحوم

آیات کا رخ بدل رہا ہے  
یہ کس نے نقاب رخ سے الٹی  
ہاتھوں سے لئے حام حیدر  
ایماں کے چراغ بجھ رہے ہیں  
ہر اشک لئے ہے ان کی صورت  
آئے گی قیامت اس بہانے  
قائم کے قدم کی برکتوں سے  
شیشوں کے چراغ جھملائے  
پانی پہ عریضہ محبت  
دریا کو تو ہے سکون، لیکن  
ہر شب کے چراغ ہو چکے گل  
پھر عرش سے منے برس رہی ہے  
پھر بزم سرور میں ہے روفق  
توبہ کے قدم نہ لڑکھڑائیں  
ہے جام بdest موج دریا  
اے چارہ گر حیات آ جا  
اے کاش کہے زمانہ مجھ سے پردے سے کوئی نکل رہا ہے

قطعہ

مولوی سید محمد نقوی رضا جائیسی

درِ رسول سے پھر جشن کا پیام ملا  
اک اور میکدہ خُم سے ہم کو جام ملا  
خدا کے گھر سے ملے تھے علیؑ ، محمدؐ کو  
علیؑ گھر سے ہمیں بارھواں امام ملا

# گلستانہ اشعار درمدح ولیٰ عالمین امام عصرؓ

سید مصطفیٰ حسین نقوی اسیف جائی

اپنی آنکھوں سے تمہیں پرده اٹھانا چاہئے  
درنہ یہ بیکار ہے کہنا کہ آنا چاہئے  
مرضیٰ رب ہے ہمیشہ جگمانا چاہئے  
شع دل مدم ہے اس کی لوڑھانا چاہئے  
اب ہمیں کب تک غم فرقہ اٹھانا چاہئے  
ان کے آنے کے لئے کوئی بہانا چاہئے  
بام و در پر آئینے دل کے لگانا چاہئے  
آرزوئے دید کو ساحل بنانا چاہئے  
اج خضرا تک چراغ دل جلانا چاہئے  
اس بہانے ہی سے ان کو دیکھ آنا چاہئے  
میرے ہاتھوں میں تو دامن ان کا آنا چاہئے  
بارش انوار میں چل کر نہانا چاہئے  
لاکھوں صدیوں کے برابر اک زمانا چاہئے  
آفتاب غیب بس کعبے میں آنا چاہئے  
پرداہ افکار پر سورج بنانا چاہئے  
فہم غیبت کو نگاہ عارفانا چاہئے  
چشم دل کو کم سے کم سورج بنانا چاہئے  
سر کے بل چل کر انھیں کعبے تک آنا چاہئے  
یہ خبر طوفانِ رحمت کو سنانا چاہئے  
ہاں مشیث کو کلیج سے لگانا چاہئے  
اس کو تخریب قصادم سے بچانا چاہئے  
اج ابن روح کو پڑھ کر سنانا چاہئے

وہ تو آتے ہی ہیں کیوں کہتے ہو آنا چاہئے  
ان کے لاٽ پلے اپنے کو بنانا چاہئے  
زبس خاتون کی قسمت کے تارے کے لئے  
شعلہ افسانی غم ان کو دکھانی ہے اگر  
خواب ہی میں وہ کہیں ملتے تو ان سے پوچھتے  
آؤ نالوں سے کریں ہنگامہ محشر پا  
تا نظر آئے انھیں ہر سمت اپنا ہی جمال  
روتے روتے ججھوئے گوہر مقصود میں  
تا وہ سیدھے آئیں اپنی محفل عشق میں  
جائے خط بھیجوں لفافے میں دل مشتاق کو  
اے فرشتو! نامہ اعمال کیا دیتے ہو تم  
آرہی ہے بھیجنی بھیتی ان کی زلفوں کی شیم  
کہتی ہے تاریخ مدحت، مدح مولा کے لئے  
زہرہ کو چھونا ہے کیا سورج کا بوسہ لیں گے ہم  
اے تخلیل بدر زبس کے سرپا کے لئے  
جھوٹ کی کم عمر ہوتی ہے مثل مشہور ہے  
ان کے جلوے ہی کچھ ایسے ہیں کہ آنکھیں ماند ہیں  
کہہ دو عیسیٰ سے کہ ان کی پیروی آسان نہیں  
مقصد عمر جناب نوح بھی ہے منتظر  
آخری تصویر عصمت ہے پید قدرت کی تو  
سمیٰ سمیٰ مادر گلیتی ہے اے حیدر کے لال  
خط میں بھیجا ہے قصیدہ اس یقین پر اے اسیف

# مدح امام زمانہ

بنت زہر القوی ندی الہندی، لکھنؤ

استغاثۃ بخدمت امام زمانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

ہر ایک بشر یار سا ہے، اے یوسف زہراً آ جاؤ  
 اک گرتی ہوئی دیوار سا ہے، اے یوسف زہراً آ جاؤ  
 اے وارث تخلوقات جہاں، ہر سمت تڑپتا ہے انساں  
 یہ سارا جہاں مسماں سا ہے، اے یوسف زہراً آ جاؤ  
 ایران اکیلا پڑتا ہے، مظلوموں پہ پھر بھی مرتا ہے  
 اب رہبر بھی بے یار سا ہے، اے یوسف زہراً آ جاؤ  
 کفار کا قبضہ ہر جا ہے، اشرار کا حملہ ہر جا ہے  
 ہر ناری آتش بار سا ہے، اے یوسف زہراً آ جاؤ  
 کتنے تو عماء وائل بھی دولت کے پجاري بن بیٹھے  
 اب حوزہ بھی دربار سا ہے، اے یوسف زہراً آ جاؤ  
 محراب میں تاجر بیٹھے ہیں، بیچال کی منزل منبر ہے  
 حق گویوں کا مسکن، دار سا ہے، اے یوسف زہراً آ جاؤ  
 مجرم ہیں عدالت کے مالک، قاتل ہیں حکومت کے مالک  
 ہر پیشہ بشر عیار سا ہے، اے یوسف زہراً آ جاؤ  
 نیتا تو گرگٹ جیسے تھے، اب عالم گرگٹ جیسے ہیں  
 اب لیڈر بھی اخبار سا ہے، اے یوسف زہراً آ جاؤ  
 کفار و یہود و وہابی خوزیزی بذر کی کرتے ہیں  
 انسان بہت بے یار سا ہے، اے یوسف زہراً آ جاؤ  
 ہم کس پہ بھروسہ آج کریں، رہن ہیں لباس رہبر میں  
 اب ہادی بھی فکار سا ہے، اے یوسف زہراً آ جاؤ  
 بدله بھی تو لینا ہے مولانا کربل کے شہیدوں کے خون کا  
 ہر روپہ ماتدار سا ہے، اے یوسف زہراً آ جاؤ  
 یہ عرض ندی ہے اے مولانا سے مٹا دو ظلم و قسم  
 ہر مرصعہ مرا اصرار سا ہے، اے یوسف زہراً آ جاؤ

آج نہیں تو کل سہی

اپنے امام آئیں گے آج نہیں تو کل سہی  
 ظلم و قسم مٹائیں گے آج نہیں تو کل سہی  
 حق کا علم اٹھائیں گے آج نہیں تو کل سہی  
 کفر کا سر جھکائیں گے آج نہیں تو کل سہی  
 تنخ بھی وہ چلاں گے آج نہیں تو کل سہی  
 ظلم کا خون بھائیں گے آج نہیں تو کل سہی  
 کعبہ میں مسکراں گے آج نہیں تو کل سہی  
 مکہ کو جگگائیں گے آج نہیں تو کل سہی  
 آنکھیں تلک بچائیں گے آج نہیں تو کل سہی  
 دل میں انہیں بساں گے آج نہیں تو کل سہی  
 قبضہ اہل جور میں آج جاز ہے تو ہو  
 سب کو وہی بھگائیں گے آج نہیں تو کل سہی  
 آج یہودیوں کا ہے ظلم بہت بڑھا ہوا  
 اس کو بھی وہ مٹائیں گے آج نہیں تو کل سہی  
 ظلم دھر آج ہے جس کو کہیں امیریکا  
 اس کو سزا سائیں گے آج نہیں تو کل سہی  
 آج ہر ایک وقف ہے مال غیمت جہاں  
 ان کو بھی وہ بچائیں گے آج نہیں تو کل سہی  
 کرب و بلا کا ایک دن بدله تو لیں گے وہ ضرور  
 آئیں گے وہ تو آئیں گے آج نہیں تو کل سہی  
 جامعہ غصب کر کے خوش کیوں ہیں ندی جفا پرست  
 اس کو بھی وہ چھڑائیں گے آج نہیں تو کل سہی



امام زمانہ نمبر

## مناجات

### بحضور امام زمانہؑ علی اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف

مصور فطرت سید صادق علی نقوی چینگا صاحب حسین جائی

(۱)

آپ کے دیدار کا اب شوق ہے حد سے سوا  
عشق میں حضرت کے سب دل سے ہوئے ہیں بتلا  
ڈھونڈھتی ہیں شوق میں کب سے نگاہیں جا بجا  
راہ میں ملتے تو آنکھوں سے لگاتے نقش پا  
ہوگی صحت اس کو جو بیمار ہے دلگیر ہے  
سب کے حق میں آپ کی خاکِ قدم اکسیر ہے

(۲)

اے شہنشاہِ زماں ، اے عیسیٰ گردوں نشیں  
اس مرض کی اب مریضوں کو دوا ممکن نہیں  
اک قیامت ہے پاہر سمت بالائے زمیں  
اپنے دامن میں چھپا لیں آپ یا سلطانِ دین  
ضعف سے پہلو مریض غم بدل سکتا نہیں  
دل کے زخموں کا لبو باہر نکل سکتا نہیں

(۳)

آپ کو گیارہ اماموں کی قسم دیتے ہیں سب  
ہند کی جانب مدد کو آئیے جلدی سے اب  
دوسٹ سب حضرت کے ڈر سے ہو گئے ہیں جاں بلب  
آپ کچھ سنتے نہیں مولا ہے اس کا کیا سب  
تیر غم پہنچاں ہوئے سب زخم ہیں آلے ہوئے  
اب چھٹے جاتے ہیں مولا گود کے پالے ہوئے

۷۸

(۱)

یا امام مہدیؑ دیں آپ سے فریاد ہے  
کیا کہوں کیونکر کہوں جو چرخ کی بیداد ہے  
بتلائے خوف اب سب کا دل ناشاد ہے  
نوخ کے طوفان کا قصہ ہر اک کو یاد ہے  
اب تلاطم ہو رہا ہے ہر دل بیتاب میں  
ڈوپتی ہے کشتنی عمرِ رواں کس آب میں

(۲)

ناخدا ہیں آپ اس کشتنی کے یا سلطانِ دین  
آفتابِ دین و دنیا روائقِ عرش بریں  
اب دمِ امداد ہے اے سرپرستِ مومنین  
منتظر سب ہیں بہت اب دیر کا موقع نہیں  
لائیے تشریفِ جلدی اب خدا کا واسطہ  
یا امام مہدیؑ دیں مصطفیٰ کا واسطہ

(۳)

اس قدر غفلتِ غلاموں سے نہ کیجھے یا امام  
گروشِ تقدیر سے بگڑے ہوئے ہیں سب کے کام  
چین اک دم بھی نہیں دنیا ہے عبرت کا مقام  
تل گنیں لاکھوں بلاعیں جب لیا حضرت کا نام  
گو کوئی آیا نہیں دنیا میں رہنے کے لئے  
ترپے جاتے ہیں مگر سب حال کہنے کے لئے

امام زمانہؑ نمبر

(11)

جب کسی پر کوئی پڑ جاتی تھی مشکل سخت تر  
 حل اُسے دم بھر میں کر دیتے تھے شاہ بھروسہ  
 آپ کو یا مہدیٰ دیں ڈھونڈھتے جائیں کدھر  
 دیر کیوں کی ہے مدد میں یا شہ جن و بشر

دور ہو وہ سامنا ہے جس بلا کا یا امام  
 واسطہ خون شہید کربلا کا یا امام

(۱۲)

کس طرف سے یہ بلا آئی ستانے کے لئے  
آج کل تکلیف ہے سارے زمانے کے لئے  
اک بہانا ڈھونڈھتی ہے موت آنے کے لئے  
آئیے جلدی سے ہم سب کو بچانے کے لئے  
نوغ کی کشتی پچی پھی مرتفی کے ہاتھ سے  
آپ ہم سب کو بچائیں اس بلا کے ہاتھ سے

(۱۳)

کون ہے دنیا میں باقی ہم غلاموں کا بھلا  
 قوت ہر قلبِ مومن ہے فقط دم آپ کا  
 قائم آل نبی، مجرم نما، حاجت روا  
 اس زمانہ میں نہیں جز آپ کے مشکل کشا  
 جس سے دل ہلتے ہیں کچھ ایسا جہاں میں شور ہے  
 موت ہے پیش نظر طاعون کا وہ زور ہے

(1r)

آپ گر تشریف لائیں یا شہ جن و بشر  
 ہند سے سب دور ہو جائیں بلائیں سر لبر  
 مضطرب سب خوف کے مارے ہوئے ہیں کس قدر  
 ہم غلاموں کی مصیبت گو ہے روشن آپ پر  
 دل جو نازک ہیں تو صدمہ بھی سہا جاتا نہیں  
 بے پکارے آپ کو مولا رہا جاتا نہیں

٤٩

(<)

بہر قاسم بہر اکبر یا امام خوش صفات  
 جو ہیں باقی اب انہیں کو دیجئے غم سے نجات  
 جو بچپن سمجھیں کہ پائی خضر کی جیسی حیات  
 آپ کے نزدیک مردوں کا جلانا کیا ہے بات  
 جو تھے سرگشته انھیں اک راہ دکھلائی بھی ہے  
 آپ کے قابو میں اے حضرت مسیحائی بھی ہے

(^)

اس بلا کو ہند میں دم بھرنہ آنے دیجئے  
دیر کیوں حضرت لگائی ہے مدد اب کیجئے  
غم یہ ہم سے کہہ رہا ہے خون دل کا پیچئے  
اے مسیحائے زماں سب کی خبر اب لیجئے

خلد میں بھی سب یہ آپ ہی کے سہارے جائیں گے  
دم بھی نکلے گا تو حضرت کو پکارے جائیں گے

(9)

جیدِ اعلیٰ آپ کے ہیں مرتضیٰ شیر خدا  
مہد میں جس شیر نے اژدر کو دو ٹکڑے کیا  
بازوئے ختمِ رسُل تھا جو معینِ انیٰ  
کیوں نہ ہوں شیر خدا ہیں جانشینِ مصطفیٰ  
اُن کے جو اعجاز تھے وہ آپ ہی کے ہاتھ ہیں  
آپ کے پیروں جو ہیں وہ تا بہ جنت ساتھ ہیں

(1♦)

رم مشکل میں جسے سلام پ آیا وہ علیٰ  
نوع کو طوفان سے جس نے بچایا وہ علیٰ  
جس نے جلوہ اس کی قدرت کا دکھایا وہ علیٰ  
جا بجا قرآن میں جس کا ذکر آیا وہ علیٰ  
ذکر میں ان کے بھی شامل ہے فسانہ آپ کا  
وہ زمانہ تھا علیٰ کا یہ زمانہ آپ کا

(۹)

اے جنت رباني ہے شان نئی تیری  
پرده میں ہے بے پرده واللہ تری ہستی  
دش یہ ادا تیری کیا ہم نے نہیں دیکھی  
دیتا رہا بے پرده ہستی کا ثبوت اپنی  
پرده میں نہاں رہ کر اسلام کی خدمت کی  
(۱۰)

ولیند ہے زہرا کا نور نظر حیر  
فرزند حسن تو ہے لخت دل پیغمبر  
کس طرح بھلا مانوں تجھ سے ہے کوئی بڑھ کر  
سن میں ہے اگر کمتر رتبہ میں کہیں برتر  
کیا بات ہے حیرت کی عیسیٰ نے جو بیعت کی  
(۱۱)

اعزاز رسالت میں موسیٰ سے نہیں تم کم  
یجا نہیں کچھ نازاں تم پر ہوں اگر آدم  
رتبے سے تمہارے تو آگاہ ہے اک عالم  
ماموم بنے تم کیوں اے لخت دل مریم  
کیا آگے نبوت کے منزل ہے امامت کی  
(۱۲)

ہے طرفہ ستمن مکنر تیرا ہو اگر انساں  
پوشیدہ ہے آنکھوں سے ہر جنم کے اندر جاں  
یا ابر کے پرده میں چھپ جائے مہتاباں  
دنیا میں تری ہستی یوں آنکھوں سے ہے پہاں  
جس طرح نہاں گل میں اللہ نے نکھت کی  
(۱۳)

ایوان سیاست میں لو دل کے مکیں آئے  
میزان عدالت کی لے کر شہ دیں آئے  
دیدار کو بھی قدسی بالائے زمیں آئے  
پیغام خدا لے کر پھر روح امیں آئے  
قالب میں امامت کے ہے روح رسالت کی

(۱۵)

جو مریض غم ہیں ان سب کو شفا دے دیجئے  
سب کو درد دل کی اے مولا دوا دے دیجئے  
اپنے دامن کی مریضوں کو ہوا دے دیجئے  
اب مراد دل برائے کبریا دے دیجئے  
آنے پائے اب نہ ہم لوگوں کو موقع یاس کا  
واسطہ خونِ جناب حضرت عباس کا

(۱۶)

واسطہ بنتِ علیؑ کی بے روائی کا شہا  
اصغرؑ موصوم کے زخمِ گلو کا واسطہ  
میرے آقا! اب پئے بیماری زین العبا  
بتلا ہیں اس مرض میں جو، انہیں اب ہو شفا  
فرق مجروح شہ دیں کی قسم ہے آپ کو  
ان شہیدوں کی قسم جن جن کا غم ہے آپ کو  
(۱۷)

اب اٹھا کر پا تھ تو بھی اے حسینؑ کر یہ دعا  
سب کے صدقے میں مرا بھی اب برآئے مندا  
میرے بچوں کو بچائے اس بلا سے کبریا  
اکبرؑ و اصغرؑ کا صدقہ یا شہ عقدہ کشا  
غم سوا اس کے نہ ظاہر اور نہ پہاں ہے کوئی  
دل میں حرث ہے نہ کوئی اور نہ ارمائی ہے کوئی



### قطعہ

مولوی سید رضا محمد تقی رضا جائی

سب کے سب غاصہ قیوم نظر آتے ہیں  
بسی قرآن کے مفہوم نظر آتے ہیں  
کیوں نہ عصمت کو بھی ہو خانہ زہرا سپر ناز  
اس میں موصوم ہی موصوم نظر آتے ہیں

﴿امام زمانہ نمبر﴾

# خمس در مدح امام عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف

مولانا اٹھر شفیق آبادی مر جوں

(۱)

اک زلزلہ پیدا ہے کیوں عالم امکان میں  
قام ہے صفاتِ ماتم کیوں حسرت و ارمائیں  
جنپش نظر آتی ہے ہر قلب بیجاں میں  
کیوں خشر ہوا برپا یہ گور غریباں میں  
کس شوخ کی ٹھوکر نے برپا یہ قیامت کی

(۲)

ہے سب سے جدا نقشہ کچھ عالم ویراں کا  
کیا ذکر گل تر کا اور شمع فروزان کا  
ادنی یہ کرشمہ تھا شب کو غم ہجران کا  
بے کس کی لحد پر جو عالم تھا چراغاں کا  
تھی شعلہ فشانی وہ داغ غم فرقت کی

(۳)

کیوں اہل محبت سے اک بار نظر پھیری  
کیا حسن کی خدمت میں تقسیم ہوئی ایسی  
شمشیر غصب آخر کیوں خون کی ہوئی پیاسی  
خون ریز نگاہوں سے کیوں تنگ ستم چینچی  
آخر تری غفت کی کب میں نے شکایت کی

(۴)

اب عہد رسالت کا کچھ نقش دکھانا ہے  
پھر کفر کی ہستی کو دنیا سے مٹانا ہے  
عالم میں نئے سر سے اک رنگ جمانا ہے  
پھر مہر منور کا مشتاق زمانا ہے  
پھر چھانے لگی ظلت دنیا میں جہالت کی  
(بقیہ صفحہ نمبر ۸۰ پر)

(۱)

افسوں توقع تھی کچھ جس سے مروت کی  
کی صاف دغا اس نے بیکار خصوصت کی  
روداد ہے یہ اپنی ناکامی قسمت کی  
ہر چند کہ دربان کی منت کی سماجت کی  
زنجر لگی پائی پھر بھی در دولت کی

(۲)

ہے رشک قمر کوئی پہاں مری منزل میں  
یا شمع کوئی روشن ہے دامن محفل میں  
یا جلوہ فگن لیلی ہے پرده محمل میں  
کہتی ہے تڑپ دل کی ساکن ہے کوئی دل میں  
لذت ہمیں حاصل ہے غیبت میں شہادت کی

(۳)

درخواست پر غیروں کی بڑھتی گئی خاموشی  
مشتاقوں پر ڈالا ہے اک پرده بے ہوشی  
محروم ہے ہر طالب اللہ ری فراموشی  
اغیار سے بھی پرده اپنوں سے بھی روپوشی  
اے پرده نشیں تو نے کیا خوب عدالت کی

(۴)

حق یہ ہے گناہوں کی پرسش سے بھی ڈرتا ہوں  
اور رحمت باری پر نازاں بھی غصب کا ہوں  
آ جاؤں اگر ضد پر دکھلا دوں ابھی کیا ہوں  
حشر آج بپا کر دوں نالوں سے اگر چاہوں  
اچھی کہی واعظ نے فردائے قیامت کی

## نور ہدایت فاؤنڈیشن

مصلح ملت، مجی الدین آیۃ اللہ عظیمی حضرت غفران آب مولا ناسید ولدار علی کی یادوتاں میں قائم ادارہ نور ہدایت فاؤنڈیشن آج اپنی تاسیس کے پندرہویں سال میں ہے۔ اس مختصر مدت میں اس نے اپنی منفرد و مفید سرگرمیوں کی بنا پر اپنی ممتاز و قابلِ رشک شناخت بنائی ہے۔ بھگال اللہ یہ روزافزوں ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے۔ فعالیت، افادیت اور کامیابی اس کی متادف ہو گئی ہیں۔ نور ہدایت فاؤنڈیشن ادارہ سے زیادہ مشن کی صورت میں فعال ہے جو حضرت غفران مابعث کے مشن کی توسعہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اس کا محور ہندوستان کی میراث اسلامی کا احیاء ہے جس کے ضمن میں اس کے مندرجہ ذیل شعبہ سرگرم ہیں:

(۱) ریسرچ سنٹر (۲) عمدة العلماء کتب خانہ (۳) رحمت ماب دارالمطالعہ (۴) ہندوستانی شیعہ انسائیکلو پیڈیا (۵) تحفظ میراث علمی۔ کتب و مسودات کی ڈیجیٹل صورت میں منتقلی (۶) عماد الاسلام بک ڈپو (۷) مدرسۃ الزہرہ دینی تعلیم گاہ برائے خواتین (۸) نشر و اشاعت کتب برائے افادہ عامہ مزید برآں فاؤنڈیشن کا پرنٹ میڈیا کا شعبہ: مندرجہ ذیل اخبار و رسائل کی اشاعت سے دنیاۓ صحافت پر اپنانقش بن چکا ہے:  
۱۔ اردو روزنامہ ”نقیب“، لکھنؤ ۲۔ ہندی روزنامہ ”رashriya آسمرا“، لکھنؤ ۳۔ اردو ہفت روزہ ”داڑہ ادب“، لکھنؤ  
۴۔ ہندی ہفت روزہ ”پچھہ داڑہ“، لکھنؤ ۵۔ اردو۔ ہندی ماہنامہ ”شاعر عمل“  
الکٹرانک اشاعت میں فاؤنڈیشن ان ویب سائٹوں کو چلا رہا ہے:  
۱۔ نور ہدایت فاؤنڈیشن۔ ([www.noorehidayatfoundation.org](http://www.noorehidayatfoundation.org))  
۲۔ نقیب لکھنؤ ([www.naqeeblucknow.com](http://www.naqeeblucknow.com))

سوشل میڈیا میں فیس بک پر نور ہدایت فاؤنڈیشن

(<https://www.facebook.com/noorehidayatfoundationIndia/>)

اور نقیب (<https://www.facebook.com/urdunaqeeb>) کے نام سے فاؤنڈیشن اپنی موجودگی، زندگی اور تازگی رقم کر رہا ہے۔ اپنے محدود وسائل سے فاؤنڈیشن فلاج عامہ کے میدان میں بھی قابل تقدیمات کر رہا ہے۔ ان میں غریب و پسمندہ طبقہ کے افراد قوم ملت کی امداد اور معالجاتی تعاون شامل ہیں۔ یہ بھی ہماری خوش نصیبی ہے کہ فاؤنڈیشن کو لاائق و فعال افراد کی ٹیم میسر ہو گئی جس کی بدولت فاؤنڈیشن کے خوابوں کو خوب سے خوب ترجیحیں ملتی ہیں۔ اس کے سکریٹری مولا ناسید مصطفیٰ حسین صاحب تقویٰ اسیف جائی اپنی فعالیت سے ہماری نیک اختیاری کی علامت ہیں۔ ہر خاص و عام سے ہماری عام اپیل ہے کہ فاؤنڈیشن کے شعبوں سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کریں، ان کی دامے درمے سخنے معاونت کریں، اور علمی، قلمی، اخلاقی شرکت و ہمنوائی کریں۔ ہمیں آیۃ اللہ عظیمی سید علی حسینی سیستانی، آیۃ اللہ عظیمی سید علی خامنہ ای اور دیگر مراجع کرام سے سہم امام لینے کی اجازت حاصل ہے۔

آخر میں لیکن اہم بات: خداوند کریم و ممان کی بارگاہ میں عاجز اندعا ہے کہ وہ فاؤنڈیشن کے مسامی کو بولیت کا شرف بخشنے اور ہماری نیک توفیقات میں اضافہ کرتا رہے۔

سید کلب جوادفقی (امام جمعہ لکھنؤ)  
صدر و بانی نور ہدایت فاؤنڈیشن، لکھنؤ

# قرن غربت، غربت امام عصر (ع)

جنتہ الاسلام و اسلامیین مولانا سید لیاقت علی کاظمی قم، ایران

زمانہ ظہور کو دور مگان کرتے ہیں کیا ان سے کہوں جو آپ کو اس طرح بتاتے ہیں جیسا وہ خود پسند کرتے ہیں نہ اس طرح کہ جیسی آپ کی ذات بابرکت ہے؟ کیا ان سے شکوہ کروں کہ جو آپ کی غیبت کو آپ کے نہ ہونے سے تعبیر کرتے ہیں؟

میرے مولا! گویا ہر چیز نے ایک دوسرے کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے کہ آپ کی ذات کو غربت ہی میں رکھیں گے، ابلیس کے لشکری دن رات اسی فکر پر کار بندر ہتے ہیں۔

مجھے نہیں معلوم کہ حقیقت میں وہ کون لوگ ہیں جو آپ کو اور آپ کے ظہور کو دل سے چاہتے ہیں؟ اس کے بارے میں تو خدا جانتا ہے یا آپ! ہاں اتنا میں جانتا ہوں کہ آپ کی غیبت شروع ہونے سے آج بارہ سو سال گزرنے تک اس میدان میں ابلیس کے کارندے کامیاب ہوتے چلے آرہے ہیں جس میں انس و جن کے لشکری اس کے معاون ہیں جو کہ غیبت و ظہور سے پر دہ ہٹنے نہیں دیتے اور اس غیبت کی اندھیری رات کو مزید اندھیری کرتے جا رہے ہیں۔

میں اپنے آپ سے آغاز کرتا ہوں کہ جو کوئی اپنے آپ سے شروع کرتا ہے اس کے لیے امر فرج کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ تک واپس آؤں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ میری اس غفلت بھری واپسی پر آپ کی چشم کرم ضرور ہوگی۔ میں جانتا ہوں کہ آپ میری توبہ قبول فرمائیں گے اور کھلے دل سے مجھے قبول کر لیں گے میں جانتا ہوں کہ ان غفلت بھرے لمحوں دونوں اور سالوں میں بھی آپ میرے لیے

میں چاہتا ہوں کہ آپ کی غربت کا تذکرہ کروں اس غربت کا تذکرہ جو بارہ سو سال سے جاری و ساری ہے وہ غربت کہ جس پر آسمان وزمین اشک فشاں ہیں وہ غربت کہ جسے آپ کے چاہنے والے بھی سمجھ نہیں پاتے وہ غربت کہ جس پر آپ کے آباء و اجداد نے آپ کے پیدا ہونے سے پہلے گریہ فرمایا۔ میں متغیر ہوں کہ اس مشنوی کے کس باب سے گفتگو کا آغاز کروں۔ اس اشک بیز کتاب کی کون سی جلد اٹھاؤں کس سطر اور کس صفحہ اور کس باب کو پڑھوں مجھے غم و غربت بھری اس تصویر نے نتوال بنادیا ہے۔

کہاں سے ابتدا کروں؟ یہ کہانی خود سے بیان کروں یا دوسروں سے؟ گذشتہ نسل سے کہوں یا موجودہ نسل سے شکوہ کروں یا دشمنوں سے؟ عوام سے گلہ کروں یا خواص سے؟ کیا ان سے کہوں جو آپ کو رنجیدہ خاطر کرتے ہیں؟

(۱) کیا ان سے کہوں جو آپ کے دستِ شفقت و رحمت کو دستِ خوں ریز سے تعبیر کرتے ہیں؟ کیا ان سے شکوہ کروں جو آپ کی برق تپاں شمشیر کا تعارف اس انداز سے کراتے ہیں جس سے آپ کے دوست بھی آپ کے ظہور سے گھبرا نے لگتے ہیں؟ یا ان سے کہوں کہ جو آپ کو لوگوں کی دستِ رس سے دور بتاتے ہیں؟ یا ان سے کہوں جو آپ کے جلوے تک پہنچنے کو امرِ محال سمجھتے ہیں؟ یا ان سے کہوں جو آپ کے نام پر لوگوں کو اپنی خواہشات کی طرف دعوت دیتے ہیں؟ یا ان سے جو آپ کے آنے کی امید دلاتے ہیں، مگر آپ کے

پکارتے ہیں، دسویں اور گیارھویں امام کو عسکریٰ کے لقب سے یاد کرتے ہیں کیونکہ یہ دونوں پیشوں تمام عمر عباسی خلفاء کی قید میں رہے اس سے بڑی مظلومیت قابل تصور ہو سکتی ہے؟

مگر ان سب کے باوجود ہم نے غربت امام زمانہ ارواحنافاداہ کے بارے میں بہت کم سوچا ہے یا اصلاً ان کے بارے میں فکر ہی نہیں کیا امام عصر علیہ السلام کی غربت سے آگاہی و ناواقفیت اور آپ کی غربت کے سلسلے میں غفلت برتناہی امام زمانہ کی ”غربی“ ہے۔

رہبران معصومؑ کی ادعیہ و زیارات و روایات میں بارھویں امام کی مظلومیت و غربت کے بارے میں ایسی عجیب تعبیرات وارد ہوئی ہیں جس سے آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں اور درد کی ایسی ٹیسٹھی ہے جو ہمیں آگاہ کرتی ہے کہ اس دور میں غریب الغرباء حقیقت میں وجود مقدس قطب عالم امکان حضرت ولی اللہ الاعظم ارواحنافاداہ کی ذات ہے۔

منابع (۱) احتجاج ج ۲ ص ۲۸۹۔ (توقيع محمد بن علی بن ہلال کرنی)



## آدمی کی زندگی

بنت زہرائقوی ندیٰ الہمندی

کاش ہر انسان جیتا روشنی کی زندگی  
موت سے بدرت ہے کیونکہ تیرگی کی زندگی  
جہل سکیا ہے بس انہیروں میں بھکن جانے کا نام  
علم سے سورج بنی ہے آدمی کی زندگی

دعا کرتے تھے میں آپ سے گریز اس رہا مگر آپ مجھ پر ایک والدِ مہربان و شفیق کی طرح نظر رکھتے رہے۔ (الغفو۔۔۔الغفو!) اس شکایت کو کہاں لے جاؤں کہ آپ سے بے خبر افراد ہی نہیں بلکہ مومنین کرام و مقدس افراد بھی آپ کی غربت کی داستان سن پانے کی تاب نہیں رکھتے۔ کتنی عجیب غربت ہے؟ ہاں! ممکن ہے کوئی کہے امام عصر ارواحنافاداہ کے بارے میں غربت کا مفہوم استعمال کرنا اشکال سے خالی نہیں ہے اور ہو سکتا ہے کوئی یہ بھی کہے کہ کیا امام زمانہ ارواحنافاداہ بھی غریب ہیں؟ اور شاید دوسرے افراد اس طرح کی تعبیر کو اعتقادی کمزوری کا نام دے ڈالیں یا پھر لکھنے والے کے ذوق احساس و محسوسات کا شاہ کار قرار دے ڈالیں اور کچھ لوگ اس کو عرف عام سے ہٹ کر کوئی چھوٹا سا اور ہلاکا سا موضوع سمجھ لیں کیونکہ ہم اکثر و پیشتر تمام آتمہ علیہم السلام کی غربت کے بارے میں زیادہ سنتے اور سناتے ہیں مگر امام زمانہ کی غربت کے بارے میں کم گفتگو کرتے ہیں۔ ہم مولائے مقیمان حضرت علی علیہ السلام کو کائنات کا مظلوم اول جانتے ہیں۔

ہر سال ایام عزادئے فاطمیہ میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا پر گذرے مصائب و ظلم و ستم کو یاد کر کے اشک فشانی اور سینہ زنی کرتے ہیں اور ہمیں ایسا کرنا بھی چاہئے ہر مصیبت میں ہم سید الشہداء اور آپ کے اہل بیت مکرم پر گریہ کننا رہتے ہیں۔

قبرستان بقعہ کا نام سنتے ہی ہم سب کا دل غم و اندوہ سے لمبڑی ہو جاتا ہے بغداد کے قید خانے میں امام موسی بن جعفر علیہ السلام کی غربت کو یاد کرتے ہوئے ہم اشک فشاں ہو جاتے ہیں۔

امام رضا علیہ السلام کو غریب الغرباء کے نام سے

## منقبت

درمذ حضرت امام مہدی آخر الزمال علیہ السلام

منظہ سعید (علیک) بہرائچی

خزاں کی زد سے بچا لوموٰ لاسخن کے پھولوں میں رنگ بھر دو  
مرے تختیل کی وادیوں کے سبھی گلابوں میں رنگ بھر دو  
کچھ اور ہی پُر کشش بنا دو ہمارے رنگوں میں رنگ بھر دو  
ورق پر جن کونہ لا سکا میں تم ان قصیدوں میں رنگ بھر دو  
سبھی ہے محفل اب آ ہی جاؤ ہماری خوشیوں میں رنگ بھر دو  
مرے قلم کی بڑھا دو عزت مرے عریضوں میں رنگ بھر دو  
نمای عیسیٰ کو اب پڑھا دو اور ان کے سجدوں میں رنگ بھر دو  
کہ پھیکے پھیکے ہیں سب نظارے سبھی نظاروں میں رنگ بھر دو  
یہ اُجڑی دنیا سجا دو آ کر گلی میں کوچوں میں رنگ بھر دو  
زمیں کو رشک جناں بنادو کہ ذرے ذرے میں رنگ بھر دو  
اٹھا دو پردہ دکھا دو صورت ہماری آنکھوں میں رنگ بھر دو  
ٹھہر گئیں ہیں ہماری سانسیں ہماری سانسوں میں رنگ بھر دو  
وفا، خلوص و یقین والفت سے خالی سینوں رنگ بھر دو

تمہاری شایان شان مولاً میں ایک مصرع نہ کہہ سکوں گا  
لکھ جو ظہر نے ٹوٹے پھوٹے وہ سادہ شعروں میں رنگ بھر دو

تمہاری مدحت میں لکھ رہے ہیں ہمارے شعروں میں رنگ بھر دو  
تمہارے لطف و کرم کی شبنم میں تازہ دم یہ رہیں ہمیشہ  
حسین جذبہ، خیال تازہ، گھر فشاں، لشینِ لجہ  
جو دل کی دھڑکن نے لکھ دیئے ہیں ابھی جو غیبت لئے ہوئے ہیں  
شبِ ولادت یہ ہے تمہاری سحر بنا دو اسے ہماری  
اے میرے مولاً جواب دے دو مرے خطبوں کا میں منتظر ہوں  
بچھا دو پانی پ پھر مصلیٰ ندی کو مسجد بنا دو مولاً  
نگاہ کرتا ہوں جس طرف بھی نظر کو بھاتا نہیں ہے کچھ بھی  
ظہور جب تک نہیں کرو گے جہاں میں رونق نہیں دیکھے گی  
یہ عدل و انصاف سے ہے خالی بھری ہے ظلم و ستم سے مولاً  
تمہارا رستہ یہ تکتے تکتے غبار آ لود ہو گئیں ہیں  
تمہارے اک انتظارِ پیغم نے ہم کو تصویر کر دیا ہے  
دولوں کے شیشے بھی صاف کر دو کدو توں کو کھرچ دو مولاً

## منقبت

از: اثر بہر اچی

شامل ہے اس میں مہربنوت کی روشنی  
 لائی شبِ برات برائت کی روشنی  
 پھیلا رہی ہے حسن عقیدت کی روشنی  
 پردے سے چھپن رہی ہے امامت کی روشنی  
 ہر دل میں گھر کرے گی صداقت کی روشنی  
 بخشی جبیں جبیں کو عبادت کی روشنی  
 ٹوٹی تھی برق بن کے شجاعت کی روشنی

تا حشر کم نہ ہوگی امامت کی روشنی  
 اس ماہ سے ملی ہے جو راحت کی روشنی  
 بعد شبِ برات یہ محفل امام کی  
 حاصل اگر شعورِ نظر ہے تو دیکھ لو  
 رکھیں گے جب زمیں پر قدم مہدائی زماں  
 مولا نے کر کے سجدہ سرِ ارض کربلا  
 لاکھوں پر فویت تھی بہتر نفوس کی

## منقبت

از: راشد راهی بہر اچی

سونا پڑا ہے دیں کا گلستان کب آؤ گے  
 معراجِ معرفت کے سلیمان کب آؤ گے  
 بتاؤ نورِ ثیر تاباں کب آؤ گے  
 اے مشقیمِ خونِ شہیداں کب آؤ گے  
 مشکل میں گھر گئے ہیں مسلمان کب آؤ گے  
 اے عاشقوں کے درد کے درماں کب آؤ گے  
 جس نے اُٹھائیں عظمتِ قرآن پر انگلیاں  
 اس کو مٹا نے مہدائی دوراں کب آؤ گے

اے کائناتِ حُسن بہاراں کب آؤ گے  
 فرقوں کے انتشار کی بنیاد توڑنے  
 گیارہ صدی سے پرداہ غیب میں ہو مقیم  
 کہتی ہے ذوالفقارِ علی یہ پکار کر  
 نزجس کا واسطہ ہے تمہیں عسکری کا ہے  
 اُمید دید ہے ہمکی سانسوں کی ڈور پر  
 راشد کو مختصر ملے لمحے حیات کے  
 کچھ تو بتاؤ اے گلِ عصر اس کب آؤ گے

# منقبت امام زمانہ مہدی آخر الزماں

از: ڈاکٹر مبارک علی بہرائچی

نہاب بھی پرده اٹھا تو یوں ہی ہزار چرپے ہوا کریں گے  
تمہیں بتاؤ ہمیں خدا را یہ طعنے کب تک سنا کریں گے

”چاند تو ہے آسمال پر چاندنی پر دے میں ہے“

چاند تو ہے آسمال پر چاندنی پر دے میں ہے  
ذور نازک میں بھی جو حق پروری پر دے میں ہے  
وہ بطالت غیب میں ہے وہ جری پر دے میں ہے  
رہبری پر دے میں ہے وہ زندگی پر دے میں ہے  
اک زمانے سے وہ عوام آہنی پر دے میں ہے  
مستند و معتر وہ روشنی پر دے میں ہے

ختم ہو جائے گا جس کے دور میں ظلم و ستم  
وہ مبارک غیب میں ہے اور ابھی پر دے میں ہے

چلے بھی آؤ کہ ہم تو چپ میں مگر زمانے کو کیا کریں گے  
جو کم نظر میں وہ کہہ رہے ہیں کہاں کا آنا کہاں کا جانا

اک زمانے سے امام آخری پر دے میں ہے  
مصلحت اس میں بھی قدرت کی کوئی ہو گی ضرور  
وار سے جس کے نہ قج پائے گا کوئی شر پسند  
جس کے آنے سے بدل جائے گا عالم کا نظام  
ذوالفقار حیدری کو ہے اُسی کا انتشار  
ظلمتیں کیسے چھیٹیں ، آئے کہاں سے روشنی

بڑے مضبوط ہاتھوں سے ترے دامن کو پکڑا ہے  
جہنم نے بہت کھینچا تو کھینچ گا فقط در تک

جز غم آل بنی کچھ ہمیں درکار نہیں  
کوئی کیا لے کے کرے اپنی ضرورت کے سوا  
یہ حقیقت نہیں اندازِ طلب ہے مولا  
علم ہر شے کا تمہیں ہے مری حالت کے سوا

حسان الہند مولانا سید کامل حسین نقوی کامل جائی

# مُنْقَبَت

حیدر بلواری

اُن کے پرچم کے تلے سارا زمانہ ہوگا  
ہر طرف حق و صداقت کا اجala ہوگا  
نور وحدت سے دھلا کبھے کا جلوہ ہوگا  
سر پہ مولا کے پیغمبر کا عمامہ ہوگا  
بتبھے پانی پہ امامت کا مصلی ہوگا  
ہر طرف مذہبِ اسلام کا غلبہ ہوگا  
غمِ دنیا کا کہیں کوئی نہ سایہ ہوگا  
ساری دنیا میں کوئی بھوکا نہ پیاسا ہوگا  
دہر میں چلتا ابوطالبی سکھے ہوگا  
ہم عزا داروں کا کچھ اور ہی رُتبہ ہوگا  
تیغِ حیدر کا وہ اک پل میں نوالا ہوگا  
مرہمِ زخم دل فاطمہ زہرا ہوگا  
ہاتھ میں ان کے ہی جنت کا نوشته ہوگا  
مرتبہ حشر میں تم دیکھنا اپنا حیدر  
جب ترے ہونٹوں پہ مہدیٰ کا قصیدہ ہوگا

جب امام آئیں گے تب یہ بھی کرشمہ ہوگا  
دور سب کفر و ضلالت کا اندھیرا ہوگا  
جب امام آئیں گے غیبت کا اٹھا کر پرده  
ہاتھ میں تیغِ علیٰ دوش پہ غازی کا علم  
انبیا ہوں گے قطاروں میں کھڑے بہر نماز  
ختم ہوجائے گی باطل کی حکومت ساری  
ہر طرف دہر میں بس خوشیاں ہی خوشیاں ہوں گی  
رونا ہوگی جو دنیا میں حکومت تیری  
ختم ہوجائیں گی بو جہل کی نسلیں ساری  
پرداہ غیب سے آجائیں گے جس دم مولا  
کھول دے گا جو خلاف غمِ شیعی زبان  
قاتل شہ پہ ہر اک وار ترا اے مولا  
ساکن غیب کے شیدا ہیں جو روزِ محشر

طینتِ آدم میں تھی اللہ کیا نشو و نما  
ایک مٹھی خاک یوں پھیلی کہ دنیا ہو گئی

غرق عرق ہوں تا گلو حد نہیں انفعال کی  
بس مرے پرداہ پوشن بس میرا حساب ہو چکا

خطیبِ اعظم ملک الناطقین کلیم الہبیت علامہ سید سلطان نقوی فاطمہ جائی

گرانی پلہ عصمت میں اتنی تھی کہ دیکھا ہے  
پے تعظیمِ اٹھ جاتا تھا وزنِ مرسلِ اعظم

زندگیِ مرسل کی تھی اک صحیح امن  
چوریاں ہونے لگیں جب شب ہوئی

سیدالذارکین ابوالبراء علامہ سید نظر مہدی نقی جہر جائی

## خدا اور مادہ

اشرفت الحکماء مسیح الملک مولانا سید علی آشنا تھا اجتہادی، حیدر آباد

(۲)

یہ نظام روز و شب یہ انتظام مہر و ماہ  
یہ ثوابت اور سیارے یہ رُنگیں جلوہ گاہ  
سب یہ فیض مادہ ہے یا نظر کا اشتباہ  
اوحقائق کے مخالف تجھ سے خالق کی پناہ  
دیکھ کر نظم و نسق کیا عقل تیری کھوئی  
بے شعور و بے ارادہ چیز خالق ہو گئی

(۵)

عقل فعل و عقل کل عقل ہیولانی کو دیکھ  
روح حیوانی و طبعی روح نفسانی کو دیکھ  
حسن ترکیب نظام جسم حیوانی کو دیکھ  
بے بصیرت ارتقاء شان انسانی کو دیکھ  
غور تو کر کس قدر منطق ہے یہ فطرت سے دور  
تو فلاطون زماں اور تیرا خالق بے شعور

(۶)

اس زمیں کو جانچ لے اس آسمان کو جانچ لے  
اک منظم روح ہے سارے جہاں کو جانچ لے  
عقل کے معیار پر کون و مکاں کو جانچ لے  
روح سے اجسام کے ربط نہیں کو جانچ لے  
اُف تخيّل کا یہ ہنگامہ تکم کا یہ شور  
جس سے تو واقف نہیں اس پر دلائل کا یہ زور

(۱)

تیری آنکھیں کور ہیں تو عقل کا پتلا سہی  
تیری دنیا تنگ ہے تیرے لئے دنیا سہی  
کم ہے اک ذرہ سے بھی وسعت میں گوصرہ سہی  
 قطرہ بے آبرو ہے پاٹ میں دریا سہی  
کھول آنکھیں کھول بس تیری حقیقت دیکھ لی  
عقل تیری دیکھ لی تیری فراست دیکھ لی

(۲)

رمز ہستی کا تری نظروں سے مضر ہی رہا  
دائرہ سے عقل کے یہ راز باہر ہی رہا  
بس نمائش گاہ کا منظر یہ منظر ہی رہا  
دفتر تحقیق آندر کار دفتر ہی رہا  
مادہ ہی مادہ میں رہ گئی فطرت تری  
دشمن ادراک کتنی پست ہے ہمت تری

(۳)

تیری نظروں میں یہ سب کون و مکاں فطرت کا ہے  
یہ زمیں فطرت کی ہے یہ آسمان فطرت کا ہے  
سب نظام مہر و ماہ و کہکشاں فطرت کا ہے  
بوئے گل فطرت کی رنگ بوستان فطرت کا ہے  
تو سمجھتا ہے کہ فطرت کے سوا کچھ بھی نہیں  
مادہ ہی مادہ سب ہے ، خدا کچھ بھی نہیں

(۱۱)

ہے بظاہر ایک حد تک یہ مکمل اک دلیل  
تو نے رد کے واسطے چھوڑی نہیں کوئی سیل  
تیرا استدلال دلکش تبصرہ تیرا جمیل  
ہے ترے اور اک سے بالا مگر شان جلیل  
جو بنا کے اپنی قدرت سے ہٹا سکتا بھی ہے  
وہ اسی صورت سے پھر ذرے ملا سکتا بھی ہے

(۱۲)

تو محقق ہے تو امعان نظر پیدا تو کر  
ان فضاؤں کے مناسب بال و پر پیدا تو کر  
ذوق روحانی میں اپنے اک اثر پیدا تو کر  
ہے بڑی دشوار منزل را ہبر پیدا تو کر  
عقل کے مسلک پہ چل حیرت سے دیوانہ نہ بن  
ہوش میں آہوش میں قدرت سے بیگانہ نہ بن

(۱۳)

یہ نشاط زندگی یہ کامرانی تابہ کے  
ساز و ساماں تابہ کے یہ زندگانی تابہ کے  
غور تو کر یہ نظام جسم فانی تابہ کے  
یہ لڑکپن یہ بڑھاپا یہ جوانی تابہ کے  
منکر خالق اگر خالق نہیں آرام ہے  
اور جو خالق ہے تو پھر کیا ترا انجام ہے



### قطعہ نعتیہ

خطیب اعظم ملک الطاقین کلیم الہبیت علامہ سید سبط حسن نقوی فاطر جائی  
محبوب خدا کا کوئی ہم پایہ نہیں ہے  
مش ان کا زمانہ میں کبھی آیا نہیں ہے  
ہے وصف الہی کی جھلک ان میں نمودار  
واں جسم نہیں ہے تو یہاں سایہ نہیں ہے

••••• (۹۰) •••••

(۷)

یہ تکلف یہ تنوع یہ تسلسل یہ نظام  
یہ تقرر یہ تعین اور یہ حسن انتظام  
ذرہ ذرہ میں ہزاروں فیض اور ہر فیض عام  
مختلف سب کے وظیفے مختلف ہر شے کا کام  
کار فرمائی حکیم عاقل و دانا کی ہے  
یا ترے موهوم خالق کے رُخ زیبا کی ہے

(۸)

تو یہ کہتا ہے کہ ہے تخلیق کی یوں ابتدا  
مختلف انواع کے ذردوں کی حامل تھی فضا  
خود بخود میں طبیعی ان میں جب پیدا ہوا  
اک تناسب پر پہنچ کر جسم ذی حس بن گیا  
اس تخلیل کے تصدق اس تصور کے ثار  
کس قدر آسان ہے یہ خود بخود کا اعتبار

(۹)

علم بھی نام خدا رکھتا ہے تو جاہل نہیں  
زندگی کا جز تعیش تیرے کچھ حاصل نہیں  
نفس کا بندہ ہے تو اور روح کا قائل نہیں  
تیرا دل تاریک ہے عرفان کے قابل نہیں  
تیرا مسلک ہے یہی بس تیرا مشرب ہے یہی  
تو فقط آزاد ہے اور تیرا مذہب ہے یہی

(۱۰)

کس کو کہتے ہیں سزا اور کس کو کہتے ہیں جزا  
حشر کیا اور نشر کیا دوزخ ہے کیا جنت ہے کیا  
بس یہی ملشا ہے تیری بس یہی ہے مدعا  
تو مذاہب کو سمجھتا ہے تمدن کی بلا  
کیا سزا کا ہے محل ذرے جدا ہونے کے بعد  
جسم طبیعی یہ کہاں ہوگا فنا ہونے کے بعد  
••••• امام زمانہ نمبر •••••